برف کا پھول
علیم الحق حقی

برف کا پھول

محبت سے محروم اور بے اعتبار لمحوں کے عذاب میں مبتلا شخص کی عجیب کہانی......اسے زندگی اور موت میں سے ایک کا انتخاب کرنا تھا۔

وہ اپنی ذات کی ناقابلِ تسخیر چوٹی پر انا کی ڈوری کے سہارے بے یقینی کے خلا میں جھول رہا تھا......اور وہ ڈوری کسی وقت بھی ٹوٹ سکتی تھی۔

جنت نظیر سوئٹزر لینڈ میں تفریح کا سیزن ستمبر کی آخری تاریخ تک ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے فوراً بعد موسم سرما کا پہلا طوفان الپائن کی چوٹیوں سے سر ٹکراتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے برفانی تودے، چوٹیوں سے لڑھکتے ہوئے نیچے وادیوں کا رُخ کرتے ہیں۔ سڑکیں بند ہو جاتی ہیں اور ٹریفک کا نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے، لیکن سیاح عام طور پر اس سے کافی پہلے ہی رُخصت ہو جاتے ہیں۔ تاہم موسم گرما کے ان آخری ایام میں زوبر لینڈ کا حسن قابلِ دید ہوتا ہے۔ خاص طور پر غروب آفتاب کے لمحات بے حد دلکش اور معنی خیز ہو جاتے ہیں۔ وہ لمحے، احساس دلاتے ہیں کہ پرانی دنیا دم توڑ رہی ہے اور ایک نئی دنیا پیدا ہونے کی منتظر ہے۔ اس وقت زندگی اور موت، ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے، گھلتے ملتے دکھائی دیتی ہے۔

ولسن پہلے ہی واپس چلا گیا ہوتا لیکن وہ اپنی بیوی سونیا کے اصرار پر رُکنے کے لیے مجبور ہو گیا تھا اور اسے اس کا افسوس بھی نہیں تھا۔ اس وقت سونیا حسب معمول اپنا سفر نامہ لکھنے میں مصروف تھی۔ ولسن نے بالکونی کا دروازہ کھولا۔ ''یہ ہے برفانی خنجر۔'' اس نے کہا۔ ''سونیا! یہاں آؤ...... ذرا یہ منظر تو دیکھو۔''

''ایک منٹ...... بس کام ختم ہونے ہی والا ہے۔'' سونیا نے جواب دیا۔

''سورج غروب ہو رہا ہے۔ تمہیں اندازہ نہیں کہ کس چیز سے محروم ہو رہی ہو۔ تم بھی ان احمق سیاحوں کی طرح ہو، جو تصویریں کھینچنے میں اس طرح مصروف رہتے ہیں کہ انہیں اصل حسن کو آنکھوں کے راستے اپنی روح میں اتارنے کی مہلت ہی نہیں ملتی۔ اُف...... کتنا حسین منظر ہے۔''

اس کا لہجہ شدت سے مسحور ہونے کا احساس دلاتا تھا۔ سونیا نے قلم بند کر کے ایک طرف رکھ دیا اور بالکونی کی طرف بڑھ گئی۔ ''ٹھیک کہتے ہو جارج۔ بہت خوبصورت منظر ہے۔'' اس نے تائید کی۔

پہاڑی ڈھلوانوں پر، مکانوں کی چھتیں اس طرح نظر آ رہی تھیں، جیسے وہ قطار در قطار پہاڑ سے اُتر کر وادی کا رُخ کر رہی ہوں۔ نیچے...... دونوں طرف سے ایلپس کی چوٹیوں کے درمیان زوبر والڈ کی وادی سبز مخملیں قالین کی طرح بچھی ہوئی تھی۔ جا بجا صنوبر کے جھنڈ جھوم رہے تھے۔ ''میں نے تمہیں رکنے پر مجبور کیا۔ اس پر تمہیں افسوس تو نہیں ہے۔'' سونیا نے پوچھا۔

ولسن نے نفی میں سر ہلا دیا۔ ''زندگی بھر اسی کے لیے تو پائی پائی جوڑتے رہے تھے۔'' اس نے جواب دیا۔ اور یہ سچ بھی تھا۔ وہ پینسٹھ سال کا ہو چکا تھا اور اسکول سے ریٹائرمنٹ کے بعد ساری جمع پونجی لے کر بیوی کے ساتھ زندگی کے آخری تفریحی سفر پر نکلا تھا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ آئندہ اسے اس رہگذر پر چلنے کا موقع نہیں ملے گا۔ وہ سلور ہارن ہوٹل میں مقیم تھا۔ یہ وہاں کا سب سے بڑا ہوٹل تھا۔ اس کے بیشتر کمرے ائر کنڈیشنڈ تھے۔

''اسے دیکھتے ہوئے ابدیت کا احساس ہوتا ہے۔'' ولسن نے کہا۔ ''شاید اس لیے کہ یہ لاکھوں سال سے یونہی سر اُٹھائے کھڑا ہے اور لاکھوں برس تک کھڑا رہے گا۔''

جینی کی نگاہیں، وادی سے اُٹھتی ہوئی بتدریج پہاڑی چوٹی تک پہنچیں، جو آسمان سے ہم کلام محسوس ہوتی تھی۔ وہ نیلگوں چوٹی، سرسبز وادی پر عموداً (ایستادہ) تھی، برفانی خنجر، نامی وہ چار ہزار میٹر بلند چوٹی، اپنی بلندی کے باعث اردگرد کی چوٹیوں سے ممتاز نظر آتی تھی۔ تیرتے ہوئے بادلوں کی اُوٹ سے اس کا برفانی چہرہ کبھی کبھی جھانکتا اور پھر چھپ جاتا تو ایسا لگتا جیسے آسمان کی چھت اسی ستون پر قائم ہو۔ اطراف میں وہ عظیم گلیشیئر تھے، جنہوں نے برفانی خنجر کو اپنی آغوش میں سمیٹ رکھا تھا۔ ''خوبصورتی کے باوجود یہ چوٹی دہشت کا احساس جگاتی ہے۔'' سونیا جھرجھری لے کر بولی۔ ''اسے برفانی خنجر کیوں کہا جاتا ہے۔''

''شاید اس لئے کہ یہ ایک قاتل چوٹی ہے۔''

''کیا کسی نے اسے سر بھی کیا ہے؟''

''گائیڈ بک میں لکھا ہے کہ اسے مغربی رخ سے سر کرنا نسبتاً آسان ہے، جبکہ شمالی رُخ سے جو ہمارے سامنے ہے، اسے کئی بار سر کیا جا چکا ہے لیکن یہاں سے دیکھتے ہوئے یقین نہیں آتا کہ یہ ممکن ہے۔'' ولسن نے کہا...... اور پھر اچانک ہی موضوع بدل دیا۔ ''آؤ...... ٹہل آئیں۔ پھر اندھیرا ہو جائے گا۔''

وہ لفٹ میں بیٹھ کر نیچے چلے آئے۔ اوپر، ان کے کمرے کی بالکونی اس قدر پُرسکون تھی جیسے ان کے سوا ہوٹل میں کوئی موجود ہی نہ ہو لیکن لابی کسی دھڑکتے ہوئے دل کی طرح زندگی سے معمور تھی۔ اچانک کسی نے عقب سے انہیں پکارا۔ پلٹ کر دیکھا تو ایک شخص ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس نے قریب آ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ ''مسٹر اینڈ مسز ولسن...... میں آپ کا میزبان ہوں۔ میرا نام انتونی ہے۔ مجھے امید ہے کہ سلور ہارن میں قیام آپ کے لیے خوش گوار ثابت ہوا ہوگا۔''

''جی ہاں، بہت پُرلطف...... لیکن میں یہ ہجوم دیکھ کر حیران ہوں۔ میرا خیال تھا کہ سیزن ختم ہو گیا ہے۔'' ولسن نے کہا۔

''ختم ہی سمجھئے۔ آپ جیسے کچھ لوگ ابھی موجود ہیں لیکن دو ایک روز میں چلے جائیں گے۔ تاہم یہاں ایسے لوگ بھی ہیں جو ہوٹل میں مقیم نہیں۔ ویسے اس وقت تو یہاں ہجوم ہوتا ہی ہے۔'' ہوٹل کے مالک نے کہا۔ ''یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ ایک ماہ پہلے دیکھتے تو حیران رہ جاتے۔ لوگوں کو اپنی باری کے لیے طویل انتظار کرنا پڑتا تھا۔''

''انتظار! کس چیز کا؟'' سونیا نے تجسس سے پوچھا۔

''اس نظارے کا...... ایسا نظارا کہیں اور نہیں مل سکتا۔'' انتونی نے دیواری گھڑی کی طرف دیکھا۔ ''آپ بھی دوربین کی طرف چلے جائیں۔ جلدی کریں قطار طویل ہوتی جا رہی ہے۔ ہر روز بہت سے لوگوں کو مایوس لوٹنا پڑتا ہے۔''

''میں سمجھا نہیں۔'' ولسن نے کہا۔ ''دیکھنا کیا ہے؟''

''اوہ...... شاید آپ نے اس منفرد نظارے کے متعلق نہیں سنا۔ زوبر والڈ آنے والا ہر سیاح صرف اس نظارے کے لیے ہی یہاں رکتا ہے۔ برفانی خنجر، غروب آفتاب کے

وقت! حیرت ہے۔ آپ کو معلوم نہیں۔ ایسا انوکھا منظر تو آپ ساری دنیا میں کہیں بھی نہیں دیکھ سکتے اور یہ منظر سب سے بہتر، میرے پورچ پر، دوربین کی مدد سے دیکھا جا سکتا ہے۔''

''کیا خیال ہے ڈیئر! مسٹر انٹونی کہہ رہے ہیں تو......'' ولسن نے کہا۔

اسی وقت گھڑیال نے پانچ بجنے کا اعلان کیا۔

''مجھے افسوس ہے۔ اب آپ اس منظر سے محروم رہیں گے''۔ انٹونی کے لہجے میں اداسی اتر آئی۔

گھڑیال کی آواز کے ساتھ ہی پورچ پر دوربین کے قریب لوگوں کا ہجوم بڑھ گیا۔ کچھ لوگ اپنے ساتھ چھوٹی دوربینیں بھی لائے تھے۔ وہ ان سے الجھ گئے ...... پھر چند ہی لمحوں میں بارونق لابی سنسان ہوگئی۔ ''عجیب بات ہے۔'' ولسن حیران رہ گیا۔ ''ایک لمحے میں سب کچھ بدل گیا۔ کیا یہ منظر کل نہیں دکھائی دے گا؟''

''ممکن ہے، نہ دکھائی دے۔ کیا کہا جا سکتا ہے۔'' انٹونی نے جواب دیا۔

''افسوس! ہم محروم رہ گئے۔ بہرحال، آپ کا شکریہ۔''

''کل صبح آپ کی روانگی ہے۔ یعنی آپ یہ منظر کبھی نہیں دیکھ سکیں گے۔'' انٹونی نے قدرے ہچکچا کر کہا۔ ''لیکن یہ اچھا نہیں لگتا کہ آپ یہاں سے محرومی لے کر جائیں۔ کیوں نہ آپ میرے ساتھ چل کر یہ منظر دیکھیں۔''

سونیا ہچکچائی لیکن ولسن نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور وہ انٹونی کے پیچھے چل دیئے۔ انٹونی انہیں اپنے آفس لے گیا اور بالکونی کا دروازہ کھول دیا۔ وہاں، اسٹینڈ پر ایک دُوربین رکھی تھی۔ انٹونی نے دوربین میں دیکھا اور فوکس ایڈجسٹ کرتے ہوئے بولا۔ ''خوب، ابھی وقت ہے چند ہی منٹ ہیں۔ منظر کا اصل لطف اس وقت آتا ہے، جب سورج رُخصت ہوتے ہوتے برفانی خنجر کو بوسہ دیتا ہے۔ آیئے مسٹر ولسن۔''

ولسن دوربین پر جھک گیا۔ ''میرے خدا...... کیا یہی وہ منظر ہے...... کہیں یہ فریب نظر تو نہیں۔'' ولسن سر اٹھا کر انٹونی کو گھورنے لگا۔

انٹونی نے نفی میں سر ہلا دیا۔ ''ہے نا عجیب منظر؟''

''مجھے بھی دیکھنے دو۔'' سونیا بے قرار ہوگئی۔

''نہیں ......تم مت دیکھو۔'' ولسن نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ ''کاش، میں نے بھی نہ دیکھا ہوتا۔''

''احمقانہ باتیں مت کرو۔ تم نے تو میرا تجسس اور بھی بھڑکا دیا ہے۔ اب میں دیکھے بغیر نہیں ......'' وہ دوربین پر جھک گئی۔ ''پتہ نہیں، تم کیا باتیں کر رہے تھے۔ کچھ دھبے نظر آ رہے ہیں۔ یقیناً یہ برف ہے، کچھ چٹانیں بھی ہیں۔ اوہ...... یہ نارنجی رنگ کی کیا چیز لٹک رہی ہے۔ اسی کے بارے میں کہہ رہے تھے نا تم؟ عجیب چیز ہے......'' پھر اس کے حلق سے ایک دہشت بھری چیخ نکل گئی۔ ''یہ تو کوئی آدمی لٹکا ہوا ہے۔ ہوا نے اسے گھما دیا ہے اور میں اس کا چہرہ دیکھ سکتی ہوں۔''

ولسن نے اسے ایک جھٹکے سے، کھینچ کر ہٹا دیا۔ ''میں نے کہا تھا کہ مت دیکھو۔ مسٹر انٹونی...... آپ اسے خوبصورت نظارا کہتے ہیں!''

''خوبصورت نہیں بلکہ انوکھا ...... یکتا۔ یہ منظر آپ کو پوری دنیا میں اور کہیں بھی دکھائی نہیں دے گا۔''

''لیکن ......لیکن یہ تو آدمی ہے۔'' سونیا نے اصرار کیا۔ ''وہ وہاں کیا کر رہا ہے۔ اس کی مدد کرنی چاہیئے۔''

''اب صرف خدا ہی اس کی مدد کر سکتا ہے۔'' انٹونی سادگی سے بولا۔

''اگر آپ جلدی کریں تو اسے بچایا جا سکتا ہے۔''

انٹونی نے برفانی خنجر کی طرف دیکھا۔ ''مسٹر ولسن، یہ آج یا کل کی بات نہیں بلکہ اسے اس طرح لٹکے ہوئے ایک سال ہوگیا ہے۔ یہ ٹھٹھر کر مر چکا ہے۔''

''آپ ...... آپ اس کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتے؟'' ولسن کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

''ہم کرتے ہیں ...... ہر روز کرتے ہیں۔ اسے دیکھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ ڈوری ٹوٹ جائے۔'' انٹونی نے کاندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔ ''لیکن نائلون کی یہ ڈوری ہماری دعاؤں سے کہیں زیادہ مضبوط ہے۔''

☆====☆====☆

ٹھیک اسی وقت چند سو میل دور، جنوبی حصے میں ایک اور شخص اپنی بالکونی میں کھڑا باہر دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک بالکل ہی مختلف منظر تھا۔ وہ روم کا جنوب مغربی حصہ ٹراسٹیور تھا، جو سیاحوں کے لیے کبھی پُرکشش نہیں رہا۔ کوئی امریکن شاذ ہی روم کے اس حصے کا رخ کرتا ہے...... اور کرتا بھی ہے تو گندگی کے ڈھیر، فضا میں رچی ہوئی پٹرول کی بو اسے بھگا دیتی ہے۔ صرف غیر صحت مندانہ ماحول کی بات نہیں۔ ٹراسٹیور یوں بھی ایک بدنام علاقہ ہے۔ اسی علاقے میں شہر کی جیل بھی واقع ہے۔ اطالویوں کا کہنا ہے کہ اس طرح قیدیوں کے لواحقین کو قیدیوں کے پڑوس میں رہنے کی سہولت میسر آجاتی ہے۔ اس لیے جیل اسی علاقے میں تعمیر کی گئی ہے۔ اس علاقے میں کوئی بھی شخص، دن دہاڑے، اپنے ہیٹ سے لے کر زندگی تک، کسی بھی چیز سے محروم ہو سکتا ہے۔ وہ شخص ستمبر کے جھٹ پٹے میں، بالکونی سے باہر جھانک رہا تھا۔ اس کے انداز میں، ماحول کے لیے کراہت نہیں تھی، حالانکہ وہ امریکن تھا۔ اگر اس کے چہرے پر ناپسندیدگی کا تاثر تھا تو وہ کم از کم ٹراسٹیور کے لیے نہیں تھا جو گزشتہ تین ماہ سے اس کا وطن تھا۔ اس نے تقریباً پورا موسم گرما یہیں گزارا تھا۔ وہ اس جگہ کو پسند کرنے لگا تھا۔ اسے شور وغل اور گندگی سے کوئی پریشانی نہیں ہوتی تھی۔ اس نے دنیا میں، اس سے کہیں زیادہ غلیظ مقامات دیکھے تھے اور انہیں وقتی طور پر اپنا گھر بھی تسلیم کیا تھا۔ وہ ایک ایسا شخص تھا، جس کی زندگی کا بڑا حصہ تنہائی میں گزرا تھا۔ لہٰذا اسے ٹراسٹیور میں حسن بھی نظر آتا تھا...... زندگی کا حقیقی حسن! اپنی اپنی بالکونی میں کھڑی ہو کر لڑتی اور بکتی جھکتی ہوئی عورتیں، نیچے گلی میں کھیلتے شور مچاتے ہوئے بچے، نیچے اپنی بید کی کرسی پر بیٹھ کر پھلیاں بھونتی ہوئی موٹی بڑھیا، کونے میں پاؤں پسارے خالص اطالوی انداز میں کاہلوں کی طرح بیٹھا ہوا نوجوان! اسے یہ سب کچھ بے حد حسین لگتا تھا۔ یہ سب لوگ معاشرے کے، دنیا کے دل کی دھڑکنیں ہی تو تھے۔ دراصل بدمزگی کا وہ تاثر خود اپنی ذات کے لیے تھا۔ اس مقام سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس کی جڑیں یہاں نہیں تھیں۔ اس کی جڑیں تو کہیں بھی نہیں تھیں۔

اس کا نام سڈنی تھا، عمر چھتیس سال تھی۔ وہ تندرست و توانا تھا اور قومیت کے علاوہ، اس کے پاس بس یہی کوائف تھے۔ اب اسے یہ احساس پریشان کرنے لگا تھا۔ حالانکہ دس

سال پہلے اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی...... لیکن اب، جبکہ بالوں میں چاندی کا پہلا تار نمایاں ہو گیا تھا، وہ پلٹ کر دیکھتا تھا...... خود کو کسوٹی پر پرکھتا تھا تو اسے مایوسی ہوتی تھی۔ اس کی زندگی ایک بہت بڑے صفر کی حیثیت رکھتی تھی۔ وہ کچھ بھی نہیں تھا اور دنیا کی کوئی چیز اس کی ملکیت نہیں تھی۔ زندگی کی بے مقصدیت اس کی ظاہری شخصیت سے عیاں نہیں ہوتی تھی۔ وہ بڑے وقار سے چلتا تھا۔ تناؤ اور اکڑ کی وجہ سے اس کا لمبا قد مزید نمایاں ہو جاتا تھا۔ اس کے انداز میں اعتماد تھا، حاکمیت تھی۔ اس کا چہرہ حسین نہیں تھا لیکن وہ بے حد پُرکشش تھا۔ کم از کم خواتین تو یہی محسوس کرتی تھیں۔

اس کی زندگی میں بہت سی خواتین آئی تھیں۔ اسے بہت ساری چاہتیں، محبتیں ملی تھیں لیکن اب تک کوئی خاتون اسے اتنا متاثر نہیں کر سکی تھی کہ وہ کسی مستقل وابستگی کے بارے میں سوچتا۔ اس کی زندگی میں آنے والی ہر خاتون یہی سمجھتی تھی کہ اس نے ماضی میں محبت کا کوئی گہرا زخم کھایا ہے، لیکن درحقیقت اس نے کبھی محبت نہیں کی تھی۔ وہ طبعاً ایک مہربان آدمی تھا اور محبت جیسے اندھے جذبے کا اسے کوئی تجربہ نہیں تھا۔ یہاں قیام کے دوران وہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ پہلے خود کو دریافت کرنا ہے، لیکن کیسے؟ یافت کا یہ عمل کہاں سے شروع کیا جائے؟ شاید اس کا وقت بھی نہیں رہا تھا۔ اب تو وہ حالات کے پنجرے میں بند تھا۔ وہ قوتِ عمل سے محروم نہیں ہوا تھا لیکن حالات نے اسے عضوِ معطل بنا دیا تھا۔ اس نے لزا کا تصور کیا، وہ اسی کے اپارٹمنٹ کی بالکونی میں کھڑا، اس کا انتظار کر رہا تھا اور خود کو سمجھا رہا تھا کہ لزا کی رفاقت پہلی تمام رفاقتوں سے مختلف ہے۔ لزا اس سے محبت کرتی تھی لیکن وہ اس کی محبت کا جواب، محبت سے نہیں دے سکا تھا۔ بالآخر وہ اسے آتی دکھائی دی لیکن وہ اس کی نگاہوں سے بے خبر تھی۔ وہ بہت خوبصورت اور مکمل عورت تھی۔ علاقے کے سب لوگ سڈنی سے اس کی وابستگی سے باخبر تھے۔

لزا نے رک کر ان پڑوسیوں سے بات کی، جو کھانے کی میز باہر لے گئے تھے۔ گرمی کے موسم میں ایسا اکثر ہوتا تھا۔ انہوں نے لزا کو کھانے کی دعوت دی۔ لزا نے مسکرا کر نرمی سے انکار کر دیا۔ پھر وہ اصرار کرنے لگے کہ وہ ایک چھوٹا خربوزہ اپنے ساتھ لے جائے حالانکہ ان کے پاس وہی ایک خربوزہ تھا۔ تمام پڑوسی لزا کو بے حد پسند کرتے تھے۔ جواب

میں لزا کا برتاؤ بھی ان کے ساتھ فیاضانہ ہوتا تھا۔ لزا آگے بڑھی تو بڈھے نے اسے آواز دی۔ پھر اس نے ایک سگار لزا کی طرف بڑھایا۔ ''یہ امریکن سینور کے لیے ہے۔''

''ہر شخص لزا کو کچھ نہ کچھ دیتا ہے...... سوائے میرے!'' سڈنی نے تلخ ہو کر سوچا۔

راہ داری میں کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ وہ کھیل میں اتنے منہمک تھے کہ انہیں لزا کی آمد کا پتہ ہی نہ چلا۔ لزا نے فارغ ہاتھ کی مدد سے ان میں سے ایک لڑکے کی گردن تھام لی۔ لڑکا ایک بوسیدہ پتلون اور پیوند لگی قمیض پہنے ہوئے تھا۔ وہ لزا کا بیٹا ماریو تھا۔ اس کی عمر دس سال تھی لیکن قد میں وہ اپنی ماں کے برابر ہی تھا۔ سڈنی تک ان کی آواز نہیں پہنچ رہی تھی لیکن لزا کی تیزی اور ماریو کی بیزاری سے پتہ چلتا تھا کہ لزا، لڑکے کو ڈانٹ رہی تھی کہ وہ گھر میں بیٹھ کر پڑھنے کی بجائے لفنگا پن کیوں کرتا ہے۔ ماریو ہمیشہ کی طرح خاموش تھا لیکن اس کے انداز میں اکھڑ پن اور خود سری تھی...... پھر جیسے اچانک ہی لزا کی برہمی، محبت میں ڈھل گئی۔ اس نے دھیرے سے ماریو کے سنہرے بال سہلائے تو ماریو تیزی سے جھکا۔ اس نے لزا کے ہاتھ سے سگار چھینا اور چوراہے کی طرف دوڑ لگا دی۔ باقی بچے بھی اس کے پیچھے دوڑ پڑے۔ لزا نے آسمان کی طرف منہ اٹھایا، جیسے خدا سے شکوہ کر رہی ہو۔ دفعتاً اس کی نظر، بالکونی میں کھڑے سڈنی پر پڑی تو اس کے ہونٹوں پر بجھی بجھی سی مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے سڑک پار کی اور عمارت میں داخل ہو گئی۔ اب سڈنی اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ کمرے میں آ گیا۔ کھانے کی میز پر اطالوی مشروب کی بوتل رکھی تھی، سڈنی نے اسے دو گلاسوں میں انڈیل کر خالی کر دیا پھر کرسی پر بیٹھ کر ایک گلاس سے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا۔

لزا، اپارٹمنٹ میں داخل ہوئی تو بجھی بجھی سی تھی۔ اس نے رسمی انداز میں سڈنی کی خیریت دریافت کی۔ وہ اسٹوڈیو میں کام کرنے کی وجہ سے انگریزی بڑی روانی سے بولتی تھی لیکن غصے اور شدید جذباتی کیفیت میں، اس کے منہ سے بے تحاشا اطالوی الفاظ نکلنے لگتے تھے۔

''بہت مصروف دن گزرا؟'' سڈنی نے پوچھا۔

''بالکل نہیں۔ دن بھر سوائے کھڑے رہنے کے کوئی کام نہیں کیا۔ سب کا یہی حال

ہوا۔ احمق ہدایت کار کو اس شاٹ کی فلم بندی کرنا تھی جو سکرین پر محض تیس سیکنڈ نظر آئے گا، بشرطیکہ تدوین کار اسے بالکل ہی صاف نہ کر دے لیکن ہدایت کار مطمئن ہی نہیں ہو رہا تھا۔''

لزا ایک اداکارہ تھی لیکن جانتی تھی کہ وہ بڑی اسٹار نہیں ہے اور نہ ہی کبھی بن سکے گی۔ تاہم جو کچھ میسر تھا، وہ اس پر قانع تھی۔ فی الحال اس ملازمت کی وجہ سے سر چھپانے کو چھت تو موجود تھی۔ البتہ حسن پھیکا پڑ جانے کی صورت میں مستقبل تاریک ہی تھا۔ سڈنی جانتا تھا کہ ماریو کے سوا، اس کا دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے اور ماریو کو دیکھتے ہوئے، مستقبل میں کوئی بہتر امید نہیں رکھی جا سکتی تھی۔

''کل بھی یہی کچھ ہو گا؟'' سڈنی نے پوچھا۔

''کون جانے۔ ممکن ہے، کل وہ فلم بنانے کا ارادہ ملتوی کر کے سب کی چھٹی کر دے۔ سنا ہے، اگلے ماہ ایک امریکی یونٹ آ رہا ہے۔ میں نے ایک دوست سے بات کی ہے۔ شاید وہاں چانس مل جائے۔ امریکن اس لحاظ سے بہتر ہیں کہ شیڈول کے مطابق کام کرتے ہیں۔'' پھر اچانک لزا کو اس خربوزے کا خیال آیا، جو وہ ابھی تک اٹھائے ہوئے تھی۔ ''یہ بوڑھے ایل نے دیا ہے۔'' اس نے خربوزہ میز پر رکھ دیا۔ ''اس نے تمہارے لیے سگار بھی دیا تھا۔ میرا خیال ہے، سگار کا انجام تو تم دیکھ ہی چکے ہو؟''

''ہاں...... سگار پی کر کہیں ماریو کی طبیعت نہ بگڑ جائے۔''

''میری دعا ہے کہ ضرور بگڑے۔'' لزا کا لہجہ تلخ ہو گیا۔ ''یہ لڑکا بالکل اپنے باپ پر جا رہا ہے۔ نکما اور آوارہ۔''

سڈنی نے کارلو کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ خود ماریو کو باپ کی صورت یاد نہیں تھی۔ لزا اور کارلو کی شادی ناکام ثابت ہوئی تھی۔ ایک روز کارلو گھر سے گیا تو کبھی لوٹ کر نہ آیا۔ لزا کو اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ وہ قانونی طور پر اب بھی کارلو کی بیوی تھی کیونکہ ان کے درمیان طلاق نہیں ہوئی تھی۔ ''ماریو بچہ ہے...... دیکھنا، کسی روز وہ بدل جائے گا۔'' سڈنی نے ماریو کی طرف داری کی۔

''یقیناً...... اور وہ تبدیلی بہت خوفناک ہوگی۔ فادر پال کہہ رہے تھے کہ وہ ایک ہفتے

سے سکول بھی نہیں جا رہا ہے۔''

''سکول سے تمام بچے جان چراتے ہیں۔ میں بھی بھاگا کرتا تھا۔ یہ تو تعلیم کا ایک حصہ ہے۔''

''لیکن وہ بندرگاہ اور مارکیٹ کے علاقے میں مارا مارا پھرتا ہے۔ وہاں وہ کیا تعلیم حاصل کرے گا...... جھوٹ بولنا، چوری کرنا، جیبیں کاٹنا۔'' لزا نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ ''کاش، میں اسے اس ماحول سے نکال سکتی۔ وہ برا نہیں ہے۔ بہت ذہین ہے۔ فادر کا کہنا ہے کہ وہ اسے ذہانت استعمال کرنا سکھا سکتے ہیں لیکن اسے اکیڈمی میں بھیجنے کے لیے رقم چاہیے۔''

''بہت زیادہ؟'' سڈنی نے پوچھا۔

''اتنی کہ میں زندگی بھر جمع نہیں کر سکتی خیر چھوڑو، یہ سب کچھ سوچنے کا فائدہ؟''

سڈنی نے مشروب کے گلاس کی طرف اشارہ کیا۔ ''اسے پی لو۔ بہتر محسوس کرنے لگو گی۔''

''نہیں، میرا جی نہیں چاہ رہا ہے۔''

سڈنی نے اپنا خالی گلاس رکھ کر دوسرا گلاس اٹھا لیا۔

''سڈنی...... اتنی زیادہ کیوں پیتے ہو؟'' لزا کے لہجے میں بے چارگی تھی۔

''اور کیا کروں۔'' سڈنی نے چڑ کر پوچھا۔ ''دن بھر بیٹھا دیواروں کو تکتا رہوں؟''

''سارا دن بند کیوں بیٹھے رہتے ہو؟''

''ہاں...... میں ٹہلنے کے لیے نکل سکتا ہوں لیکن میں اتنا ٹہل چکا ہوں کہ تم سے زیادہ ٹراسٹیور سے واقف ہو گیا ہوں۔ مجھے کام نہیں ملتا کیوں کہ میرے پاس ورک پرمٹ نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ میں یہاں بحیثیت سیاح آیا تھا۔ میں بیکار بیٹھا رہتا ہوں۔ نہ پیوں تو پاگل ہو جاؤں...... کل تو یہ سہارا بھی نہیں ہوگا۔ بوتل ختم ہو گئی ہے۔'' اس نے بیزاری سے بوتل ایک طرف لڑھکا دی۔

لزا نے محبت سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''میں تو بس یہ چاہتی ہوں کہ تم خوش رہو، لیکن تم ناخوش ہو۔ میں تمہارے لیے کچھ اچھی ثابت نہیں ہوئی سڈنی۔''

''کیسی احمقانہ باتیں کرتی ہو؟ تم کسی کے لیے بھی ایک نعمت ثابت ہو سکتی ہو۔''

''میں کسی کی نہیں، صرف تمہاری بات کر رہی ہوں۔'' اس کے لہجے میں رچی محبت اور اداسی نے سڈنی کے دل کو چھو لیا۔ وہ لہجہ گواہی دیتا تھا کہ لزا اس حقیقت کو تسلیم کر چکی ہے کہ ایک نہ ایک دن وہ یہاں سے چلا جائے گا۔ ''شاید تم سوچتے ہو گے کہ کاش اس روز چرچ کی سیڑھیوں پر میں نے تم سے بات نہ کی ہوتی۔'' لزا نے سرگوشی کی۔

''نہیں لزا...... میرے نزدیک وہ کوئی برا لمحہ نہیں تھا۔'' سڈنی نے جواب دیا اور یہ سچ بھی تھا۔ اس لمحے پر اگر کوئی متاسف ہو سکتا تھا تو وہ خود لزا ہی تھی۔

وہ اوائلِ گرما میں روم آیا تھا۔ وہ اس کے بے سود سفر کا آخری پڑاؤ تھا۔ وہ یہاں ایک امپورٹر سے ملنا چاہتا تھا۔ جس سے اس کے پرانے تعلقات تھے۔ وہ سڈنی کو ملازمت دلوا سکتا تھا لیکن یہاں آ کر پتہ چلا کہ وہ مر چکا ہے۔ امید کی آخری کرن بجھ گئی تھی اور اس کا کوئی متبادل نہیں تھا۔ سڈنی خود کو خالی خالی سا محسوس کرنے لگا۔ اس کی جیب میں کچھ رقم تھی اور روم میں اسے خرچ کرنے کے مواقع بھی میسر تھے۔ وہ تاریخی مقامات کی سیر کرتا رہا۔ ایک روز وہ سینٹ پیٹرز چرچ چلا گیا۔ واپسی میں وہ سگریٹ پینے کے لیے سیڑھیوں پر بیٹھ گیا اور کبوتروں کو دیکھنے لگا۔ وہیں اس کی لزا سے ملاقات ہوئی۔ لہٰذا ایک سائیکل پر سوار تھی۔ چرچ کے سامنے چین اتر گئی۔ وہ اسے چڑھانے کی کوشش کرنے لگی۔ سڈنی کو وہ اتنی اچھی لگی کہ اس کی مدد کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ لزا کو پتہ چلا کہ وہ روم میں نووارد ہے تو اس نے سڈنی کی مہربانی کے بدلے، شام کو اسے شہر کی سیر کرانے کی دعوت دے دی۔ دن بھر وہ ساتھ رہے پھر لزا نے اصرار کیا کہ ڈنر اس کے گھر پر کھایا جائے۔ پھر سڈنی وہیں ٹھہر گیا اور اگلے روز وہ ہوٹل سے اپنا سوٹ کیس بھی لے آیا۔ کارلو کے بعد وہ اس کی زندگی میں داخل ہونے والا پہلا مرد تھا۔ وہ خود مدتوں سے محبت کو ترس رہی تھی۔ اس نے سڈنی کو بے پناہ محبت دی اور جواباً کبھی کچھ طلب نہ کیا۔ اگر کچھ طلب کیا ہوتا تو شاید سڈنی کے لیے اس سے جدا ہونا آسان ہو جاتا۔ اس کے برعکس وہ تو دن بدن اس کا مقروض ہوتا گیا...... پہلے جذباتی طور پر...... اور جیب خالی ہو جانے کے بعد مالی طور پر بھی...... لزا کو اس کے قلاش ہونے سے کوئی غرض نہیں تھی لیکن خود اسے تو تھی پھر صورت حال ابتر سے ابتر ہوتی

گئی کیونکہ حالات سے فرار کی کوئی صورت نہیں رہی تھی۔ لزا کو چھوڑ جانا ...... اس صورت میں کہ وہ اس کا مقروض تھا...... اس کے لیے ممکن نہ رہا۔

''کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔'' سڈنی نے خود کلامی کی۔

''یقیناً ڈیئر!'' لزا نے تیزی سے کہا۔ ''میں کچھ جاننے والوں سے بات کروں گی۔ روم میں بھی بغیر ورک پرمٹ کے ملازمت مل سکتی ہے پھر تو تم خوش رہو گے نا؟''

''ہاں لزا۔'' اس نے کہا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ یہ ایک سراب ہے۔

''بس، اب ان باتوں میں الجھنے کی ضرورت نہیں۔'' لزا بولی۔ ''آج میں خوش ہوں، ہم جشن منائیں گے۔ میں بہترین لباس پہنوں گی اور ہم کھانا بھی باہر کھائیں گے۔''

''اور ادائیگی کے لئے سادہ کاغذ استعمال کریں گے۔''

''آج مجھے تنخواہ ملی ہے ڈیئر۔ آج ہم پھولے ہوئے پرس والے امریکی سیاحوں جتنے امیر ہیں۔'' لزا نے کہا۔ وہ کھڑی ہوگئی اور ویٹر کی اداکاری کرتے ہوئے بھاری آواز میں بولی۔ ''سینور اور سینورا کے لیے ریستوان کی سب سے اچھی میز حاضر ہے۔ آپ فرمائیں تو میں یہاں کا سب سے شاندار مشروب ......'' پھر وہ سڈنی کے سنجیدہ چہرے کو دیکھ کر یک لخت چپ ہوگئی۔ ''کیا تم جانا نہیں چاہتے ڈیئر؟''

وہ اتنی شدت سے اسے خوش کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ سڈنی جھوٹ بولنے پر مجبور ہو گیا۔ ''نہیں...... میں بہت شوق سے چلوں گا۔''

''بس تو میں تیار ہو کر ابھی آئی۔''

سڈنی اسے بیڈروم کی طرف جاتے دیکھتا رہا۔ وہ بہت پیاری لڑکی تھی۔ اسے اچھا شوہر ملنا چاہئے تھا۔ کتنی شرمناک بات ہے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ سڈنی نے سوچا۔ اچانک اسے بیڈروم سے لزا کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔ شاید وہ کھڑکی سے ماریو کو پکار رہی تھی۔ سڈنی بالکونی کی طرف بڑھ گیا۔ ''خدا جانے اب یہ لڑکا کیا کر رہا ہے۔'' نیچے سڑک پر ایک خوبصورت کار کھڑی تھی۔ وہاں ایسی کاریں کم ہی دکھائی دیتی تھیں۔ کار کا ڈرائیور غائب تھا اور ماریو نے اپنے ساتھیوں سمیت کار کا گھیراؤ کر رکھا تھا۔ پھر ماریو نے اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ لزا نے چیخ کر اسے کار سے اترنے کا حکم دیا لیکن ماریو کے کان پر جوں تک نہ

رینگی۔ سڈنی اس شخص کے حوصلے کو سراہے بغیر نہ رہ سکا جو ایسے علاقے میں کار چھوڑ کر کہیں چلا گیا تھا۔ پندرہ منٹ میں کار کے تمام پرزوں کا کباڑی مارکیٹ میں پہنچ جانا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ نصف گھنٹے میں پوری کار بھی غائب ہو سکتی تھی۔ ٹراسٹیور سے ناواقف کوئی شخص ہی اتنی بڑی حماقت کر سکتا تھا۔ معاً دروازے پر دستک ہوئی تو سڈنی دروازے کی بڑھ گیا۔ اسے واجبی سی اطالوی آتی تھی لیکن ملاقاتی اطالوی ہرگز نہیں تھا۔ اس کا لباس اور لہجہ، اس کے امریکی ہونے کی گواہی دیتا تھا۔

''مجھے سڈنی سے ملنا ہے۔'' ملاقاتی نے کہا۔

''میں ہی سڈنی ہوں۔''

''میرا نام جوزف ہے۔'' ملاقاتی نے کہا۔ اس نے نہ تو ہاتھ ملانے کی کوشش کی تھی اور نہ ہی اس کا انداز ایسا تھا کہ وہ اپارٹمنٹ میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ اس کی سرد نگاہیں سڈنی کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں۔ ''میں مسٹر آرتھر ہولڈن کا ملازم ہوں۔ انہوں نے آپ کو ڈنر پر مدعو کیا ہے۔''

لزا بھی آوازیں سن چکی تھی۔ اس نے بیڈروم کا دروازہ کھول کر متجسس نگاہوں سے باہر جھانکا۔

''بس...... یا کوئی اور بات بھی ہے؟'' سڈنی نے پوچھا۔

''فی الوقت اتنا ہی کافی ہے۔'' جوزف نے جواب دیا۔ ''کار نیچے موجود ہے۔''

''میری ماں ہمیشہ سمجھایا کرتی تھیں کہ اجنبی افراد کے ساتھ کار میں بیٹھنا مخدوش ثابت ہو سکتا ہے۔'' سڈنی نے بے نیازی سے کہا۔ ''مسٹر ہولڈن سے معذرت کر لینا میں ڈنر کے لیے پہلے سے مدعو ہوں۔''

جوزف نے جیب سے کوئی چیز نکالی۔ ''ممکن ہے، تم پہلی دعوت کو نظرانداز کر سکو۔ مسٹر ہولڈن اپنی ہر خواہش کی معقول قیمت ادا کرتے ہیں۔'' اس نے مٹھی کھول کر وہ چیز سڈنی کو دکھائی۔ وہ سو ڈالر کا ایک نوٹ تھا۔

☆====☆====☆

جوزف بہت خاموش طبع آدمی ثابت ہوا۔ راستے میں ان کے درمیان کوئی بات

نہیں ہوئی۔ روم کی سڑکوں پر ڈرائیو کرتے ہوئے آدمی کا خاموش رہنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ جبکہ جوزف کو خاموش رہنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ سڈنی کے ہر سوال کا جواب، وہ کاندھوں کو جھٹک کر یا بھوؤں کو حرکت دے کر دیتا رہا۔ الفاظ کی صورت میں وہ صرف اتنا کہہ دیتا۔

''مسٹر ہولڈن سے پوچھ لینا۔'' بالآخر سڈنی بھی تھک ہار کر چپ ہو گیا۔

کار اس ایونیو پر مڑی، جہاں مہنگے ہوٹل بہ کثرت موجود تھے۔ سڈنی کے لیے یہ کوئی باعثِ حیرت بات نہیں تھی۔ جو شخص ڈنر کی دعوت قبول کرنے کے عوض سو ڈالر دیتا ہو، وہ کسی معمولی ہوٹل میں تو قیام نہیں کر سکتا تھا۔ جلد ہی کار، ہوٹل فلورا کی پارکنگ میں داخل ہوگئی۔

جس سوئٹ میں اسے لے جایا گیا، وہ رقبے اور آرائش، دونوں اعتبار سے متاثر کن تھا۔ وال پیپر سے آراستہ دیواروں پر مصوری کے شاہکار آویزاں تھے۔ قالین اس قدر دبیز تھے کہ آوازِ پا کا پتہ ہی نہیں چلتا تھا۔ کمرے میں دو آدمی موجود تھے۔ ایک باوردی ویٹر جو اشیائے خورد و نوش سے لدی ہوئی ٹرالی کے پاس، مؤدب کھڑا تھا۔ دوسرا شخص ٹی وی کے سامنے، قالین پر بیٹھا تھا۔ وہ بیش قیمت لباس پہنے ہوئے تھا۔ قدموں کی آہٹ سن کر وہ مڑا اور ناقدانہ نگاہوں سے سڈنی کو دیکھا۔ پھر ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جوزف بغیر کچھ کہے کمرے سے چلا گیا۔ ڈنر ٹیبل کے گرد صرف دو کرسیاں پڑی تھیں۔ سڈنی آگے بڑھا۔ وہ شیو بھی نہیں کر سکا تھا اور اس کا سوٹ بوسیدہ تھا۔ وہ اس آراستہ اور پیراستہ کمرے میں خود کو مخمل میں ٹاٹ کا پیوند محسوس کر رہا تھا۔ ''تم ہی مسٹر ہولڈن ہو؟'' اس نے پوچھا۔

باوقار نوجوان نے بے زاری سے سر گھما کر اسے دیکھا۔ ''میرا نام ٹونی ہے۔ اسی لیے میری قمیض پر حرف ''ٹی'' کڑھا ہوا ہے۔''

سڈنی اس مونوگرام کو دیکھ کر مسکرایا۔ ''اوہ تو یہ بات ہے۔ میں سمجھا، شاید لانڈری والوں کا نشان ہے۔'' اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔

''کیا مطلب ہے، تمہارا؟''

''میرا یہ مطلب نہیں تھا کہ تم کپڑے کبھی نہیں دھلواتے۔ بہر حال مجھے سوچنا چاہئے تھا کہ لانڈری والے حروف نہیں، نمبر استعمال کرتے ہیں۔''

ٹونی اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ قد میں سڈنی کے برابر لیکن قدرے بھاری بھرکم تھا۔ اس کا انداز جارحانہ تھا لیکن اسی وقت ملحقہ بیڈ روم کا دروازہ کھلا اور ایک شخص کمرا نشست میں داخل ہوا۔ جوزف اس کے پیچھے تھا۔ ٹونی کے کندھے ڈھیلے پڑ گئے۔ سڈنی بے نیازی سے نو وارد کی طرف مڑا۔ پہلا تاثر حیرت کا تھا۔ اسے توقع تھی کہ اس کا سامنا کسی معمر آدمی سے ہوگا لیکن آرتھر ہولڈن کی عمر تیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ البتہ اس کا سر، بالوں سے تقریباً محروم تھا۔ اس کا مصافحے کے لیے بڑھا ہوا ہاتھ نرم و نازک سا تھا لیکن اس کی آنکھوں سے سختی جھلک رہی تھی۔ اس کے ہونٹ پتلے اور بے رنگ تھے۔ جبڑوں کی بناوٹ بھی سخت گیری کی مظہر تھی۔

''تم اپنی تصویروں کے مقابلے میں دبلے لگ رہے ہو۔'' ہولڈن نے بلا تمہید تبصرہ کیا۔

''ممکن ہے۔'' سڈنی نے خوش دلی سے کہا۔ ''ابھی تک میں نے کھانا نہیں کھایا۔''

''کھانے کی باری بھی آجائے گی۔'' ہولڈن نے کہا اور چاروں طرف گھوم کر سڈنی کو یوں دیکھنے لگا، جیسے کوئی قصاب کسی جانور کو دیکھتا ہے۔ ''تم مجموعی طور پر صحت مند دکھائی دیتے ہو۔ اگرچہ کچھ ڈھیلے پڑ گئے ہو لیکن اب بھی فٹ ہو۔ بس، خطرہ یہ ہے کہ آخر میں شرابی ثابت نہ ہو۔''

اس تبصرے پر سڈنی کو توہین کی بجائے دلچسپی محسوس ہونے لگی۔ ''تمہارے آدمی نے یہ نہیں بتایا تھا کہ کھانے سے پہلے مجھے طبی امتحان پاس کرنا ہوگا۔''

''اچھا...... جوزف نے کیا بتایا تھا، تمہیں؟''

''یہی کہ مجھے کھانے میں کسی مسٹر آرتھر ہولڈن کا ساتھ دینا ہے اور وقت کی اس بربادی کا مجھے معاوضہ بھی ملے گا۔''

''خوب...... میرا خیال ہے، دو سو ڈالر تسلی بخش معاوضہ ہے۔''

سڈنی نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ ''مجھے تو صرف سو ڈالر ملے ہیں۔''

ہولڈن نے سرد نگاہوں سے جوزف کی طرف دیکھا تو اس نے گڑبڑا کر احتجاج کیا۔

''آپ نے مجھے سو ڈالر کا صرف ایک نوٹ دیا تھا، مسٹر ہولڈن۔ شاید آپ کو یاد نہیں رہا۔''

''شاید یہی بات ہے۔'' ہولڈن نے چند ثانیے گھورنے کے بعد کہا۔ سڈنی کا اندازہ تھا کہ ہولڈن نے محض جوزف کو پریشان کرنے کے لیے دو سو ڈالر کہے تھے اور اب وہ جوزف کی بوکھلاہٹ سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ بعض لوگوں کو دولت اور طاقت، اذیت رساں بھی بنا دیتی ہے۔ ہولڈن نے ویٹر کو اشارہ کیا۔ جس نے اس کے لیے کرسی کھینچ دی۔ سڈنی، میز کی دوسری طرف بیٹھ گیا۔ ہولڈن نے اپنے ملازمین کو کھانے کے لیے نہیں پوچھا اور نہ ہی انہیں کمرے سے باہر بھیجا۔ جوزف قالین پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ ٹونی بیزاری سے باہر جھانکنے لگا۔ اس نے ٹی وی بند کر دیا تھا۔

سڈنی کو طویل عرصے سے اتنا شاندار کھانا نصیب نہیں ہوا تھا۔ وہ کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ ہولڈن کو کھانے سے زیادہ، کھانے میں کیڑے نکالنے سے دلچسپی تھی۔ سڈنی کو یقین ہو گیا کہ وہ واقعی اذیت پسند ہے۔ ''مجھے تو کھانا اچھا لگ رہا ہے۔'' اس نے نرمی سے اختلاف کیا۔

''میں جو ادائیگی کرتا ہوں، اس کے پیش نظر صرف کھانا ہی اچھا نہیں ہونا چاہئے بلکہ ان لوگوں کو جھنجوڑنا بھی ضروری ہے۔'' آرتھر نے بڑی بے رحمی سے تبصرہ کیا۔ اسے شاید کوئی جلدی نہیں تھی۔ کھانے کے دوران کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ پھر ویٹر نے میز صاف کر دی۔ ویٹر کے احساس کی جو جراحت ہوئی تھی، ہولڈن نے شاندار ٹپ دے کر اس کی تلافی کر دی پھر میز پر کہنیاں ٹیکتے ہوئے اس نے سڈنی سے پوچھا۔ ''کیا تم کوئی کام کرنا پسند کرو گے؟''

حالات کے پیش نظر انکار ممکن نہیں تھا لیکن سڈنی نے کہا۔ ''میرا خیال ہے نہیں، ویسے سوچنے کا شکریہ۔'' یہ جواب اس نے بڑے خودکار طریقے سے دیا تھا۔ شاید اس لیے کہ وہ ملازمین کے ساتھ اس کا برتاؤ دیکھ چکا تھا۔ وہ جوزف یا ٹونی نہیں بننا چاہتا تھا۔

ہولڈن اس کے جواب سے مایوس نہیں ہوا۔ ''کوئی وجہ؟'' اس نے پوچھا۔

''آج کل میں اپنے کئی منصوبوں میں الجھا ہوا ہوں۔''

ہولڈن نے جوزف کو اشارہ کیا، جس نے پھرتی سے اپنی گود میں رکھا ہوا فولڈر کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ وہ سڈنی کے بارے میں، جون سے اب تک کی مفصل رپورٹ تھی۔

سڈنی کا کوئی اقدام ایسا نہیں تھا، جو اس میں موجود نہ ہو۔ وہ کہاں، کتنے عرصے ٹھہرا تھا۔ ملازمت کے حصول میں ناکامی ...... قلاش ہو جانا وغیرہ۔ سڈنی حیرت سے سب کچھ سنتا رہا۔

''اس تصویر میں کوئی کمی تو نہیں۔'' جوزف کے خاموش ہوتے ہی ہولڈن نے پوچھا۔ سڈنی نے نفی میں سر ہلا دیا۔ ''گویا تم قلاش ہو چکے ہو۔ پھر میرے لیے کام کرنے سے انکار کی کیا وجہ ہے؟''

''پہلے کام کے متعلق بتاؤ۔ کسی کو قتل کرنا ہے؟'' سڈنی نے دوٹوک لہجے میں پوچھا۔

''مطلوبہ شخص مر چکا ہے اور تمہیں اس کی لاش واپس لانی ہے۔''

''بس؟'' سڈنی نے چونکے بغیر پوچھا۔

ہولڈن نے چڑچڑے پن سے ہاتھ لہرائے۔ ''تم کسی ڈرامائی کام کی توقع کر رہے ہو تو غلطی پر ہو۔ میں تم سے بینک لوٹنے کو کہوں گا اور نہ ہی کسی کو قتل کروانا چاہوں گا۔ میری پیش کش، قانونی اور اخلاقی، دونوں اعتبار سے درست ہے۔ البتہ اس میں خطرہ ضرور ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں اپنا قیمتی وقت تم جیسے لفنگے پر ضائع نہ کرتا۔''

''گویا ہم دونوں ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں۔ اب کام کے متعلق بتاؤ۔'' سڈنی نے پرسکون لہجے میں کہا۔

''تم نے بہت زیادہ کوہ پیمائی کی ہے نا۔'' ہولڈن نے پوچھا۔

''ہاں، میں نے متعدد چوٹیاں سر کی ہیں لیکن کافی عرصے سے مہم جوئی میں حصہ نہیں لیا۔''

''کوئی خاص وجہ؟''

''شاید میں اکتا گیا تھا۔'' سڈنی نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔ ''کچھ عرصے بعد سب پہاڑ ایک جیسے ہی لگنے لگتے ہیں۔''

''پڑھ کر سناؤ۔'' آرتھر نے جوزف کو حکم دیا۔

جوزف نے فولڈر سے ایک کاغذ برآمد کیا۔ ''یہ خط بین الاقوامی سوسائٹی برائے کوہ پیمائی کی طرف سے مسٹر آرتھر ہولڈن کے نام ہے۔ لکھا ہے آپ کے 28 اگست کے خط

کے جواب میں آگاہ کیا جاتا ہے کہ تین سال پہلے، نیپال میں سالٹس مہم کے دوران پیش آنے والے بعض واقعات کی بنا پر کوہ پیما سڈنی کی رکنیت منسوخ کر دی گئی تھی۔ اس وقت سڈنی کو سپر اے کلاس کوہ پیما کا اعزاز حاصل تھا لیکن......"

"بس کافی ہے۔" سڈنی نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ آگے کیا لکھا ہوا ہوگا۔" اسے حیرت ہوئی کہ یہ معاملہ اس کے لیے اب بھی اذیت کا باعث تھا۔

سالٹس مہم کا انتظام امریکی اخبارات کے ایک گروپ نے کیا تھا اور انہیں مشہور تصوراتی مخلوق، برفانی انسان کی موجودگی کے سلسلے میں ثبوت حاصل کرنا تھا۔ افواہیں کہتی تھیں کہ یہ کراہت انگیز نیم جانور، نیم انسان، ہمالیہ کے بالائی حصے میں دیکھا گیا ہے لیکن اس موضوع پر کوہ پیما برادری میں اختلاف رائے تھا۔ سڈنی ان لوگوں میں شامل تھا۔ جنہیں برفانی انسان کے وجود پر یقین نہیں تھا لیکن اسے کوہ پیمائی سے عشق تھا اور پھر تنخواہ معقول مل رہی تھی۔ لہٰذا وہ چیلنج کرتی ہوئی نیپالی چوٹیوں سے دور نہ رہ سکا اور مہم میں شامل ہو گیا۔ اخبارات برفانی انسان کی کئی کہانیاں چھاپ چکے تھے اور اب ان کی تصدیق کے لیے بے تاب تھے۔ انہوں نے دھمکی دی کہ اگر جلد ہی کوئی ثبوت فراہم نہ کیا گیا تو وہ مالی معاونت سے ہاتھ کھینچ لیں گے۔ سالٹس ...... جو کوہ پیما سے زیادہ پروموٹر تھا، ان کی خواہش پوری کرنے پر تُل گیا۔

"ثبوت تو ہمیں مل ہی جائے گا سڈنی، بس وقت کی بات ہے۔" اس نے دلیل دی تھی۔

بالآخر سڈنی نے اس کا منصوبہ قبول کر لیا اور سالٹس، ڈیلون اور کربی کے ساتھ اس نے بھی حلف نامے پر دستخط ثبت کر دیئے۔ دوسروں کے پاس اس فریب میں شامل ہونے کی وجوہ رہی ہوں گی لیکن ڈیلون کو سچ جھوٹ کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔

کربی نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔ "کیا شاندار مذاق ہے؟ میں تصور میں یونیورسٹی کے اساتذہ کو پہاڑی بکری کی کھال کی تصاویر لہرا کر کہتے ہوئے سن سکتا ہوں۔ لڑکو...... یہ ہے، اس نفرت انگیز مخلوق کی کھال۔ واہ بھئی واہ......"

لیکن یہ منصوبہ دھرا کا دھرا رہ گیا کیونکہ جب موسم سرما نے انہیں پسپا ہونے

پر مجبور کیا، تب تک ماہرین بشریات اس فریب کا پردہ چاک کر چکے تھے۔ ان کے مؤکل اخبارات، رقیبوں کی طعنہ زنی پر برہم ہو کر عدالت میں برفانی انسان کا وجود ثابت کرنے پر تُل گئے تھے۔ سڈنی کو اچانک ہی بے پناہ شہرت مل گئی لیکن وہ ایسی داغدار شہرت تھی جس کا وہ خواہش مند نہیں تھا۔ تاہم وہ اپنے سوا کس کو الزام دیتا۔ وہ خود اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتا تھا...... عدالت میں چیخ کر یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اسے پھنسایا گیا ہے۔ دوسرے جو برابر کے بلکہ کچھ زیادہ ہی مجرم تھے، کسی نہ کسی طرح بچ نکلے۔ سالٹس نے اخبار والوں سے عدالت کے باہر مصالحت کر لی اور کسی نئی مہم پر روانہ ہو گیا۔ کربی بے حد دولت مند تھا۔ لہٰذا اسے کسی بات کی پرواہ نہیں تھی۔ ڈیلون کلکتے میں پیچش کا شکار ہو کر چل بسا۔ صرف سڈنی رہ گیا اور وہی پھنس گیا۔ وہ اپنا سب کچھ گنوا بیٹھا اور اس کی شہرت گہنا گئی۔ کون، سڈنی؟ اچھا کوہ پیما ہے لیکن ناقابل اعتبار آدمی ہے۔ اس کے بارے میں اس قسم کے جملے کہے جانے لگے۔ اسے کوہ پیمائی کے سوا کوئی کام نہیں آتا تھا اور یہ کام ملنا اب ناممکن ہو چکا تھا۔ کوہ پیمائی کوئی منفعت بخش کام تو نہیں لیکن بہرحال گزارا ہو جاتا تھا۔

"تین سال۔" ہولڈن نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "تم کس طرح گزارا کرتے رہے ہو سڈنی؟"

سڈنی سوچ رہا تھا کہ ہولڈن تجاہلِ عارفانہ سے کام لے رہا ہے۔ وہ بڑی مکاری سے مسکرایا۔ "اوروں کی روٹیاں توڑتا رہا ہوں"

"اور میں تمہیں ایک ایسا موقع فراہم کر رہا ہوں۔ جس میں تمہارے شوق کی تسکین کا سامان موجود ہے۔ برفانی خنجر کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟"

"برفانی خنجر؟ یہ چوٹی تو سوئٹزرلینڈ میں ہے۔" سڈنی کچھ مایوس ہو گیا۔ ہولڈن کی تمہید کے بعد اس نے بہت بلند توقعات وابستہ کر لی تھیں۔ کیونکہ برفانی خنجر کوئی اہم اور دشوار چوٹی نہیں تھی۔ اس کا شمالی رخ، ہی دشوار ترین سمجھا جاتا تھا۔ ادھر سے بھی کم از کم بارہ مرتبہ چوٹی سر کی جا چکی تھی۔ "تم چاہتے ہو کہ میں برفانی خنجر سر کروں، لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کام کے لیے تم، مجھے کوئی بڑی رقم کیوں ادا کرو گے۔"

"میں سمجھتا ہوں۔ تم نے کبھی ڈگلس ہولڈن کا نام سنا ہے؟"

"ہاں ...... میں اسے کس طرح بھول سکتا ہوں۔" سڈنی نے کہا اور یہ حقیقت بھی تھی۔ ڈگلس، کوہ پیمائی کی دنیا کا بہت بڑا نام تھا...... مہارت اور اعصاب کی مضبوطی، دونوں اعتبار سے بڑا نام! ایک زمانے میں جب سڈنی گمنام کوہ پیما تھا، اسے ایک مہم میں ڈگلس کی رفاقت کا اعزاز حاصل ہوا تھا۔ وہ ڈگلس کی رسّی میں اس کا شریک تھا۔ یہ آج بھی اس کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا۔ وہ اس نام کو بھلا کیسے بھول سکتا تھا۔ اچانک ہی اسے ناموں کی مماثلت کا خیال آیا۔ اس نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے شخص کو بغور دیکھا۔ "کہیں تم......"

"ہاں...... میں ڈگلس ہولڈن کا بیٹا ہوں۔"

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔" سڈنی بڑبڑایا۔ سرخ بالوں کے سوا باپ، بیٹے میں کوئی قدر مشترک نہیں تھی۔ ڈگلس کی ساکھ، اس کی شخصیت، ان پہاڑوں سے بھی زیادہ بلند تھی، جنہیں اس نے تسخیر کیا تھا۔ "تمہارے والد سے ملے مدتیں ہوگئیں...... کیسے ہیں، وہ؟"

"گزشتہ ستمبر میں، شمالی رخ سے برفانی خنجر پر چڑھتے ہوئے وہ ہلاک ہو گئے تھے۔"

سڈنی کو یہ خبر سن کر صدمہ ہوا۔ "مجھے افسوس ہے مجھے علم نہیں تھا۔ دراصل میں دنیا سے کٹ کر رہ گیا ہوں۔ مجھے واقعی دکھ ہوا۔ وہ ایک عظیم انسان تھے۔"

"وہ احمق تھے۔" آرتھر نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "انہیں وہی موت ملی، جس کے وہ مستحق تھے۔"

سڈنی کا جی چاہا کہ گھونسہ مار کر اس کا منہ توڑ دے۔

"بیٹا اپنے باپ کے متعلق ایسی باتیں کرتا ہوا اچھا نہیں لگتا۔" اس نے ضبط کرتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

"وہ ایک خودغرض اور انا پرست آدمی تھا، جس نے زندگی کوہ پیمائی میں گزار دی جبکہ اس کی ذمہ داریاں اس کے کاروبار اور گھر والوں کی دیکھ بھال دوسروں نے کی۔"

"میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ تم انہیں سمجھ ہی نہیں سکے۔"

"یہ بھی انہی کا قصور ہے۔ وہ ایک ٹرسٹ فنڈ کو اپنا، مناسب ترین نعم البدل سمجھتے تھے۔" آرتھر نے ایک گہرا سانس لیا۔ "لیکن برہم ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم حقائق پر

گفتگو کر رہے تھے۔ میرے باپ نے بڑے پھوہڑ پن سے زندگی گزاری ...... بلکہ وہ تو مرے بھی پھوہڑ پن سے ہیں۔"

"کیا تم انہی کی لاش کا تذکرہ کر رہے تھے؟" سڈنی چونک کر بولا۔ "اگر وہ، ایک سال پہلے برفانی خنجر سے گرے تھے اور لاش اب تک نہیں لائی جا سکی تو یقیناً وہ کسی برفانی تودے کی دراڑ میں پھنس گئے ہوں گے۔ اپنی رقم محفوظ رکھو۔ جب تک وہ برفانی تودہ خود ہی لاش کو آزاد نہیں کر دیتا، لاش تمہیں نہیں مل سکتی۔"

"نتائج اخذ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لو۔ اگر ایسا ہوتا تو میں دس ہزار ڈالر کیوں ضائع کرتا۔ ان کی رسّی چٹان میں اٹک گئی تھی۔" آرتھر کی نظریں چھت پر جم گئیں، جیسے وہاں وہ منظر اجاگر ہو رہا ہو۔ "وہ وہیں لٹکے ہوئے ہیں ...... نائیلون کی ایک رسّی کے ذریعے......"

"میرے خدا! اتنے طویل عرصے سے؟"

"ہاں ...... قصاب کی دکان پر لٹکے ہوئے جانور کی طرح ...... اور اس حالت میں وہ سیاحوں کے لیے پُرکشش ہو گئے ہیں۔ روشنی میں وہ منظر واضح دکھائی دیتا ہے۔" آرتھر کا لہجہ تلخ ہو گیا۔

"رسّی کاٹ کر انہیں گرانے کی کوشش نہیں کی گئی؟" سڈنی نے پوچھا۔

"بارہا...... لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ اب تو کام کی نوعیت تمہاری سمجھ میں آ گئی نا؟"

"اتنے سارے لوگوں کی ناکامی کے بعد تم نے کیسے سمجھ لیا کہ میں کامیاب رہوں گا؟"

"اس کام کے لیے مہارت اور دس ہزار ڈالر کے لیے جان کی بازی لگانے والے آدمی کی ضرورت ہے اور تم اس معیار پر پورا اترتے ہو۔"

سڈنی مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ "تم نے اس سلسلے میں بہت زحمت اٹھا کر میرے بارے میں معلومات جمع کی ہیں۔ ایسے میں بھلا میں کیسے انکار کر سکتا ہوں۔"

"کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم میرے لیے حرفِ آخر نہیں ہو۔"

"ٹھیک ہے لیکن تمہیں لاش کی فکر اس لیے تو ہرگز نہیں ہو سکتی کہ باپ کی محبت مجبور

کر رہی ہے۔ جہاں تک ان کا تعلق ہے تو وہ ہر تکلیف اور ہر احساس سے بے نیاز ہو چکے
ہیں۔ کیوں نہ لاش کی بازیابی کا مسئلہ قدرت کے سپرد کر دیں۔ ممکن ہے، رسّی کل ہی ٹوٹ
جائے۔''

''ہاں اور یہ بھی ممکن ہے کہ برسوں نہ ٹوٹے میں اسے برداشت نہیں کر سکتا کہ مرنے
کے بعد میرا باپ سیاحوں کے لیے ایک قابلِ دید منظر بن کر رہ جائے اور وہ دس سینٹ
دے کر دور بین سے اس کا نظارہ کریں۔'' آرتھر آگے کو جھک آیا۔ اچانک ہی اس کے
چہرے پر وحشت برسنے لگی۔ ''اس کے علاوہ بھی ایک بات ہے۔ جب تک ان کی لاش نہیں
ملتی۔ میں یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ انہیں قتل کیا گیا ہے۔''

پہلی مرتبہ سڈنی کو احساس ہوا کہ کہیں اس کا میزبان دیوانہ تو نہیں۔ اس نے سوالیہ
نظروں سے جوزف اور ٹونی کی طرف دیکھا کہ کیا یہ ان کے باس کا کوئی عملی مذاق ہے لیکن
ان دونوں کے چہروں پر سنجیدگی برقرار رہی۔ سڈنی پھر آرتھر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ''میرا
خیال ہے، بات وضاحت طلب ہے۔''

''تم میرے والد کے متعلق کیا جانتے ہو؟''

''وہ میرا آئیڈیل تھے۔''

''تم جانتے ہو کہ وہ بے حد دولت مند آدمی تھے ...... ایک بہت بڑے صنعت کار
تھے۔ اس میں ان کا کوئی کمال نہیں کیونکہ ڈیڈی کو سب کچھ میرے دادا کے بعد ورثے میں
ملا تھا۔''

''پھر وہی سب کچھ تمہیں ورثے میں مل گیا۔'' سڈنی کا لہجہ سخت تھا۔

''لیکن میں ان کی طرح ذمہ داری سے بھاگتا نہیں ہوں۔ تمہاری بات سے مجھے
توہین کا احساس نہیں ہوا، کیونکہ اس کی وجہ میرے باپ سے تمہارا قلبی تعلق ہے۔ یہ اچھی
بات ہے کیونکہ حقائق معلوم ہونے پر تم ان کی موت کا انتقام لینا چاہو گے۔''

''انتقام کیسا...... پہلے تو یہ پتہ چلے کہ قتل کا کوئی امکان بھی ہے یا نہیں۔''

''تم جانتے ہو کہ انہیں کوہ پیمائی کا جنون تھا۔ عموماً پچاس کی عمر کو پہنچتے پہنچتے آدمی کا
لاابالی پن رخصت ہو جاتا ہے لیکن ان کا لاابالی پن آخر تک برقرار رہا۔ ڈھائی سال پہلے،

پچپن برس کی عمر میں وہ سوئٹزر لینڈ جا پہنچے تاکہ رہی سہی چوٹیاں بھی تسخیر کر لیں لیکن گزشتہ
سال ستمبر میں، برفانی خنجر کے شمالی رخ سے چڑھتے ہوئے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ان کی
بیوی بھی ساتھ تھی، وہ بچ گئی۔''

''تمہاری ماں؟''

''سوتیلی ماں۔'' آرتھر کا لہجہ تلخ ہو گیا۔ ''میری ماں تو میرے لڑکپن ہی میں مر گئی
تھی۔ ڈیڈی نے ایک چھوٹے سے قصبے، زوبروالڈ میں رہائش اختیار کر لی تھی، جہاں مرنے
سے ایک سال پہلے انہوں نے ایک ایسی سوئس لڑکی سے شادی کی جو ان سے تیس سال
چھوٹی تھی۔ یہ سب کچھ اچانک ہی ہوا۔ مجھے ان کو سمجھانے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ انہوں
نے مجھے ایک احمقانہ خط لکھا کہ وہ اس لڑکی کی رفاقت میں خود کو نوجوان محسوس کرنے لگے
ہیں۔ انہیں یہ بھی خیال نہ آیا کہ لڑکی نے محض ان کی دولت سے شادی کی ہے۔''

''ممکن ہے، وہ ان سے محبت کرتی ہو۔''

''محبت؟'' آرتھر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''جب پچیس سال کی کوئی غریب لڑکی، کسی
پچپن سالا دولت مند آدمی سے شادی کرتی ہے تو وجہ محبت ہرگز نہیں ہوتی۔''

''ڈگلس ہولڈن ایک پُرکشش آدمی تھے۔''

''ان کا بینک بیلنس زیادہ پُرکشش تھا۔ ناپسندیدگی کے باوجود میں نے ان کی
شادی ذہنی طور پر قبول کر لی اسی لیے میں نے ابتداء میں ان کی موت کو حادثاتی تسلیم کر لیا
تھا۔''

''پھر تمہارا خیال کیوں بدل گیا؟''

''خط دکھاؤ۔'' آرتھر نے جوزف سے کہا۔ جوزف نے فولڈر سے ایک خط نکال کر
اسے دے دیا۔

خط کی تحریر مردانہ تھی اور اس پر گزشتہ سال ستمبر کی تاریخ تھی۔ خط بے حد مختصر تھا۔

''ڈیئر آرتھر افسوس ہے کہ بہت عرصے سے تمہیں خط نہیں لکھ سکا۔ اب بھی یہ سوچ کر لکھ
رہا ہوں کہ ممکن ہے، مجھے کچھ ہو جائے۔ یہاں معاملات خاصے پیچیدہ ہیں۔ میں چاہتا
ہوں کہ معاملہ ادھر یا اُدھر ہو جائے۔ میں وضاحت تو نہیں کر سکتا لیکن امید ہے کہ تم سب

کچھ سمجھ جاؤ گے۔ میں اکثر تمہارے بارے میں سوچا کرتا ہوں۔ محبتوں کے ساتھ...... تمہارا ڈیڈی۔'' سڈنی نے خط پڑھ کر واپس کر دیا۔

''یہ خط انہوں نے اپنی موت سے ایک روز پہلے لکھا تھا۔ اور دو دن بعد مجھے موصول ہوا۔ خط پڑھتے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ ان کی موت کسی قدرتی حادثے کا نتیجہ نہیں تھی۔''

''تم نے یہ خط پولیس کو دکھایا؟''

''ارادہ تو یہی تھا لیکن زوبروالڈ پہنچ کر پتہ چلا کہ حالات کی حقیقی نوعیت کچھ اور ہی ہے لہٰذا میں نے ارادہ تبدیل کر دیا۔ وہاں مجھے راستے میں، ہر قدم پر ایک دیوار ملی۔ پولیس کا کہنا تھا کہ لاش موسمی حالات سازگار ہونے پر ہی حاصل کی جا سکتی ہے لیکن موسمی حالات سازگار ہونے میں ایک سال گزر گیا اور کچھ بھی نہیں ہوا۔ طرح طرح کے جواز پیش کئے جاتے رہے۔ نتیجتاً میرے باپ کی لاش آج بھی وہیں لٹکی ہوئی ہے کیونکہ قصبے کے باشندے یہی چاہتے ہیں۔''

''تم نے اس سلسلے میں اپنی سوتیلی ماں سے بھی بات کی؟''

''میرے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی وہ کسی کام سے کہیں جا چکی تھی۔'' آرتھر کے لہجے میں نفرت تھی۔ ''لوگوں کا کہنا تھا کہ وہ شدید صدمے کی کیفیت سے دوچار تھی۔ بعد میں اس نے میرے نام تعزیتی خط لکھا۔ میں نے جواب میں لکھا کہ اگر اسے واقعی اپنے شوہر کی موت کا غم ہے تو اسے لاش حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس خط کا مجھے کوئی جواب نہیں ملا۔ مجھے جواب ملنے کی توقع بھی نہیں تھی۔ اس وقت تک میں اس کے بارے میں خاصی معلومات حاصل کر چکا تھا۔'' جوزف نے فولڈر سے ایک اور کاغذ نکالا لیکن آرتھر نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔ ''میں خود ہی بتا دوں گا۔'' اس نے جوزف سے کہا اور سڈنی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''تحقیقات کروانے پر پتہ چلا کہ شادی سے پہلے میری سوتیلی ماں اپنے ایک ہم عمر سوئس نوجوان سے منسوب تھی۔ شادی کے بعد بھی وہ ملتے رہے بہرحال اگست میں یا تو وہ خود گھر چھوڑ گئی یا ڈیڈی نے اسے نکال دیا۔ کچھ دنوں بعد وہ واپس آ گئی اور پھر ایک ہفتے بعد ڈیڈی کو وہ جان لیوا حادثہ پیش آ گیا، جسے میں حادثہ تسلیم نہیں کر سکتا۔ برفانی خنجر کو

سر کرنے کی مہم میں وہ بھی ڈیڈی کے ساتھ تھی۔ ممکن ہے تمہیں اتفاقات پر یقین ہو لیکن میں اسے اتفاقی حادثہ نہیں مان سکتا۔''

''تم نے قصبے میں دوربینوں کا تذکرہ بھی کیا تھا۔ کسی نے وہ منظر بھی دیکھا تھا؟''

''چڑھائی کے دوران تو بیشتر اوقات وہ نظر آتے رہے پھر اچانک ہی طوفان آ گیا۔ برفانی خنجر پر ایسے طوفان معمولات میں شامل ہیں۔ وہ ایک چھجے پر رک گئے تاکہ طوفان گزرنے کے بعد دوبارہ چڑھنا شروع کریں۔ آخری مرتبہ انہیں چائے پیتے ہوئے دیکھا گیا۔ اس کے بعد کا منظر یہ تھا کہ ڈیڈی جھول رہے تھے اور وہ پہاڑ پر تنہا تھی۔''

''سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیوں؟''

''دولت...... اسے کافی ترکہ ملا۔ شاید اسے خدشہ تھا کہ ڈیڈی اسے طلاق دینے والے ہیں۔ تم نے خط پڑھا ہے۔ وہ اسی امکان کی طرف اشارہ کرتا ہے۔''

''اور قصبے کے لوگ اسے تحفظ کیوں دے رہے ہیں؟''

''کیونکہ سوئس نظام معاشرت، کنبوں اور برادریوں پر مشتمل ہے۔ وہاں ہر شخص، ایک دوسرے کا رشتہ دار ہے۔ اس کے علاوہ ممکن ہے انہیں اس کا معاوضہ بھی مل رہا ہو۔'' آرتھر نے میز پر گھونسہ مارتے ہوئے کہا۔ ''حالانکہ ڈیڈی کی زندگی میں بھی انہیں بہت کچھ ملا تھا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو زوبروالڈ اجڑ رہا تھا۔ ڈیڈی نے اسے نئی زندگی دی۔ اسکائی لفٹ لگوائیں تاکہ سیزن میں وہ دوسرے مقامات کا مقابلہ کر سکے، چھوٹا سا ہسپتال بنوایا اور بھی بہت کچھ کیا لیکن اس کے باوجود لوگ قاتل کی طرف انگلی نہیں اٹھا سکتے۔''

سڈنی نے نفی میں سر ہلایا۔ ''میں زور بروالڈ سے ناواقف سہی لیکن لوگوں کو جانتا ہوں کیا تم یہ بات ثابت کر سکتے ہو؟''

''اے...... تم مسٹر ہولڈن کو جھوٹا کہہ رہے ہو۔'' ٹونی غرایا۔

''نہیں...... میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ غلط فہمی بھی پیش نظر رکھی جائے۔''

''صرف اتنا بتاؤ کہ کام تمہیں منظور ہے یا نہیں۔'' ٹونی کا لہجہ بے حد خراب تھا۔

''اس کا منہ تم بند کرواؤ گے یا مجھے زحمت کرنا ہو گی؟'' سڈنی نے آرتھر سے پوچھا۔

ایک ثانیے کے لیے آرتھر کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک لہرائی۔ ''دراصل ٹونی جیسا

وفادار آدمی بازار میں کم ہی ملتا ہے۔'' اس نے کہا۔

''میں پوچھتا ہوں تم نے قصبے کے لوگوں کو کیوں نہیں خریدا کہ وہ تمہارے باپ کی لاش اتار لائیں؟''

''میں نے ان لوگوں سے ہر اس بنیاد پر اپیل کی، جو کسی انسان کو متاثر کرسکتی ہے۔'' آرتھر نے جواب دیا۔ ''لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہاں کے گائیڈ جانے پر آمادہ نہیں اور نہ ہی کسی باہر کے آدمی کو یہ کام کرنے دیتے ہیں۔''

''وہ کس طرح؟ وہ پہاڑوں کے مالک تو نہیں ہیں۔''

''مزدوروں کا عدم تعاون دیکھا ہے کبھی؟ عجیب عجیب باتیں ہوتی ہیں، ایسے موقعوں پر...... کبھی کوئی بیمار پڑ جاتا ہے...... کسی کو کوئی حادثہ پیش آجاتا ہے...... ایسی باتیں ہوتی ہیں، جنہیں چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ وہاں بھی یہی کچھ ہوا۔ باہر کا جو بھی آدمی ڈیڈی کی لاش حاصل کرنے گیا، اسے عجیب رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس طرح، مقامی لوگوں کی مخالفت نے اس کام کو ناممکن بنادیا۔''

''یہی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔'' سڈنی نے اعتراض اٹھایا۔ ''فرض کرو کہ میں لاش لے آتا ہوں تب بھی یہ کیسے ثابت ہوگا کہ انہیں قتل کیا گیا ہے۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ اس دھکے کی نشاندہی نہیں کرسکتی، جس کے ذریعے انہیں گرایا گیا ہوگا۔''

''تم ڈیڈی کو جانتے ہو۔ چھ فٹ دو انچ قد اور دو سو پونڈ سے زائد وزن...... اس کے علاوہ کوہ پیمائی میں ان کی مہارت! تمہارے خیال میں کوئی انہیں پیچھے سے دھکا دے سکتا تھا'' آرتھر نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ ''انہیں زہر دیا گیا تھا، سڈنی......''

سڈنی خاموش ہوکر کچھ دیر ان معلومات کو ذہن میں مجتمع کرتا رہا۔ پہاڑ پر وہ دونوں تنہا تھے۔ ہاں، یہ ممکن تھا۔ پہلی بار وہ آرتھر کی بات پر یقین کرنے پر مجبور ہوگیا۔

''یہ راز قصبے کے لوگ بھی جانتے ہیں۔'' آرتھر نے مزید کہا۔ ''یہی وجہ ہے، وہ نہیں چاہتے کہ ڈیڈی کی لاش واپس لائی جاسکے۔ وہ رسّی ٹوٹنے کے منتظر ہیں۔ رسّی ٹوٹنے کے بعد لاش کسی گلیشیئر میں یا کسی گہرے غار میں گر کر ہمیشہ کے لیے غائب بھی ہوسکتی ہے۔''

''ضروری نہیں۔ گلیشیئر میں دفن ہونے والی ہر چیز بالآخر آزاد بھی ہوتی ہے۔''

''ہاں...... لیکن کب؟ بیس سال بعد...... تیس سال بعد...... کیا میں اتنا انتظار کرسکتا ہوں؟'' آرتھر کا لہجہ تلخ تھا۔

بات سمجھ میں آنے والی تھی۔ مسئلہ محض انتقام کا نہیں تھا۔ آرتھر کو اپنے باپ کی جائیداد، اس کی قاتلہ سے محفوظ رکھنا تھی۔ ''تمہاری سوتیلی ماں کو ترکے میں کیا ملا؟'' اس نے پوچھا۔

''ہر چیز کا نصف!'' آرتھر نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ''ذرا سوچو تو...... وہ ہماری کمپنی کی اتنی ہی مالک ہے، جتنا میں ہوں۔ مجھے ہر حال میں یہ ثابت کرنا ہے کہ اس نے ڈیڈی کو قتل کیا تھا۔''

''حالانکہ آسان حل یہ بھی ہے کہ اس سے شادی کرلو۔''

جوزف نے سانس تک روک لیا۔ آرتھر سے اس طرح بات کرنا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا، لیکن وہ اس وقت پہلے والا آرتھر نہیں لگ رہا تھا۔ ''بے شک، یہ ایک اچھا حل ہے۔'' آرتھر نے جواب دیا۔ ''لیکن میں ایسا نہیں کروں گا میں اسے سزا دینا چاہتا ہوں، خود کو نہیں...... اور پھر وہ اب کسی سے شادی کیوں کرنے لگی۔ اس نے شادی کی تو وصیت کے مطابق ہر چیز سے محروم ہوجائے گی۔''

''یہ بات سابق منگیتر کے لیے تو صدمے کا باعث ہوگی۔''

''جہنم میں جائے منگیتر، تم اس کام کے لیے تیار ہو؟'' آرتھر نے زہریلے لہجے میں پوچھا۔

''میں اس سلسلے میں سوچنا چاہوں گا۔''

''ستمبر کا مہینہ آدھا گزر چکا ہے، پندرہ دن بعد برفانی خنجر پر پہلی برف باری ہوگی۔ اس کے بعد یہ کام ممکن نہیں رہے گا۔''

''ٹھیک ہے...... لیکن ہمیں رقم کے موضوع پر تفصیلی گفتگو کا موقع نہیں ملا۔''

''میں پیش کش کرچکا ہوں۔ ڈیڈی کی لاش لادو اور دس ہزار ڈالر لے لو۔''

''میں بیس ہزار لوں گا اور نصف پیشگی۔'' سڈنی نے کہا۔ ''اس طرح ہم دونوں برابر کا خطرہ مول لیں گے۔''

پہلی مرتبہ آرتھر ہولڈن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آئی۔ ''بھوکے مر رہے ہو لیکن سودے بازی سے باز نہیں آتے۔'' اس کا لہجہ طنزیہ نہیں تھا۔ ''میں سودے بازی پسند نہیں کرتا۔ پندرہ ہزار دے سکتا ہوں...... پانچ ہزار پہلے اور دس ہزار بعد میں......''

سڈنی کچھ دیر سوچتا رہا، پھر بولا۔ ''مجھے منظور ہے۔''

آرتھر اٹھ کھڑا ہوا۔ ''ٹونی تمہارے ساتھ سوئٹزر لینڈ جائے گا تاکہ بوقتِ ضرورت تمہیں مدد دے سکے۔''

''اور یہ بھی دیکھ سکے کہ تمہارے پانچ ہزار ڈالر حرام کھاتے میں تو نہیں جا رہے۔'' سڈنی نے ٹکڑا لگایا۔

''یہ بات بھی ہے لیکن بہت سے معاملات میں تم واقعی اسے مددگار پاؤ گے۔ یہ بہت باصلاحیت ہے اسے کوئی بھی کام سونپ کر دیکھو۔''

ٹونی نے سینہ پھلا لیا۔ سڈنی کو کسی مددگار کی ضرورت تو نہیں تھی لیکن زبردستی کا یہ تحفہ قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ ''ٹھیک ہے۔'' اس نے کاندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔ ''کام کا آغاز، جہاز کے ٹکٹوں کا بندوبست کرنے سے کرو۔''

''کل صبح نو بجے کی پرواز میں تمہاری نشستیں محفوظ ہیں۔'' جوزف جلدی سے بول اٹھا۔ ''برن پہنچ کر تم شام کی ٹرین سے سفر کرو گے۔ اس کے ٹکٹوں کا بندوبست بھی کیا جا چکا ہے۔ انٹرلیکن کے وکٹوریہ ہوٹل میں تمہارے لیے سوئٹ مخصوص ہے مسٹر ہولڈن کا خیال ہے کہ اس کے بعد کے انتظامات تم خود ہی کر لو گے۔''

سڈنی نے حیرت سے آرتھر کی طرف دیکھا۔ ''تم خاصے پُریقین تھے کہ مجھے رضا مند کر لو گے۔''

''میں جو چاہتا ہوں، اسے حاصل کر لینے کا عادی ہوں۔ میرا خیال ہے، یہ بات یاد رکھنا تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔'' آرتھر نے جواب دیا۔

☆=====☆=====☆

اس رات گزشتہ ایک ماہ کے دوران پڑنے والی مسلسل گرمی کا زور ٹوٹ گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صبح ہونے سے پہلے ہی سارا شہر دھند کی لپیٹ میں آ چکا تھا۔ دھند کے باعث

پروازیں بھی متاثر ہوئیں۔ برن جانے والے طیارے کو دس بجے اذنِ پرواز ملا۔ سڈنی خوش تھا کہ کم از کم موسم، آرتھر ہولڈن کو خاطر میں نہیں لا رہا ہے۔ آرتھر اُسے الوداع کہنے ایئرپورٹ نہیں آیا تھا اور یہ اچھا ہی تھا۔ وہ آرتھر سے دور رہنا چاہتا تھا اور یہ بات اس نے جوزف کو بھی بتا دی تھی۔

''ہاں...... مسٹر ہولڈن کی رفاقت خوش گوار نہیں ہوتی۔'' جوزف نے اس سے اتفاق کیا تھا۔

''اس صورت میں تم اس کی ملازمت کیوں کر رہے ہو؟''

''ان کی قوتِ خرید کی وجہ سے۔'' جوزف نے سادگی سے کہا تھا۔ ''تمہاری رضا مندی کی وجہ بھی تو یہی ہے۔''

''ہرگز نہیں۔ میں نے یہ پیشکش اپنی خطر پسندی کی وجہ سے قبول کی ہے۔''

پیشگی رقم کے سلسلے میں سڈنی نے کیش لینے پر اصرار کیا تھا۔ اس لیے طے پایا کہ رقم، ٹونی صبح اپنے ساتھ لے کر آئے گا۔

وہ واپس پہنچا تو لزا سو چکی تھی۔ وہ پورے لباس میں تھی، گویا اس کا انتظار کرتی رہی تھی۔ ننھا ماریو اس کے شانے پر سر رکھ کر سو رہا تھا۔ نیند میں اس کا چہرہ بے حد معصوم لگ رہا تھا۔ سڈنی نے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا۔ وہ لزا کو یہ بتانے کا حوصلہ نہیں کر سکتا تھا کہ اسے چھوڑ کر جا رہا ہے۔ لزا کے آنسو اس کا فیصلہ تبدیل کرا سکتے تھے۔ اس نے سوچا تھا کہ لزا کے لیے ایک رقعہ چھوڑ کر علی الصبح ہی روانہ ہو جائے گا۔ وہ دبے قدموں بیڈ روم میں پہنچا اور ضروری چیزیں بیگ میں رکھنے لگا۔ دفعتاً آہٹ ہوئی۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ لزا سامنے کھڑی نندا سی آنکھوں سے بیگ کو دیکھے جا رہی تھی۔ ''کہیں جا رہے ہو؟'' اس نے پوچھا۔

''ہاں لزا...... مجھے ایک کام مل گیا ہے۔'' سڈنی نے کمزور لہجے میں کہا۔ ''میں سوئٹزر لینڈ جا رہا ہوں۔''

''واپس کب آؤ گے؟''

''کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آنے سے پہلے تمہیں اطلاع دے دوں گا۔''

’’مجھے خوشی ہے سڈنی۔ مردوں کو، ٹوٹے ہوئے پروں والے کسی پرندے جیسی زندگی کبھی راس نہیں آتی۔ اچھا، اب سو جاؤ۔‘‘ اس نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔

لزا کے رویے کا ٹھہراؤ سڈنی کے لیے حیران کن تھا۔ صبح بھی کوئی جذباتی صورتِ حال سامنے نہ آئی۔ لزا اس کے اٹھنے سے پہلے ہی کام پر جا چکی تھی۔ سڈنی تیار ہو کر ٹونی کے انتظار میں، بالکونی میں جا بیٹھا۔ ایک بے نام سی اداسی اس کے وجود میں تیر گئی۔ اسے معلوم تھا کہ وہ اس مقام کو کبھی نہیں بھلا سکے گا۔ ایک لمحے کو یہ خیال بھی آیا کہ اس نے آرتھر کی پیشکش قبول کر کے غلطی کی ہے...... پھر اسے ماریو نظر آیا۔ وہ ماں کے سامنے تو سکول جانے کے لیے نکلا تھا لیکن سکول نہیں گیا تھا اور محلے کے بچوں کے ساتھ مارکیٹ کی طرف دوڑا جا رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی سڈنی کا، اپنے فیصلے پر اعتماد بحال ہو گیا۔ اس نے درست ہی فیصلہ کیا تھا۔

اچانک ہارن سنائی دیا اور ایک ٹیکسی نظر آئی۔ جس میں ٹونی بیٹھا تھا۔ اس نے برے وقتوں کی دوست لزا کے اپارٹمنٹ کے در و دیوار کو محبت آمیز الوداعی نگاہوں سے دیکھا اور عقب میں دروازہ بند کرتے ہوئے زندگی کے نئے دور میں قدم رکھ دیا۔

’’رقم لائے ہو؟‘‘ سڈنی نے ٹیکسی میں بیٹھتے ہی پوچھا۔

ٹونی نے ایک پھولا ہوا لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔ ’’راستے میں گن لینا۔‘‘ اس نے کہا اور ڈرائیور کے کاندھے پر تھپکی دی۔ ’’ایئرپورٹ چلو۔‘‘

سڈنی نے رقم گنی اور اسے دو گڈیوں میں تقسیم کر لیا۔ چھوٹی گڈی اس نے کوٹ کی جیب میں رکھ کر بڑی گڈی دوبارہ لفافے میں رکھ لی۔ ’’پہلے سانتا ماریا چرچ چلو۔‘‘ اس نے ڈرائیور سے کہا۔

چرچ کے سامنے ٹیکسی رکتے ہی سڈنی تیزی سے اتر کر چرچ میں داخل ہو گیا۔ ٹونی ٹیکسی ہی میں بیٹھا رہا۔ سڈنی نے اندر پہنچ کر پادری سے خود کو متعارف کرایا۔ ’’ہاں، میں جانتا ہوں۔ تم امریکن ہو۔‘‘ فادر پاؤلو نے کہا۔ اس کی نگاہوں میں سڈنی کے لیے ناپسندیدگی تھی۔ ’’تم لزا کے دوست ہو۔‘‘

’’جی ہاں...... اور میں لزا اور ماریو کے متعلق بات کرنے آیا ہوں۔‘‘

’’مجھے ان دونوں کی بڑی فکر ہے...... خصوصاً ماریو کی...... آج وہ پھر سکول نہیں آیا۔‘‘

’’میں جانتا ہوں۔‘‘ سڈنی نے کہا۔ ’’لزا نے مجھ سے کسی خصوصی سکول کی بات کی تھی۔‘‘

’’ہاں، اما سینیو سکول...... وہاں لڑکے کی زندگی بن سکتی ہے۔‘‘ فادر نے کہا۔ ’’لیکن مسئلہ رقم کا ہے۔‘‘

’’مسئلہ حل ہو گیا ہے۔‘‘ سڈنی نے لفافہ پادری کی طرف بڑھایا۔ اس میں چار ہزار ڈالر تھے۔ ’’میرا خیال ہے، اس سے ماریو کا مستقبل سنور سکتا ہے۔ اگر کچھ بچ جائے تو لزا کو دے دیجیے گا۔‘‘

پادری حیران نظر آنے لگا۔ ’’تم یہ رقم خود کیوں نہیں دے دیتے؟‘‘

’’میں جا رہا ہوں...... یعنی آپ کا ایک اور مسئلہ حل ہو رہا ہے۔ ویسے، میں نہیں چاہتا لزا کو اس بات کا علم ہو کہ رقم میں نے دی ہے۔ آپ اسے اس سلسلے میں بہلا سکتے ہیں۔‘‘ سڈنی نے کہا، پھر پادری کی نگاہوں میں احتجاج دیکھتے ہوئے اس نے جلدی سے کہا۔ ’’میری مدد کیجیے، فادر۔ آپ جانتے ہیں کہ لزا کتنی خوددار ہے۔ وہ بہت اچھی عورت ہے۔ وہ مجھ سے رقم نہیں لے گی۔‘‘

’’وہ اندازہ لگا لے گی۔‘‘ فادر نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ ’’بہرحال، مسٹر...... میں تمہیں بہت برا آدمی سمجھتا تھا۔‘‘ پادری کے لہجے میں خفت تھی۔ ’’اسی لیے خداوند نے کہا ہے کہ آدمی کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت محتاط رہو۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں لیکن جھوٹ بولنا......‘‘

’’یوں سمجھیں کہ آپ ایک مرتے ہوئے آدمی کی خواہش پوری کر رہے ہیں۔‘‘

’’کیا...... کیا تم مرنے والے ہو، میرے بچے؟‘‘ پادری کی آواز میں لرزش تھی۔

’’دنیا میں کون ایسا ہے فادر، جسے مرنا نہ ہو۔‘‘ سڈنی نے کہا۔

...... اور جب طیارہ، روم کی کہر زدہ فضا سے نکل آیا، اس وقت بھی وہ سوچ رہا تھا کہ کیا اس نے سچ کہا تھا۔ مرنا برحق ہے، لیکن اپنی موت پر کون اتنا پُریقین ہوتا ہے۔ ہر ساعت، انسان کو اس کی موت سے ایک قدم قریب کر دیتی ہے لیکن آدمی اگر یوں قدم قدم

گننے لگے تو جینا دشوار ہو جاتا ہے۔ کون جانے کہ وہ خود بھی اس وقت سات سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اپنی موت کی طرف ہی بڑھ رہا ہو۔

سڈنی کو اندازہ تھا کہ اس کے راستے میں کتنی رکاوٹیں حائل ہیں۔ ٹونی نے اسے کاغذات دیئے تھے، جن میں ان کوششوں کا احوال درج تھا، جو ڈگلس ہولڈن کی لاش حاصل کرنے کے لیے کی گئی تھیں۔ یہ جدوجہد ایسے لوگوں نے کی تھی جو پہاڑوں کے مزاج آشنا تھے...... سڈنی کی طرح پیشہ ور کوہ پیما تھے...... مشکلات اور خطرات کے عادی تھے۔

کاغذات کے ساتھ برفانی خنجر کی تصویریں بھی تھیں۔ ہر رپورٹ کا فیصلہ صرف ایک لفظ تھا...... ناممکن...... اور تصاویر دیکھ کر سڈنی کو بھی اندازہ ہو گیا تھا۔ یہ تصویریں جہاز سے لی گئی تھیں۔ ڈگلس ایک دیو پیکر چٹان سے نیچے جھول رہا تھا۔ چٹان کا چہرہ چکنا اور ہموار تھا اور اس پر قدم جمانے کی گنجائش نہیں تھی۔ چٹان عمودی تھی...... بالکل سیدھی...... اس حصے کو کوہ پیماؤں نے شیطان کے جبڑے کا نام دیا تھا اور وہ تھا بھی ایسا ہی۔ بادی النظر میں وہ کسی عظیم الجثہ جانور کا کھلا ہوا جبڑا ہی معلوم ہوتا تھا۔ ڈگلس اس جبڑے کے درمیان ایک ایسی مچھلی کی طرح لٹکا ہوا تھا جو کسی مگرمچھ کے پیٹ میں اترنے والی ہو۔ جس چھجے سے وہ گرا تھا، وہ اس جبڑے کا بالائی حصہ تھا اور تصویر میں اس کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ تصویر پر ایک نشان سے ظاہر کیا گیا تھا کہ چھجا کہاں رہا ہو گا۔ اس کے ساتھ آرتھر کی تحریر تھی۔ میرے خیال میں چھجا جان بوجھ کر گرایا گیا ہے تاکہ لاش کی بازیابی ممکن نہ رہے، آرتھر کی بات درست تھی یا یہ اس کا وہم تھا، اس سے قطع نظر، لٹکے ہوئے ڈگلس ہولڈن تک پہنچنا نہ اوپر سے ممکن تھا اور نہ ہی نیچے سے......

سڈنی نے تصویر ایک طرف رکھ دی اور کھڑکی سے باہر کا منظر دیکھنے لگا۔ ایلپس کی برفانی چوٹیاں نظر آ رہی تھیں جو شاہانہ انداز میں سر اٹھائے کھڑی تھیں۔ سڈنی نے دبلی پتلی اور بے حد حسین ہوسٹس کو اشارے سے بلایا اور کہا۔ ''میں پہلے کبھی سوئٹزرلینڈ نہیں گیا۔ مجھے یہاں کی پہاڑی چوٹیاں دکھا دو...... خصوصاً برفانی خنجر۔''

ہوسٹس نے جھکتے ہوئے کہا۔ ''ہم وہاں پہنچ ہی رہے ہیں۔ وہ جو بڑی چوٹی ہے نا بائیں جانب سے دوسری، وہی برفانی خنجر ہے......'' اچانک وہ سیدھی ہو گئی اور ٹونی کی

طرف دیکھتے ہوئے سرد لہجے میں بولی۔ ''معاف کیجئے جناب...... شاید میں آپ پر بوجھ بن رہی ہوں۔''

''مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' ٹونی نے مسکراتے ہوئے کہا اور اسے جاتا دیکھ کر منہ چلانے لگا۔ ''میں نے صرف اس کا ہاتھ ہی چھوا تھا کہ بدک گئی۔''

''مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ تم میرے لیے کس قدر مددگار ثابت ہو گے۔'' سڈنی کا لہجہ بے حد تلخ تھا۔

''اوہ، مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم بھی اسے پسند کر رہے ہو۔'' ٹونی نے کہا۔ ''ہنہ...... تو یہ ہے، برفانی خنجر...... زیادہ اونچی تو نہیں ہے۔''

''اتنی بلندی سے تو ایورسٹ کی چوٹی بھی متاثر نہیں کر سکتی۔'' سڈنی نے کہا۔ برفانی خنجر، بلندی کے اعتبار سے سوئس ایلپس کی بلندترین چوٹی نہیں تھی۔ سڈنی اس سے کہیں بلند چوٹیاں سر کر چکا تھا لیکن بلندی ہی تو سب کچھ نہیں ہوتی۔

''میرے خیال میں تو یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔'' ٹونی نے تبصرہ کیا۔ ''ہیلی کاپٹر سے جا کر لاش کو گھسیٹ لیا جائے۔ سمجھے! اس میں جو اخراجات ہوں گے، وہ اس رقم کا نصف بھی نہیں جو تمہیں آرتھر سے ملے گی۔''

''اس ترکیب میں صرف ایک خرابی ہے۔ لاش گیارہ ہزار فٹ کی بلندی پر لٹکی ہوئی ہے۔ ہیلی کاپٹر اتنی بلندی تک نہیں جا سکتا۔''

ٹونی نے کاندھے جھٹک دیئے۔ ''کوئی بات نہیں۔ میں کوئی اور ترکیب سوچ لوں گا۔''

سڈنی دل ہی دل میں ہنس دیا۔ ٹونی اپنے طور پر طے کر چکا تھا کہ وہ اس مہم میں سڈنی کا پارٹنر ہے۔ وہ خود کو ہر فن مولا سمجھتا تھا اور کوئی وقت ہوتا تو سڈنی اس کے اس جذبے سے ضرور لطف لیتا، لیکن اس وقت ایک ایسا کام پیشِ نظر تھا، جس میں نزاکتِ کار اور ہنرمندی درکار تھی۔ اس اعتبار سے ٹونی اس کے لیے ایک بوجھ تھا۔ بلکہ غیر معقول اور غیر ضروری بوجھ...... وہ اس سے پیچھا چھڑانے کی کوئی ترکیب سوچنے لگا۔ اسی وقت ایئر ہوسٹس نے مسافروں کو بتایا کہ وہ منزل پر پہنچنے والے ہیں۔ وہ ٹونی سے حتی الامکان

دور ہی رہی تھی۔ طیارہ جھک رہا تھا۔ سڈنی نے کھڑکی سے سوئس دارالحکومت کی پہلی جھلک دیکھی اور مسحور ہو کر رہ گیا۔

جہاز سے اتر کر انہیں کسٹم کے کاؤنٹر پر زیادہ دیر نہ لگی۔ مسافروں پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ وہ کسی بھی ملک کی کرنسی لا سکتے تھے۔ سیاحت کی ترقی کے لیے یہ ضروری بھی تھا۔ سوئٹزر لینڈ کی معیشت کا دارومدار غیر ملکی سیاحوں ہی پر تھا۔ کسٹم آفیسر، سڈنی کا پاسپورٹ چیک کر رہا تھا کہ اسے ایک خیال سوجھ گیا۔ اس نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔ ''میں ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کو آگاہ کر دوں۔''

آفیسر نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ ''کس سلسلے میں؟''

''اس شخص کو دیکھ رہے ہیں۔ ہاں۔ وہی جس کے بال حجامت کے محتاج ہیں۔ راستے میں، اس سے باتوں کے دوران مجھے اندازہ ہوا کہ وہ یہاں کسی کو قتل کرنے کی نیت سے آیا ہے۔ یہاں قتل خلافِ قانون ہے، نا؟'' سڈنی نے بے حد معصومیت سے پوچھا۔

''جی ہاں۔'' آفیسر نے کہا اور ٹونی کو گھورنے لگا۔ ''آپ کا شکریہ۔ اب ہم اسے دیکھ لیں گے۔''

''لیکن اسے یہ نہ بتایئے کہ اطلاع میں نے دی ہے۔ بہت خطرناک آدمی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ بالآخر مجھے ہی مقتول بننا پڑے۔''

کسٹم سے فارغ ہو کر سڈنی، دور سے تماشا دیکھنے لگا۔ اس آفیسر نے دو اور افسروں کو ساتھ لیا اور ٹونی کو قطار سے باہر آنے کا اشارہ کیا۔ وہ اسے ایک طرف لے گئے۔ احتجاج کے باوجود ٹونی کے سامان کی تلاشی لی گئی وہ لمحہ سڈنی کے لیے بھی باعثِ حیرت تھا۔ جب ایک آفیسر نے ٹونی کی جیب سے پستول برآمد کر لیا۔ ٹونی تیز لہجے میں صفائی پیش کرنے لگا۔ پھر سڈنی کی طرف دیکھ کر چیخ پڑا۔ ''اے ...... یہاں آؤ اور ان بندروں کو سمجھاؤ یہ مجھے قاتل سمجھ رہے ہیں۔''

سڈنی قریب چلا گیا۔ آفیسر نے اس کے سامنے پستول لہرایا۔ ''یہ اس کے پاس سے برآمد ہوا ہے۔''

''تو اس میں کیا خاص بات ہے؟'' ٹونی غرایا۔ ''یہ تو میں ہمیشہ ساتھ رکھتا ہوں۔

اس کا لائسنس ہے میرے پاس۔''

''پولیس اسٹیشن چل کر ثابت کرتے رہنا۔'' آفیسر نے بے پروائی سے کہا۔ ''پلیز ...... مسٹر ٹونی کو لے جاؤ۔'' وہ اپنے ماتحت سے بولا۔

''لیکن میری ٹرین نکل جائے گی۔'' ٹونی نے احتجاج کیا۔ پھر وہ سڈنی کی طرف متوجہ ہوا۔ ''تم خاموش کیوں ہو۔ میرے حق میں گواہی کیوں نہیں دیتے؟'' اس نے کہا۔

''بھائی ...... چند گھنٹے پہلے تو تم سے میرا تعارف ہوا ہے۔'' سڈنی نے معصومیت سے کہا۔ ''میں کیا کہہ سکتا ہوں، تمہارے بارے میں؟''

ٹونی چند لمحے اسے عجیب نظروں سے دیکھتا رہا، پھر دانت بھینچ کر بولا۔ ''میں شرط لگا سکتا ہوں کہ یہ تمہاری ہی شرارت ہے۔''

''بس اب چل دو۔'' ایک افسر نے اسے کھینچتے ہوئے کہا۔ ٹونی نے سڈنی کو خونخوار نگاہوں سے دیکھا اور اس کے ساتھ چل دیا۔ سڈنی کے لیے یہ ایک اچھا شگون تھا۔ اس نے مہم کا آغاز، غیر اہم سہی، لیکن ایک کامیابی سے کیا تھا۔ باہر نکل کر اس نے ٹیکسی روکی۔

ریلوے اسٹیشن پر پتہ چلا کہ انٹرلیکن کے لیے ٹرین کی روانگی میں ابھی دو گھنٹے باقی ہیں۔ سڈنی نے بینک سے اطالوی لیرے، سوئس فرانکس میں تبدیل کرائے۔ اس طرح کرنسی کا بوجھ کچھ کم ہو گیا۔ پھر اس نے آرتھر کے دیئے ہوئے فرسٹ کلاس کے ٹکٹ کو سیکنڈ کلاس کے ٹکٹ سے بدلوایا۔ وہ خود کو زیادہ نمایاں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اس طرح بچنے والی رقم سے اس نے انگریزی اخبار اور امریکی سگریٹ خریدے۔ اس عیاشی کو وہ نہ جانے کب سے ترسا ہوا تھا۔ ٹرین ٹھیک وقت پر روانہ ہوئی۔ اس ڈبے میں ایک خاتون اور آٹھ نو سال کی ایک پیاری سی بچی سفر کر رہی تھی۔ سڈنی ان کے سامنے والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چند لمحے وہ کھڑکی سے باہر اُڑتے ہوئے سرسبز کھیتوں کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اخبار کھول لیا۔ ٹرین کچھ دیر کے لیے ایک چھوٹے سے اسٹیشن پر رکی تو وہ تمباکو نوشی کے ارادے سے باہر نکل آیا۔ ٹرین چلتے ہی وہ واپس آیا تو بچی با آواز بلند اس کا اخبار پڑھ رہی تھی اور خاتون آنکھیں بند کیے سن رہی تھی۔ بچی نے اسے آتے دیکھا تو جلدی سے اخبار ایک طرف رکھ دیا۔ ''کوئی بات نہیں بے بی۔'' سڈنی نے کہا۔ ''پڑھتی رہو۔''

"بہت بہت شکریہ۔" بچی کھل اٹھی۔ "دراصل میں سکول میں انگریزی پڑھتی ہوں ...... اور مجھے پریکٹس کی ضرورت ہے۔" پھر بچی نے پُر امید نظروں سے خاتون کی طرف دیکھا۔ "کیتھ ...... اجازت ہے نا؟" اس نے پوچھا۔

"پہلے ان سے پوچھ لو کہ یہ پڑھ چکے ہیں۔" جواب ملا۔

"میں پڑھ چکا ہوں۔" سڈنی نے بچی کے سوال کرنے سے پہلے جواب دے دیا۔

"اور بے بی، تم بہت اچھی انگریزی بولتی ہو۔"

بچی کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ "اچھا...... لیکن مجھے یقین نہیں آتا۔ کبھی کبھی تو میری ٹیچر مجھ سے مایوس ہو جاتی ہے۔ میں انہیں بتاؤں گی کہ ایک انگریز نے ......"

"میں امریکن ہوں۔" سڈنی نے اسے ٹوک دیا۔

"کیا فرق پڑتا ہے۔ حالانکہ میری ٹیچر کا کہنا ہے کہ امریکن جو زبان بولتے ہیں وہ سرے سے انگریزی ہی نہیں ہوتی؟"

"ایلس۔" خاتون نے اسے ٹوک دیا۔ "یہ بدتمیزی ہے ...... معذرت کرو جلدی سے۔"

"میں معافی چاہتی ہوں۔" ایلس نے فوراً کہا۔

"کوئی بات نہیں۔" سڈنی نے خوش دلی سے کہا، پھر وہ عورت سے مخاطب ہوا۔ جسے بچی نے کیتھ کے نام سے پکارا تھا۔ "ہندوستانی کہاوت ہے کہ بچوں اور اجنبی مسافروں کو عام لوگوں پر یہ فوقیت حاصل ہوتی ہے کہ وہ کسی سے کچھ بھی پوچھ سکتے ہیں۔ اس اعتبار سے ایلس کو دگنا حق حاصل ہے۔"

کیتھ نے سر کو اثباتی جنبش دی اور دوبارہ آنکھیں موند لیں۔ یوں سڈنی کو اس کا جائزہ لینے کا موقع مل گیا۔ وہ طویل القامت اور باوقار تھی ورنہ عام طور پر لمبی عورتیں بدنما لگتی ہیں۔ اس کے بال، ایلس کے بالوں کی طرح شہد رنگ تھے اور جھیل جیسی گہری آنکھیں نیلی تھیں۔ آخری چیز سڈنی نے اس وقت محسوس کی تھی۔ جب وہ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ مجموعی طور پر وہ چہرہ ایک ایسی عورت کا چہرہ تھا، جو سرد نہیں تھی لیکن خود کو سرد ظاہر کرنا چاہتی تھی۔ سڈنی کافی عرصے سے حساس اور جذباتی اطالوی عورتوں کو دیکھتا رہا تھا۔ اس کے

لیے اس عورت کو دیکھنا ایک خوشگوار تبدیلی تھی۔ عورت کی انگلی میں موجود انگوٹھی اس کے شادی شدہ ہونے کی علامت تھی پھر بھی ...... نہ جانے کیوں ...... سڈنی کا جی چاہا کہ وہ اسے اس کے باطن کے حوالے سے جان سکے۔ وہ جو اوپر سے برف اور اندر سے آتش تھی۔ دوسری طرف بچی اس کا جائزہ لے رہی تھی۔

"کیا آپ واقعی ہندوستان جا چکے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

سڈنی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تب تو آپ ہاتھی پر بھی بیٹھے ہوں گے۔"

"میں تو نہیں بیٹھا لیکن میں نے لوگوں کو بیٹھے دیکھا ہے۔"

بچی نے ایک طویل سانس لی اور بولی۔ "کتنا لطف آتا ہو گا۔" چند لمحے وہ اخبار دیکھتی رہی، پھر شرمیلے لہجے میں بولی۔ "مجھے ہندوستان کے متعلق کچھ بتائیں گے؟"

سڈنی، کیتھ کی مداخلت کا منتظر تھا، لیکن وہ آنکھیں موندے خاموش بیٹھی رہی۔

"ضرور بتاؤں گا۔" اس نے کہا۔ "لیکن پہلے ہمیں ایک دوسرے سے متعارف ہو جانا چاہئے۔ میں سڈنی ہوں۔"

"میں ایلس راؤ ہوں۔" بچی نے ہاتھ بڑھایا جسے سڈنی نے تھام لیا۔ "اور یہ میری آنٹی کیتھ ہیں۔"

"اچھا...... اب مجھے اندازہ لگانے دو۔ تم جرمن ہو...... اور چھٹیاں گزارنے کے بعد گھر واپس جا رہی ہو۔"

"جی نہیں۔" ایلس نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔ "ہم سوئس ہیں اور یہ ہمارا گھر ہے۔"

"یہ ٹرین۔" سڈنی نے مزاحیہ لہجے میں کہا۔

بچی کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ "آپ عجیب ہیں بھلا ٹرین پر بھی کوئی رہتا ہے۔ ہم زوبروالڈ میں رہتے ہیں۔"

سڈنی حیران رہ گیا۔ کیا یہ محض ایک اتفاق ہے؟ "کمال ہے۔ میں بھی زوبروالڈ جا رہا ہوں۔" اس نے کہا۔

"تب تو بہت لطف آئے گا۔ آپ ہمارے گھر آئیے گا۔ کیوں کیتھ؟" بچی، خاتون

کی طرف متوجہ ہوگئی۔

کیتھ نے آنکھیں کھول دیں۔ ان میں ہلکی سی برہمی تھی۔ اس نے ترش لہجے میں کہا۔ ''مسٹر سڈنی کا اپنا بھی کچھ پروگرام ہوگا۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ سڈنی کے پروگرام میں شناساؤں سے ملاقات کا کوئی تصور نہیں تھا لیکن اس طرح وہ کیتھ کو تھوڑا سا جھنجھوڑ سکتا تھا۔ ''نہیں کوئی خاص پروگرام نہیں۔'' اس نے کہا۔ ''میں تعطیلات گزارنے نکلا ہوں۔'' اس نے کیتھ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ جزوی طور پر کامیاب ہوا۔ نیلم کے ٹکڑوں جیسی وہ سرد آنکھیں چند لمحے اسے گھورتی رہیں۔ جیسے اس بات کا محرک سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ پھر وہ دھیمے لہجے میں بولی۔ ''خوش قسمتی ہے ہماری، اور ہاں ایلس۔ یہ مسٹر سڈنی کی مہربانی ہے کہ انہوں نے تمہیں اخبار دیا۔ بہت باتیں ہوچکیں۔ اب تم اخبار پڑھو۔''

''لیکن مسٹر سڈنی مجھے ہندوستان کے متعلق بتانے والے تھے۔'' ایلس نے احتجاج کیا۔

''وہ رسماً ایسا کہہ رہے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ باہر کے خوبصورت منظر دیکھنا زیادہ پسند کریں گے۔''

ایلس دانتوں میں ہونٹ دبا کر رہ گئی۔ کیتھ کے قطعی لہجے نے اس سے احتجاج کا حوصلہ بھی چھین لیا تھا۔ وہ بہت مایوس نظر آرہی تھی۔ سڈنی کو اس پر ترس آگیا۔ کیونکہ وہ دو بڑوں کی سرد جنگ میں خواہ مخواہ پس رہی تھی۔ ''میں نے سنجیدگی سے کہا تھا۔ اگر آپ کو اعتراض نہ ہوتو......'' سڈنی نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

کیتھ نے کندھے جھٹک دیئے اور بدستور باہر کے مناظر دیکھتی رہی۔ ''مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ویسے بھی انٹرلیکن آنے والا ہے۔'' لہجہ سرد تھا۔ اس طرح اس نے سڈنی کو بتا دیا کہ وہ بچی سے کتنا ہی بے تکلف ہو جائے۔ اس کے لیے اجنبی ہی رہے گا۔

سڈنی مسکرا دیا۔ ''اس صورت میں، میں ایلس سے ضرور باتیں کروں گا۔ اچھا ایلس، میں تمہیں وہ کہانی سناؤں جو ہندوستانی والدین اپنے بچوں کو سناتے ہیں۔''

''ہاتھیوں کے بارے میں؟''

''نہیں...... چوہے کے بارے میں......''

گاڑی، انٹرلیکن کی طرف بڑھتی رہی۔

گاڑی اسٹیشن پر پہنچ کر رک گئی تو سڈنی نے اپنا بیگ اتارا۔ اس نے کیتھ کو مدد کی پیش کش کی جسے نفی میں سر ہلا کر مسترد کر دیا گیا۔ کیتھ کی بے رخی سڈنی کے لئے چیلنج تھی لیکن زیادہ اصرار مناسب نہیں تھا۔

''ممکن ہے پھر بھی ملاقات ہو...... آخر ہماری منزل تو ایک ہی ہے۔'' اس نے کہا۔

''ممکن ہے۔'' کیتھ نے جواب دیا۔ انداز ایسا تھا جیسے محض تکلفاً اس سے اتفاق کر رہی ہو۔ ''آؤ، ایلس چلو۔''

سڈنی نے بچی کے سر پر تھپکی دی۔ ''ممکن ہے، اگلی بار میں کوئی بہتر کہانی سناؤں۔'' اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

بچی نے اسے بڑی خوبصورت مسکراہٹ سے نوازا اور اپنی آنٹی کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ سڈنی نے خود کو تسلی دی کہ چلو کم از کم بچے تو تم سے متاثر ہو جاتے ہیں۔

وکٹوریہ ہوٹل، شہر کا سب سے خوبصورت اور شاندار ہوٹل تھا۔ سڈنی کا سوئٹ بے حد شاندار تھا۔ طویل عرصے سے اس نے اتنے اچھے بیڈ روم کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ کمرا نشست ایک اضافی سہولت تھی۔ سامان نکالتے ہوئے اسے ایک خط ملا جو کپڑوں کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ تحریر لزا کی تھی۔ اس نے خط کھول لیا۔

''پیارے سڈنی! میں تمہیں الوداع نہیں کہہ سکتی کیونکہ آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکوں گی۔ میں تمہیں اذیت نہیں دے سکتی۔ میں جانتی ہوں کہ یہ جدائی عارضی نہیں۔ تم لوٹ کر نہیں آؤ گے اور شاید ہم دونوں کے لیے یہی بہتر ہے تم ہمیشہ میرے دل میں رہو گے اور مجھے امید ہے کہ ایک دن تمہیں وہ کچھ مل جائے گا، جس کی تمہیں جستجو ہے۔ اس چھوٹے سے تحفے کے لیے ناراض مت ہونا اور میری خوشی کے لیے اسے قبول کر لینا۔ محبتوں کے ساتھ......''

تمہاری لزا۔

خط کے ساتھ اطالوی لیرا کی ایک گڈی تھی ..... جو مالیت میں پچاس ڈالر کے لگ بھگ تھی۔ گویا لزا کی ساری تنخواہ تھی۔ اس نے اپنے لیے کچھ نہیں بچایا تھا۔ سڈنی کا دل بھر آیا۔ لزا اس کے ساتھ بہت مخلص تھی......اس سے بہت محبت کرتی تھی۔

شام کو وہ ہوٹل کے کمرا طعام میں بیٹھا تھا جہاں ویٹروں کی تعداد، گاہکوں سے زیادہ تھی۔ سیاحت کا سیزن ختم ہو چکا تھا۔ اچانک اسے ایک قریبی میز پر کیتھ اور ایلس نظر آ گئیں۔ ایلس اسے دیکھ کر مسکرائی۔ اگر سڈنی اداس نہ ہوتا تو وہ ان دونوں کو ضرور مدعو کر لیتا۔ لزا کے خط کا ایک جملہ اس کے دل میں اتر گیا...... ''مجھے امید ہے کہ ایک دن تمہیں وہ کچھ مل جائے گا، جس کی تمہیں جستجو ہے۔'' وہ جانتا تھا کہ لزا نے یہ امید کام کے سلسلے میں ظاہر نہیں کی بلکہ یہ اس کی اندرونی جستجو کے لیے دعا تھی...... جو اسے کسی کی تلاش میں قریہ قریہ، بدن بدن لیے پھر رہی تھی۔ لزا جانتی تھی کہ وہ اس کے لیے نہیں ہے...... اور اب لزا اس کے لیے ماضی کا ایک حصہ بن چکی تھی۔ مستقبل میں لزا کی جگہ نہ جانے کون اس کے دل میں بسیرا کرنے والی تھی۔

اداسی اپنی جگہ لیکن ماضی بہرحال ایک مردہ چیز تھی۔ چنانچہ اس نے ایلس کی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیا، کیتھ کو سر کے اشارے سے سلام کر کے نظریں جھکا لیں، پھر وہ ان کی طرف دیکھنے سے گریز کرتا رہا۔ کچھ دیر بعد وہ لابی میں نکل گیا۔ جہاں اس کی ملاقات ایک امریکن جوڑے سے ہوئی تھی۔ وہ ان سے باتیں کرنے لگا۔ مرد کا نام ولسن تھا۔ وہ حال ہی میں سکول ٹیچر کی حیثیت سے ریٹائر ہوا تھا۔ دونوں میاں بیوی آخری تفریح کی غرض سے نکلے تھے اور اگلے روز واپس جانے والے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ گزشتہ رات وہ زوبروالڈ میں تھے۔ سڈنی نے ان سے وہاں قیام کے سلسلے میں مشورہ چاہا۔

''ہم وہاں سلور ہارن میں ٹھہرے تھے۔'' مسٹر ولسن نے کہا۔

''وہ وہاں کا سب سے اچھا ہوٹل ہے۔''

سڈنی، مسز ولسن کے لہجے کی ناگواری محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔ ''شاید آپ کو وہ جگہ پسند نہیں آئی۔'' اس نے کہا۔

میاں بیوی نے ایک دوسرے کو دیکھا، پھر ولسن بولا۔ ''نہیں......سلور ہارن میں تو کوئی برائی نہیں۔ آرام دہ ہوٹل تھا لیکن ہمیں وہ قصبہ ہی پسند نہیں آیا۔'' پھر اس نے اپنی بیوی کا ہاتھ تھام لیا۔ ''چلو ڈیئر......کل کا دن سفر میں گزرے گا۔ کچھ آرام کر لو۔ اچھا مسٹر سڈنی آپ کا شکریہ۔''

سڈنی کو مزید سوال کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ وہ دونوں اسے بری طرح الجھا گئے تھے۔ آرتھر کے اصرار کے باوجود اس نے یہ تسلیم نہیں کیا تھا کہ زوبروالڈ کے تمام لوگ اس سازش میں شریک ہیں...... یعنی ڈگلس کی لاش کے سلسلے میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں لیکن اس جوڑے کا رویہ...... ایسا لگتا تھا جیسے غیر متعلق ہونے کے باوجود انہوں نے زوبروالڈ میں گڑبڑ محسوس کر لی تھی۔ وہ سوچتا رہ گیا کہ کاش ان سے مزید گفتگو کا موقع مل جاتا۔ دفعتاً کسی نے نرمی سے اس کا ہاتھ چھو لیا۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ وہ ایلس تھی اور اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ کیتھ البتہ کہیں نظر نہ آئی۔ ''ہیلو ننھی لڑکی۔''

''ہیلو۔'' بچی نے کہا۔ اس کا سانس پھول رہا تھا۔ شاید وہ دوڑتی ہوئی وہاں تک آئی تھی۔ ''میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آئی تھی۔ آپ کی وجہ سے میں شرط جیت گئی۔'' اس نے کہا۔

''کیسی شرط، ایلس؟''

''آج آپ نظر آئے تو کیتھ نے کہا کہ آپ زبردستی ہم سے چپکنے کی کوشش کریں گے۔'' بچی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''میں نے کہا، ایسا نہیں ہوگا۔ یوں میں دس سینٹ کی شرط جیت گئی۔''

سڈنی متعجب رہ گیا۔ عام حالات ہوتے تو بچی یقیناً شرط ہار گئی ہوتی۔ کیتھ نے اسے بڑی کامیابی سے پڑھ لیا تھا۔ اگر لزا کا خط بیگ سے برآمد نہ ہوتا تو سڈنی وہی کرتا، جس کا کیتھ نے دعویٰ کیا تھا۔ ''مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھے سمجھنے میں غلطی نہیں کی۔'' اس نے بچی کی حوصلہ افزائی کی۔

کیتھ ایلس کو لینے آئی تو خجالت سے اس کے رخسار تمتما رہے تھے۔ ''ایلس...... میں نے کہا تھا، دروازے پر انتظار کرنا۔ مسٹر سڈنی، اگر یہ شریر آپ کو تنگ کرتی رہی ہے تو میں

معذرت چاہتی ہوں۔''

''ہرگز نہیں۔ ایلس مجھے بتا رہی تھی کہ آپ اس کی مقروض ہیں...... دس سینٹ کی۔''

''اوہ......'' کیتھ کے رخسار دہک اٹھے۔ ''یوں تو میں آپ کی بھی مقروض ہوں...... معذرت کی۔''

سڈنی کو خیال آیا کہ وہ کیتھ کی اس خفت کو اپنے حق میں استعمال کر سکتا ہے۔ آخر اسے زوبروالڈ کے متعلق معلومات درکار تھیں۔ ''معذرت کی ضرورت نہیں۔'' اس نے نرم لہجے میں کہا۔ ''تلافی عمل سے ہی اچھی لگتی ہے۔ کیوں نہ آپ میرے ساتھ ایک ڈرنک میں شریک ہو جائیں۔''

''لیکن یہ ایلس کے سونے کا وقت ہے۔''

''تو صرف آپ سہی۔'' سڈنی نے جلدی سے کہا۔

کیتھ کچھ ہچکچائی۔ سڈنی نے محسوس کیا کہ وہ بہانہ تلاش کر رہی ہے۔ پھر شاید اسے کوئی معقول بہانہ نہیں مل سکا۔ ''ٹھیک ہے، لیکن آپ کو انتظار کرنا ہو گا۔ میں ایلس کو سلا کر آتی ہوں۔''

''اس کا مطلب ہے، میں شرط ہار جاؤں گی۔'' ایلس نے کہا۔ لہجے میں تشویش تھی۔

''نہیں ڈیئر۔'' کیتھ مسکرائی۔ ''اچھا اب انہیں شب بخیر کہو۔''

''شب بخیر۔'' ایلس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ''کل ملیں گے نا؟''

''تم اس پر بھی شرط لگا سکتی ہو۔'' سڈنی نے اس کے بال تھپ تھپاتے ہوئے کہا۔

وہ چلی گئیں۔ سڈنی وہیں کھڑا رہا۔

''آپ کے خیال میں، میں نے آپ کو بلیک میل کر کے اپنا ساتھ دینے پر تو مجبور نہیں کیا۔'' سڈنی نے کیتھ کے واپس آنے پر اس سے پوچھا۔

''بات تو یہی ہے۔ آپ نے میرے لیے کوئی راستہ نہیں چھوڑا تھا۔''

''تو اب آپ کے لیے راستہ کھلا ہے۔ مجھے زبردستی ناپسند ہے۔''

کیتھ نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''اب تو میں نہیں جاؤں گی...... اور میرا خیال ہے، آپ یہ بات جانتے تھے۔''

''میں اتنا چالاک نہیں ہوں، جتنا آپ سمجھتی ہیں۔''

''آپ نے مجھے تجسس میں مبتلا کر دیا ہے۔ اسی لیے میں نے آپ کی دعوت قبول کی ہے۔''

''آئیے...... لاؤنج میں چلیں۔'' سڈنی نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔

وہ لاؤنج میں جا بیٹھے۔ سڈنی نے کافی کا آرڈر دیا۔ کیتھ عام سی باتیں کرتی رہی۔ پھر اچانک اسے خیال آ گیا۔ ''ارے ہاں۔ یاد آیا میں تو یہاں اپنا تجسس رفع کرنے آئی تھی۔''

''اچھا!'' سڈنی نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ ''میرا نام تو آپ جانتی ہی ہیں۔ میں امریکن ہوں، عمر پینتیس سال ہے۔ چھٹیوں پر ہوں اور سوئٹزر لینڈ پہلی مرتبہ آیا ہوں اور ہاں...... شادی شدہ نہیں ہوں۔''

کیتھ کے ہونٹوں پر ایک دلکش مسکراہٹ نظر آئی۔ ''اس سے تو بہتر تھا کہ میں آپ سے آپ کا پاسپورٹ طلب کر لیتی...... خیر، نام تو میرا بھی آپ جانتے ہی ہیں۔ میں سوئس ہوں، عمر ستائیس سال ہے۔ میں چھٹیوں پر نہیں ہوں۔ اور ہاں...... میں بھی...... شادی شدہ نہیں ہوں۔''

سڈنی کی نگاہ کیتھ کی انگلی پر جا رکی۔ کیتھ نے بھی اسے محسوس کر لیا۔ ''جی ہاں، یہ شادی کی انگوٹھی ہے۔'' اس نے کہا۔ ''لیکن اب اس شادی کا کوئی وجود نہیں، ورنہ میں یہاں موجود نہ ہوتی۔ سوئٹزر لینڈ میں بیویاں صرف گھروں میں پائی جاتی ہیں۔''

سڈنی جانتا تھا۔ سوئس مرد بے حد قدامت پرست ہوتے ہیں۔ وہاں تو عورت کو ووٹ ڈالنے کا حق بھی حاصل نہیں۔ شاید اسی وجہ سے طلاق کا اوسط وہاں پورے یورپ کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔

''آپ پوکر کیوں نہیں کھیلتے۔'' کیتھ نے تجویز پیش کی۔

''نہیں۔ میں باتیں کرنا پسند کروں گا۔''

''حالانکہ آپ چہرے سے تو خطرات مول لینے والے اور پیدائشی جواری لگتے ہیں۔''

''میرے بارے میں بہ کثرت اندازے قائم نہ کریں۔اس کے نتیجے میں آپ پہلے ہی دس سینٹ ہار چکی ہیں۔''

کیتھ کا چہرہ گلابی ہوگیا۔''ایلس آپ کو بہت پسند کرنے لگی ہے۔''

''پردیس میں دوست بڑی نعمت ہوتا ہے۔'' سڈنی مسکرا کر بولا۔

''آپ کے بارے میں میرا پہلا تاثر اچھا نہیں تھا اور میں ابھی تک اس سلسلے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پائی ہوں۔ یہ بات آپ کے لیے توہین آمیز ہے۔لہٰذا اب مجھے جانے کی اجازت دے دیں۔''

''میں سچ کو کبھی توہین آمیز نہیں سمجھتا۔'' یہ کہہ کر سڈنی نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

کیتھ مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔''یا تو آپ بے حد چالاک ہیں ...... یا میں بہت زیادہ بے وقوف ثابت ہو رہی ہوں۔ کاش، مجھے پتہ چل سکتا ہے کہ کون سی بات درست ہے۔''

سڈنی نے ذاتی گفتگو کو وہیں ختم کر دینا مناسب سمجھا۔''مجھے زوبروالڈ کے متعلق بتاؤ۔'' اس نے بے تکلفی سے کہا۔

''کیوں؟'' کیتھ کا لہجہ درشت ہوگیا۔

''میں دو ایک چوٹیاں سر کرنا پسند کروں گا۔ مجھے معلوم ہے کہ سیزن ختم ہو رہا ہے لیکن میرے لیے اس سے پہلے آنا ممکن نہیں تھا۔''

''تو بہتر ہے کہ اسکائنگ کا پروگرام بناؤ۔ زوبروالڈ بہت خوبصورت جگہ ہے۔''

''میرا خیال ہے، تم بھی کوہ پیمائی کر چکی ہو۔''

''قدرتی بات ہے۔ میرے خیال میں تو یہ ہماری تعلیم میں شامل ہے۔ میں نے کئی چوٹیاں سر کی ہیں۔'' اس نے نام بتائے۔

سڈنی سوچنے لگا کہ کیا اس نے دانستہ برفانی خنجر کا نام لینے سے گریز کیا ہے۔''اور برفانی خنجر کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''ہاں ...... وہ بھی۔'' کیتھ نے کاندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔''لیکن وہ چوٹی اتنی بار سر کی جا چکی ہے کہ اب اس میں کوئی کشش نہیں رہی۔''

''سنا ہے، اسے جان لیوا چوٹی کہا جاتا ہے۔''

''ہاں ...... وہ شوقیہ کوہ پیماؤں کے لیے نہیں، ہے۔'' کیتھ نے اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔''کیا تم اسے سر کرنا چاہتے ہو۔''

سڈنی چوکنا ہوگیا۔''نہیں ...... میں اپنی اوقات جانتا ہوں۔'' اس نے مدافعانہ لہجے میں کہا۔ اتنی گفتگو کے بعد بھی ان دونوں کے درمیان فاصلہ کم نہیں ہوا تھا۔ سڈنی تجسس میں مبتلا ہوگیا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ کیتھ کی سرد مہری کا کیا سبب ہے۔ اس نے پہلی پیش قدمی کی۔

کیتھ بری طرح بپھر گئی۔''تم بھی دوسروں سے جیسے ہو۔ عورت تمہارے لیے محض ایک کھلونا ہے۔ تمہیں یہ جرأت کیسے ہوئی۔''

''یہ دیکھنے کے لیے کہ کیا یہ ممکن ہے۔'' سڈنی نے نرم لہجے میں کہا۔''شاید اسی لیے تو انسان دشوار گزار چوٹیوں کو سر کرتا ہے۔''

''انا کی تسکین کے لیے ...... میلوری کا فلسفہ؟''

''میں میلوری کے فلسفے سے کبھی متفق نہیں ہوا۔ میرے ایک دوست نے کوہ پیمائی سے اپنے عشق کی وجہ یہ بتائی تھی کہ چوٹی پر پہنچ کر وہ میلوں دور تک تھوک سکتا ہے۔''

خلافِ توقع کیتھ ہنسنے لگی۔ دیر تک ہنستی رہی، پھر بولی۔''تم بہت عجیب آدمی ہو۔ بہرحال میرا طرزِ عمل بچکانہ تھا۔ مجھے اس سلسلے میں بڑا تلخ تجربہ ہو چکا ہے۔ وہ تجربہ، ایک زخم کی صورت میری روح پر آج تک سجا ہوا ہے۔ میں دوسرا زخم نہیں کھانا چاہتی۔''

وہ ایلپس کی چوٹیوں کی طرح تھی ...... جسے قدم قدم ...... نرمی اور محبت سے ہی مانوس کیا جا سکتا تھا لیکن سڈنی کے پاس اتنا وقت نہیں تھا۔''مجھے کوہ پیمائی کا سامان خریدنا ہے۔اس سلسلے میں کل صبح میری مدد کر سکو گی؟''

''میں کل صبح جانا چاہ رہی تھی۔'' کیتھ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔''خیر ...... شام کو چلی جاؤں گی۔''

سڈنی نے بل ادا کیا اور دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابھی وہ لابی ہی میں تھے کہ کسی نے سڈنی کو پکارا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو سامنے ٹونی کھڑا اسے گھور رہا تھا۔''ہوں ...... حیران ہو، مجھے دیکھ کر۔ مجھ سے ملنے کی امید نہیں تھی نا۔'' اس نے بھاری آواز میں کہا۔ وہ

مدہوش معلوم ہو رہا تھا۔

''میری فکر نہ کرو، اپنی سناؤ جیل سے کب چھوٹے؟'' سڈنی نے پوچھا۔

''وہ مجھے بند نہیں کر سکتے تھے۔ بس میرا پستول رکھ لیا۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے انٹرلیکن میں بہت اہم کام ہے...... اور اب میں وہ اہم کام انجام دینے آ پہنچا ہوں۔''

کیتھ، ٹونی کو الجھن آمیز نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ ''یہ تمہارا کوئی دوست ہے، سڈنی؟'' اس نے پوچھا۔

''دوست ...... ہنہ۔'' ٹونی غرایا۔ ''خاتون، ایسی باتیں نہ کرو کہ میرا جی متلانے لگے۔''

''تم یہیں ٹھہرو۔ میں ابھی آیا۔'' یہ کہہ کر سڈنی ٹونی کو کھینچتے ہوئے ایک طرف لے گیا۔ ''جو جی چاہے کر لینا، لیکن یہ وقت اور جگہ نامناسب ہے۔'' اس نے ٹونی سے کہا۔ ''مجھ سے اس وقت ملنا، جب تمہارا مغز، کھوپڑی میں موجود ہو۔ اس وقت تو وہ جام میں اترا ہوا ہے۔''

''بکواس مت کرو۔ تم نہیں جانتے کہ میرا کیا ارادہ ہے ...... لیکن میں تمہارا ارادہ خوب سمجھتا ہوں۔ تم ڈگلس کی لاش واپس لانا نہیں چاہتے۔ اسی لیے تم نے مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہا تھا۔ تم وہ پانچ ہزار ڈالر ہضم کرنا چاہتے ہو......''

سڈنی نے ٹونی کی کلائی پکڑ کر مروڑی حتیٰ کہ وہ دہرا ہو گیا۔ پھر وہ اسے کھینچتا ہوا ہوٹل سے باہر لے گیا۔ ''کچھ چہل قدمی کر لو تاکہ تمہارے دماغ کی گرمی دور ہو جائے۔'' اس نے ٹونی کو اپنی گرفت سے آزاد کرتے ہوئے کہا۔ ''اور آئندہ کے لیے منہ بند رکھنے کی عادت ڈالو۔ ورنہ ہم دونوں ہی دشواری میں پڑتے رہیں گے۔''

جواب میں ٹونی نے گھونسہ مارا۔ بدمست ہونے کی وجہ سے اس کا نشانہ خطا گیا۔ گھونسہ جبڑے کی بجائے سڈنی کے کندھے پر پڑا۔ سڈنی کا جوابی گھونسہ زوردار تھا۔ ٹونی زمین پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کا تاثر تھا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن ٹانگوں نے اس کا ساتھ نہ دیا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ سڈنی واپس لابی کی طرف چل دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیتھ کے سامنے کیا عذر پیش کرے گا لیکن عذر پیش کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔

کیتھ نے اس کا انتظار نہیں کیا تھا۔ وہ منظر کیتھ کو یہ یقین دلانے کے لیے کافی تھا کہ سڈنی کوئی امریکی گروہ باز ہے۔ اس نے صبح، کیتھ کے کمرے میں پھول بھجوانے کا بندوبست کیا اور پھر آرتھر کو ایک تار بھجوایا جس کا مضمون یہ تھا۔

''آپ سے درخواست ہے کہ ٹونی کو تنبیہہ کر دیں۔ اس مہم کا انچارج میں ہوں۔ اسے میرے احکامات پر عمل کرنا ہوگا۔ دوسری صورت میں ہمارا معاہدہ ختم ہو جائے گا اور میں رقم واپس کر دوں گا۔''

رقم واپس کرنے کی بات محض دھمکی تھی۔ اس کے پاس رقم تھی ہی کہاں! چار ہزار ڈالر تو وہ لزا کے لیے پادری کو دے آیا تھا۔

☆====☆==== ☆

اگلی صبح سڈنی ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے لابی میں پہنچ گیا۔ کیتھ نہیں آئی تھی۔ پندرہ منٹ گزر گئے ...... پھر بیس منٹ ہو گئے لیکن وہ نہ آئی۔ سڈنی کو تشویش نہیں تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سوئس گھڑیاں وقت کی پابند ہوتی ہیں، سوئس عورتیں نہیں...... نو بج گئے تو وہ اٹھ کر ڈیسک کی طرف بڑھا اور کلرک سے کیتھ کے کمرے کا نمبر ملانے کے لیے کہا۔ کلرک حیران نظر آنے لگا۔ ''وہ تو صبح سویرے ہی چلی گئیں جناب۔'' اس نے کہا۔ ''ان کے لیے ٹیکسی میں نے ہی منگوائی تھی۔''

''اس نے میرے لیے کوئی پیغام چھوڑا ہوگا۔ میرا نام سڈنی ہے۔''

''جی نہیں۔ انہوں نے کسی کے لیے پیغام نہیں چھوڑا۔''

سڈنی مایوس ضرور تھا لیکن حیران نہیں تھا وہ کیتھ کا اعتماد نہیں جیت سکا تھا۔ چوٹ کھائی ہوئی عورتیں عموماً ایسا ہی طرزِ عمل اختیار کرتی ہیں۔ بہرحال، ناشتے کی میز پر وہ تنہا نہیں تھا۔ ٹونی کا منہ سوجا ہوا تھا۔ وہ آ کر بیٹھا، سڈنی کو صبح بخیر کہا اور ویٹر سے کافی طلب کی۔

''مجھے امید ہے کہ تم پُرسکون نیند سوئے ہو گے۔'' سڈنی نے کہا۔

''صبح مجھے مسٹر آرتھر کی کال موصول ہوئی۔ شاید تم نے ڈر کے مارے ٹیچر سے میری شکایت کر دی۔ کیوں ننھے بچے؟''

’’گفتگو کیسی رہی؟‘‘

’’بس جھاڑ پڑتی رہی، مسٹر آرتھر کا حکم ہے کہ میں منہ بند رکھوں اور کان کھلے...... وہ بھی تمہارے احکامات کے لیے، اس وقت تو میں مجبور ہوں لیکن یہ بات کبھی نہیں بھول سکتا کہ تم نے مجھے اس وقت مارا، جب میں مدہوش تھا۔‘‘

’’یہ بتاؤ کہ تمہیں کبھی کسی پہاڑ پر چڑھنے کا اتفاق بھی ہوا ہے؟‘‘ سڈنی نے اس کی بکواس نظر انداز کر دی۔

’’ہاں...... درجنوں مرتبہ۔‘‘

مزید سوال و جواب کے بعد یہ حقائق سامنے آئے کہ ٹونی کا تعلق جرسی سے تھا۔ وہاں وہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں پر اکثر چڑھتا رہا تھا اور دشواری کے اعتبار سے اب بھی انہیں ایورسٹ کا درجہ دینے پر مصر تھا۔ سڈنی ایک سرد آہ بھر کر رہ گیا۔ ’’مجھے کوہ پیائی کا ضروری سامان خریدنا ہے۔‘‘ اس نے کہا۔ ’’پھر میں زوبروالڈ جاؤں گا اور جب تک میں تمہیں طلب نہ کروں تم یہیں ٹھہرو گے۔‘‘

’’میں سائے کی طرح تمہارے ساتھ رہوں گا۔ تم باس کے پانچ ہزار ڈالر لے کر فرار نہیں ہو سکتے۔‘‘

’’زوبروالڈ میں تمہاری موجودگی نامناسب ہے۔‘‘ سڈنی نے اسے سمجھایا۔ ’’اس مہم کا آرتھر سے تعلق ظاہر ہو سکتا ہے۔ ویسے میں تمہیں جیل میں بند کرانے کی ایک اور کوشش بھی کر سکتا ہوں لیکن اس سے بہتر ہوگا کہ تمہارے آقا سے فون پر بات کر لوں۔‘‘

’’تم اس طرح مجھے بلیک میل کرو گے؟‘‘ ٹونی غرایا لیکن اس کے انداز میں شکست کا احساس تھا۔

خریداری کے لیے سڈنی نے وہاں کے سب سے اچھے سٹور کا رخ کیا۔ سامان بہت مہنگا تھا لیکن کوہ پیائی میں بہترین سامان ضروری ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں کبھی کفایت نہیں کی جاتی۔ خریداری کے دوران بچائے ہوئے سو ڈالر، پہاڑ پر چڑھتے ہوئے بے وقعت ثابت ہوتے ہیں۔ جوتوں کی اہمیت سب سے زیادہ تھی۔ سڈنی نے ان کے انتخابات میں بڑی احتیاط برتی۔ کپڑوں کے معاملے میں چوک ہو جائے تو آدمی بچ سکتا ہے لیکن کوہ پیائی کے

دوران جوتوں کا دھوکا دے جانا مہلک ہوتا ہے۔ جوتے اتنے کشادہ ہوں کہ آدمی کئی کئی موزے پہننے کے بعد بھی انہیں پہن سکے۔ دکان کا مالک بھی جوتوں کی اہمیت سے واقف تھا۔

’’میں جوتوں پر رگڑائی کروا سکتا ہوں۔‘‘ اس نے پیش کش کی۔

’’مجھے جلدی ہے۔‘‘ سڈنی نے جواب دیا۔ ’’یہ کام میں خود کر لوں گا۔‘‘

’’زوبروالڈ میں ایک آدمی ہے۔‘‘ دکاندار نے کہا۔ ’’وہ جوتوں کو پتھر پر رگڑتے وقت کوئی مخصوص قسم کا تیل بھی استعمال کرتا ہے۔ اس طرح کی ہوئی رگڑائی کے بعد تم جوتے دیکھو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔‘‘

لباس خرید کر سڈنی تیکنیکی سامان کی طرف متوجہ ہوا۔ ان میں رسّی کی اہمیت سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ سڈنی نے رسّی کا انتخاب بھی بڑی دیدہ ریزی سے کیا۔ نائلون کی وہ رسّی دیکھنے میں کمزور لگتی تھی، مگر ایسا نہیں تھا۔ سڈنی نے ڈیڑھ سو فٹ لمبی رسی خرید لی۔ دکان دار اسے متجسس نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ ’’کیا آپ شمالی رخ سے برفانی خنجر سر کریں گے؟ اگر یہ درست ہے تو میں آپ کو دو رسّیاں خریدنے کا مشورہ دوں گا۔ بیشتر کوہ پیما فاضل رسّی چڑھائی پر چھوڑ دیتے ہیں تاکہ پسپا ہونا پڑے تو کام آئے۔ ڈیڑھ سو فٹ والی رسّی اور کسی مقصد کے لیے نہیں لی جاتی۔‘‘

سڈنی کو یاد آ گیا کہ آرتھر کی دی ہوئی رپورٹوں میں بھی اس بات کا تذکرہ تھا۔ اس نے دو فاضل رسّیاں خریدیں...... اور دو چھوٹی بھی خرید لیں۔ پھر اس نے برف کاٹنے والی کلہاڑی، بیلچہ اور واکنگ اسٹک خریدی۔ کیلیں، ہتھوڑا اور واٹر پروف تھیلا خریدنے کے بعد اس کی خریداری مکمل ہو گئی۔

’’کسی ایسے شخص کو سامان فروخت کر کے مجھے ہمیشہ خوشی ہوتی ہے جو سامان کی اہمیت اور افادیت سے واقف ہو۔‘‘ دکان دار بولا۔

’’آپ نے میری بہت مدد کی۔‘‘ سڈنی نے کہا۔ ’’برفانی خنجر کے سلسلے میں کوئی کارآمد بات بتا سکیں گے؟‘‘

’’پچھلے کمرے میں میرا ایک ایسا دوست موجود ہے، جو برفانی خنجر پر اتھارٹی ہے۔‘‘

زوبروالڈ کا سینئر گائیڈ میزل۔ آپ کو جلدی نہ ہو تو اس سے مل سکتے ہیں۔''

سڈنی مسکرانے لگا۔''میں یقیناً ان سے ملوں گا۔'' دکان دار اسے عقبی کمرے میں لے گیا، جہاں ایک شخص سٹول پر پاؤں پھیلائے، بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ آہٹ سن کر وہ اٹھ بیٹھا۔ تعارف کی رسم ادا ہوئی۔ میزل بوڑھا تھا لیکن اس کے جسم سے توانائی پھوٹتی محسوس ہوتی تھی۔ اس کے موسم زدہ چہرے کی جُھریاں گلیشیئر کی یاد دلاتی تھیں اور اس کے بال برف کی طرح سفید تھے۔ آنکھوں میں بلا کی چمک تھی۔ وہ ایک کوہ پیما کی آنکھیں تھیں، جو دور تک دیکھنے کا عادی ہوتا ہے۔ سڈنی نے پہلی ہی نظر میں اس شخص کو پسند کرلیا۔

''تم برفانی خنجر کو سر کرنا چاہتے ہو؟'' میزل نے اکھڑ لہجے میں پوچھا۔

''بالکل۔'' سڈنی نے بھی وہی لہجہ اپنالیا۔''میں اسے سر کروں گا۔''

''شمالی رخ سے، سب سے پہلے میں نے ہی اسے سر کیا تھا۔ میں اسے سات مرتبہ سر کر چکا ہوں۔ میں اس کا بہت احترام کرتا ہوں۔''

''میرے دل میں ہر پہاڑ کا بہت احترام ہے۔'' سڈنی نے جواب دیا۔

''بہت خوب۔ ورنہ ایسے احمق بھی ہیں، جن کے نزدیک تسخیر ہوجانے کے بعد چوٹی قابلِ احترام نہیں رہتی۔ برفانی خنجر کا شمالی رخ بارہا تسخیر ہو چکا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کوئی تر نوالہ ہے۔''

''میں جانتا ہوں کہ وہ دشوار گزار ہے۔''

''برفانی خنجر کی چوٹی اب تک 33 جانوں کی بھینٹ لے چکی ہے اور زخم کھانے والے بے شمار ہیں۔ تم اس کا 34 واں شکار کیوں ہونا چاہتے ہو؟''

''کیا آپ مجھے ڈرانا چاہتے ہیں؟'' سڈنی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں...... اعداد و شمار سے ڈرنے والوں کا برفانی خنجر کے شمالی رخ پر کوئی کام نہیں۔ چوٹی پر پہنچنے کے 21 راستے ہیں۔ وہ سب آسان ہیں پانچ گھنٹے میں آدمی ہیرو بن جاتا ہے۔'' میزل کا لہجہ تلخ ہوگیا۔

سڈنی نے ہمالیہ سمیت اپنی ہر تسخیر کا احوال سنا دیا۔ وہ چوٹیاں اس نے یونہی سر نہیں کر لی تھیں۔ ان کے لیے خون بھی بہانا پڑا تھا۔ کوشش کے باوجود وہ اپنے لہجے کو فخر سے

پاک نہ رکھ سکا۔ اب دونوں آدمی اسے احترام کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔ دکان دار نے اسے سگار پیش کیا۔

''تو تم ایک اعزاز کا اضافہ کرنے آئے ہو۔ فطری بات ہے۔'' میزل بڑبڑایا۔

''جی ہاں...... اور میں اس مہم کی دشواریاں بھی جاننا چاہتا ہوں۔''

میزل معلومات کا خزانہ تھا۔ اسے ہر ناکامی کی وجوہ معلوم تھیں۔ وہ بیس منٹ تک بولتا رہا۔ سڈنی اس کی آواز کے اتار چڑھاؤ میں کھویا رہا کسی کی مرگ آسا ناکامی کا بیان اس کی آواز میں اداسی ابھار دیتا تھا اور کامیابی بیان کرتے ہوئے اس کی آواز ہیجان کے بوجھ سے چیخنے لگتی تھی۔ لیکن وہ بھی ڈگلس ہولڈن کو نظرانداز کر گیا تھا۔

''اور ڈگلس ہولڈن کے متعلق کیا خیال ہے؟'' سڈنی نے پوچھا۔

''ہاں...... وہ نقصان عظیم تھا۔ ایک چھجا غیر متوقع طور پر اس کے پیروں کے نیچے سے سرک گیا تھا۔ یہ المیہ ثابت کرتا ہے کہ انسان کتنا ہی کمال حاصل کر لے...... رہتا انسان ہی ہے...... خطا کا پتلا!''

''اس اجنبی سفر پر مجھے، تمہاری رفاقت کیسے میسر آسکتی ہے؟''

''میری فیس بہت زیادہ ہے۔'' میزل نے رکھائی کا اظہار کیا۔

''فیس جو مانگو گے ملے گی۔ کب چلیں؟''

''جتنی جلدی ہو، بہتر ہے۔ موسم کے تیور بدلنے ہی والے ہیں۔''

طے پایا کہ وہ اگلے روز زوبروالڈ میں ملیں گے۔ سڈنی سامان اٹھا کر دکان سے نکل آیا۔ وہ ہوٹل میں داخل ہوا تو ڈیسک کلرک نے زوردار نعرہ لگایا۔''ہیلو مسٹر سڈنی۔'' سڈنی نے اسے حیرت سے دیکھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ کلرک نے اسے اس طرح پکارا تھا۔ جلد ہی مقصد سمجھ میں آگیا۔ اس کا نام سنتے ہی لابی میں بیٹھا ہوا ایک شخص متوجہ ہوا اور اس کی طرف چلا آیا۔

''مسٹر سڈنی...... میں آپ ہی کا منتظر تھا۔'' اس نے اپنا بیج دکھاتے ہوئے کہا۔

''میں سارجنٹ اوہلان ہوں۔''

سڈنی اسے اوپر اپنے کمرے میں لے آیا اوہلان نے راستے میں اس سے کوئی بات

نہیں کی۔ اس کا انداز اگر غیر دوستانہ نہیں تھا تو دوستانہ بھی نہیں تھا۔ سڈنی نے اپنا سامان ایک طرف رکھا اور سارجنٹ کی طرف متوجہ ہوا۔ ''جی فرمائیے؟''

''اپنا پاسپورٹ دکھائیے پلیز۔'' سارجنٹ نے کہا۔

سڈنی نے پاسپورٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔ سارجنٹ نے پاسپورٹ کا جائزہ لیا اور بولا۔ ''آپ کی زوبرلینڈ میں آمد کی وجہ؟''

''سیاحت......'' سڈنی نے جواب دیا۔ ''خوبصورت نظارے میری کمزوری ہیں۔''

''کوئی مخصوص نظارا، جس میں آپ کو دلچسپی ہو؟''

''کوہ پیمائی کا بھی ارادہ ہے۔'' سڈنی نے جواب دیا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ سارجنٹ اس کی آمد کے اصل مقصد سے واقف ہے۔ ''میں ایک گائیڈ کی خدمات بھی حاصل کر چکا ہوں۔''

''اور آپ کا ہدف یقیناً برفانی خنجر ہے۔''

''جی ہاں میں اسے شمالی راستے سے تسخیر کرنا چاہتا ہوں۔ کیا یہ خلافِ قانون ہے۔''

''ہمیں پتہ چلا ہے کہ اس مہم کا مقصد ڈگلس ہولڈن کی لاش کا حصول ہے اور یہ کام خلافِ قانون ہے۔'' سارجنٹ نے خشک لہجے میں کہا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' سڈنی پلکیں جھپکا کر رہ گیا۔

''گزشتہ مہم میں دو آدمی زخمی ہوئے تھے۔ قصبے کے لوگوں نے درخواست کی تھی ایسی کوششوں کو خلافِ قانون قرار دے دیا جائے۔ لوگوں کے تحفظ کی خاطر حکومت نے یہ مطالبہ مان لیا ہے۔''

''تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ میں ڈگلس ہولڈن کی لاش اتارنے جا رہا ہوں؟''

''ہم اپنے ذرائع معلومات ظاہر نہیں کر سکتے۔''

''میں جاننا چاہوں گا کہ میرے بارے میں افواہیں کون پھیلا رہا ہے۔ پھر اُس قانون سے تمہاری حکومت کو کیا فائدہ ہوگا۔''

''ایک نہ ایک دن رسّی ٹوٹ جائے گی اور لاش خود ہی نیچے آ جائے گی۔ لہٰذا لوگوں کی جان کیوں خطرے میں ڈالی جائے۔ لاش زندہ انسانوں سے زیادہ اہم نہیں ہوتی۔''

''ممکن ہے، اُس کے ورثاء کی نظروں میں اہمیت ہو۔ وہ اس کی تدفین کرنا چاہتے ہوں۔''

''میں جانتا ہوں کہ آرتھر ہولڈن اس سلسلے میں کافی دولت خرچ کر چکا ہے اور کئی مہمات ترتیب دے چکا ہے۔ میں اس کی محبت کا احترام کرتا ہوں لیکن اسے بھی قانون کا احترام کرنا چاہئے۔ یہی بات میں آپ سے بھی کہوں گا۔''

''لیکن میں تو کوہ پیمائی کی غرض سے نکلا ہوں۔''

''بہت بہتر میں نے آپ کا خاصا وقت لیا۔ یاد رکھیے یہاں کے عوام، قانون شکن لوگوں کو خود بھی سزا دیتے رہتے ہیں۔ خدا حافظ، مسٹر سڈنی۔''

سارجنٹ چلا گیا تو سڈنی ٹہل ٹہل کر اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ صورتِ حال خراب تھی۔ اسے نہ صرف ایک خطرناک پہاڑ پر چڑھنا تھا، بلکہ لوگوں کے مخاصمانہ رویئے اور قانون کا بھی سامنا کرنا تھا۔ نہ جانے کیوں سڈنی کو یقین تھا کہ مخبری ٹونی نے کی ہو گی۔

شام تک وہ خود کو نئے سامان سے مانوس کرنے کے سلسلے میں کام کرتا رہا۔ پھر وہ شمالی راستے کی روٹ گائیڈ بک کا مطالعہ کرتا رہا۔ کتاب بہت کارآمد تھی میزل کی رفاقت میں اس کی ضرورت نہیں تھی، لیکن احتیاطاً سڈنی نے مطالعہ ضروری سمجھا۔ کتاب میں ایک ماہر کی رائے بھی تحریر تھی کہ اس راستے سے چوٹی سر کرنے میں حوصلے اور مہارت کی اہمیت دس فیصد ہے، جبکہ بقیہ نوے فیصد کا دارومدار قسمت پر ہے کیونکہ برفانی خنجر پر موسم کا مزاج پل پل تبدیل ہوتا ہے۔

سڈنی کراہ کر رہ گیا۔ ہر چیز اس کے خلاف تھی اول تو کامیابی ہی آسان نہیں تھی۔ اگر وہ کامیاب ہو بھی جاتا تو نیچے قانون اس کا منتظر ہوتا۔

☆====☆====☆

وہ کیسینو کی طرف نکل گیا اور بغیر کسی موڈ کے کھیلنا شروع کر دیا۔ شاید اسی لئے جیتنے بھی لگا۔ وہ مسلسل جیتتا رہا۔ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ کچھ لوگوں نے اس کے لگائے ہوئے نمبروں پر قسمت آزمائی کی تو وہ بھی فائدے میں رہے۔ ان میں ایک لڑکی بھی تھی،

جس نے خاصی رقم کمالی۔ جب سڈنی اٹھا تو وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ انہوں نے کاؤنٹر پر جا کر چپس کیش کرائے۔ ''میرا خیال ہے، آپ کو مجھے بھی حصہ دینا چاہئے۔'' سڈنی نے ہنستے ہوئے کہا۔

''یہ تو زیادتی ہو گی۔'' لڑکی نے اس کی بات کو سنجیدہ سمجھتے ہوئے احتجاج کیا۔ ''زندگی میں پہلی مرتبہ تو جیتی ہوں۔'' وہ لہجے سے امریکن معلوم ہوتی تھی۔

''کمال ہے۔ ٹیکساس والے تو کبھی اس بات کا اعتراف نہیں کرتے۔''

لڑکی حیران رہ گئی۔ ''آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میرا تعلق ٹیکساس سے ہے۔''

''آپ میرے اندازوں کی اب بھی قائل نہیں ہوئیں۔ حالانکہ آپ نے خاصی رقم کمالی ہے۔''

لڑکی مسکرا دی۔ ''میں تو آپ کو نابینا سمجھی تھی۔ آپ نے ایک بار بھی میری طرف نہیں دیکھا تھا۔ کچھ بھی ہو۔ میں اپنی جیت میں آپ کو شریک نہیں کروں گی۔ زیادہ سے زیادہ ایک ڈرنک آفر کر سکتی ہوں۔''

''چلیے ...... یہی سہی۔''

ڈرنک کے دوران پتہ چلا کہ لڑکی کا نام جینی ہے۔ وہ کسی فرم میں ملازم تھی اور پہلی مرتبہ ٹیکساس سے نکلی تھی۔ وہ دو سہیلیوں کے ساتھ سوئٹزر لینڈ کی سیاحت کے لئے آئی تھی۔ وہ جلد ہی بے تکلف ہو گئی۔

''مجھے افسوس ہے کہ میں کل یہاں سے جا رہا ہوں۔ ورنہ تمہارے ساتھ اچھا وقت گزرتا۔'' سڈنی نے کہا۔

''میری قسمت۔'' جینی ایک طویل سانس لے کر بڑبڑائی۔

دیر تک وہ رقص کرتے رہے اور سڈنی، اس تمام عرصے میں، کیتھ کے بارے میں سوچتا رہا۔ جینی کی رفاقت بھی اسے، اپنے خول سے نہ نکال سکی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ کسی حسین لڑکی کو نظر انداز کر رہا تھا۔ اس نے جینی کو اس کے ہوٹل چھوڑا اور اپنے ہوٹل کی طرف چل دیا۔ جینی خاصی مایوس نظر آ رہی تھی۔ تاہم ان کے درمیان دوستی ہو گئی تھی۔

☆====☆====☆

زوبروالڈ بے حد خوبصورت جگہ تھی۔ سڈنی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے ساتھ دو تین مسافر اور بھی اترے تھے۔ سڈنی نے اپنا سوٹ کیس اور بیگ ایک طرف رکھا اور اِدھر اُدھر دیکھا۔ کوئی پورٹر نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک طرف دو نوجوان پاؤں پھیلائے بیٹھے تھے۔ وہ ان کی طرف بڑھ گیا۔ ''مجھے سلور ہارن جانا ہے۔'' اس نے امریکن جوڑے کے بتائے ہوئے ہوٹل کا نام لیا۔ ''سامان اٹھوانے میں میری مدد کر سکتے ہو؟''

دونوں نے اسے متجسس نگاہوں سے دیکھا، لیکن کوئی جواب نہ دیا۔ شاید وہ انگریزی سے نابلد تھے۔ ناچار سڈنی کو اشارے بازی کا سہارا لینا پڑا۔ پھر اس نے جیب سے سوئس فرانک نکال کر لہرائے۔ نوجوان اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے سامان کی طرف لپکے۔ سڈنی برفانی خنجر کے شمالی رخ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کچھ دیر وہ مسحور سا، پہاڑ کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے نوجوانوں کو تلاش کیا، جواب تک اس کا سامان نہیں لائے تھے۔ یہ دیکھ کر اچھل پڑا کہ نوجوان اس کا سامان دوبارہ ٹرین میں رکھ رہے تھے، جو روانہ ہونے ہی والی تھی۔ وہ تیزی سے دوڑا۔ اس نے انہیں ایک طرف دھکیلتے ہوئے سامان ٹرین سے اتارا، جو حرکت میں آ چکی تھی۔

''یہ کیا کر رہے تھے تم لوگ؟'' اس نے غصے سے پوچھا۔

وہ احمقوں کی طرح اسے تکتے رہے۔ پھر ایک نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہا۔

''آپ سلور ہارن سے آئے ہیں۔ ٹرین میں بیٹھنا ہے۔''

''ہرگز نہیں۔ میں ٹرین سے اترا ہوں اور مجھے سلور ہارن جانا ہے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اسے کوہ پیمائی سے روکنے کے لئے اس سے آسان کام کیا ہو سکتا تھا کہ اس کا سامان، جس پر اس کا نام لکھا ہوا تھا، ٹرین کے ذریعے واپس بھیج دیا جاتا۔ اب تک اس کا نام خاصا مشہور ہو چکا تھا۔ سامان ملنا ناممکن ہو جاتا۔

''مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔'' اس نے کہا۔ ''میں خود ہی چلا جاؤں گا۔'' اس نے سامان اٹھایا اور اسٹیشن سے نکل آیا۔ باہر سلور ہارن کی گھوڑا گاڑی کھڑی تھی۔ سڈنی اس میں بیٹھنے والا واحد مسافر تھا۔

وہ سلور ہارن میں داخل ہوا تو خاصا تھکا ہوا تھا۔ وہاں اس کا گرم جوشی سے استقبال

کیا گیا۔ ایک پورٹر مؤدبانہ انداز میں اس کا سامان اٹھا کر اندر لے گیا۔ سڈنی نے کمرا حاصل کیا۔ یہ دیکھ کر اسے خوشی ہوئی کہ اس کے نام نے ڈیسک کلرک پر کوئی خاص تاثر نہیں چھوڑا۔

''میں برفانی خنجر کا منظر دیکھنا پسند کروں گا'' اس نے کلرک سے کہا۔

''بہت بہتر۔ میں آپ کو تیسری منزل پر کمرا دوں گا'' کلرک نے کہا۔ ''سیزن ختم ہو چکا ہے اور ہوٹل خالی پڑا ہے۔ آپ کا قیام کب تک رہے گا؟''

''چند روز...... ممکن ہے، ایک ہفتہ ٹھہر جاؤں'' سڈنی نے کہا اور ایک رات کا کرایہ پیشگی ادا کر دیا۔

سڈنی نے کمرے میں پہنچتے ہی سوٹ کیس سے دور بین نکالی۔ بالکونی میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے آرتھر کی دی ہوئی رپورٹس اور تصاویر اپنی گود میں رکھ لیں۔ اسے ڈگلس کی جھولتی ہوئی لاش دیکھنے میں کوئی دشواری نہ ہوئی لیکن دور بین اتنی طاقتور نہیں تھی کہ جزئیات اجاگر ہو سکتیں۔ اس نے برفانی خنجر کے شمالی رخ کا جائزہ لیا اور فیصلہ کیا کہ اگلے روز جا کر پہاڑ کے دامن کا جائزہ لے گا...... اور وہاں سے اس بلند برفانی دیوار کو بھی دیکھے گا، جس پر اسے چڑھنا تھا۔

کام میں جلدی کرنا ضروری تھا۔ ایک طرف موسم کا خیال تھا، جو کسی بھی وقت تیور بدل سکتا تھا۔ دوسری طرف انسانوں کی طرف سے بھی خدشہ تھا۔

شام کے وقت وہ ہوٹل سے نکل آیا۔ چہل قدمی کا ارادہ تھا تا کہ ہاتھ پاؤں کھل جائیں۔ اس کے علاوہ چند ایک کام بھی تھے۔ اسے موچی کے پاس بھی جانا تھا تا کہ اگلے روز تک جوتے رواں ہو سکیں۔ اس کے علاوہ گائیڈ میزل سے بھی ملنا تھا۔

ایک اسکوائر سے گزرتے ہوئے اسے خیال آیا کہ اسے مقامات کے نام ذہن نشین کر لینے چاہئیں۔ وہ حیران ہوا کیونکہ اس جگہ کا نام ہولڈن پلازا تھا۔ گویا زوبروالڈ والوں نے اپنے محسن کو فراموش نہیں کیا تھا۔ یہ ایک اچھی علامت تھی۔ ورنہ کون کسی جگہ کو کسی غیر ملکی کے نام سے موسوم کرنا پسند کرتا ہے لیکن پھر وہ ہولڈن کے قاتل کو بچانے پر کیوں تلے ہوئے تھے؟

میزل کے گھر کا پتہ آسانی سے مل گیا۔ وہ قصبے سے ہٹ کر ایک کاٹج میں رہتا تھا۔ شاید برفانی خنجر کے قریب رہنا چاہتا تھا۔ کاٹج بہت پرانا لیکن اچھی حالت میں تھا۔ عقبی حصے سے کلہاڑی چلانے کی آواز آ رہی تھی۔ وہ آواز کی طرف بڑھ گیا۔

اس کی توقع کے برعکس اسے ایک عورت نظر آئی۔ وہ سفید بالوں والی عورت تھی۔ اس کے کلہاڑی چلانے کے انداز میں بڑی مشاقی تھی۔ اس کے آگے کٹی ہوئی لکڑیوں کا ڈھیر پڑا تھا۔

''مادام میزل'' سڈنی نے اسے مخاطب کیا۔ ''میرا نام سڈنی ہے اور میں آپ کے شوہر سے ملنا چاہتا ہوں''

عورت برا سا منہ بنا کر بولی۔ ''کسی بار میں دیکھو'' باہر نکل کر سڈنی نے سوچا کتنی عجیب بات ہے۔ برفانی خنجر کو سات مرتبہ تسخیر کرنے والا اپنی بیوی کو ایک بار بھی تسخیر نہیں کر سکا تھا۔ پھر اسے کیتھ کا خیال آ گیا۔ جو دشوار...... ناقابل تسخیر اور سرد ہونے کے باوجود بے حد حسین تھی...... برف کا پھول! دفعتاً کتبوں نے احساس دلایا کہ وہ مقامی قبرستان میں نکل آیا ہے۔ وہ آگے بڑھتا رہا۔ قبرستان کے آخری حصے میں وہ لوگ دفن تھے، جن کا زوبروالڈ سے صرف اتنا تعلق تھا کہ ان کی موت وہاں واقع ہوئی تھی۔ سڈنی کتبوں کو دیکھتا رہا۔ وہاں اطالوی، فرانسیسی، آسٹرین، انگریز اور امریکی بھی دفن تھے۔ بیشتر کتبوں پر ایک تاریخ کندہ تھی لیکن وہاں دو تاریخوں والے کتبے بھی تھے۔ ان پر تاریخ وفات ثبت تھی۔ نیچے وہ تاریخ تھی، جب لاش ملی ہو گی۔ بعض کتبوں پر دونوں تاریخوں کے درمیان 20 سال کا بھی عرصہ تھا۔ کوہ پیماؤں کی موت ایسی ہی ہوتی ہے۔ بعض اوقات آدمی گلیشیئر میں دفن ہو کر رہ جاتا ہے اور اس کی لاش حاصل کرنا انسانی طاقت سے باہر ہوتا ہے۔ ویسے گلیشیئر بہت اچھے امانت دار ہوتے ہیں۔ لاش کو اسی حالت میں واپس کرتے ہیں...... لیکن وہ ایسا کب کریں گے، اس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں ہوتا۔ یہ ان کی مرضی پر منحصر ہے۔ ان کے کھسکنے کی رفتار بہت سست ہوتی ہے۔ یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ کب اور کہاں نمودار ہوں گے۔ ڈگلس ہولڈن کا بھی یہی مقدر تھا۔ جس روز نائلون کی رسی ٹوٹ گئی، وہ کسی برفانی تودے کے شکم میں اتر جائے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اسے اس سے پہلے ہی رہائی

دلانے میں کامیاب ہو جائے۔ اچانک وہ چونک پڑا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

برفانی خنجر پر جھولتی ہوئی لاش حقیقت تھی ...... لیکن ڈگلس ہولڈن کے نام کا وہ کتبہ بھی ایک ٹھوس حقیقت تھا۔ ایک لمحے کے لئے اس نے سوچا کہ وہ کوئی اور ہولڈن ہو گا لیکن تاریخ وفات گزشتہ ستمبر کی تھی۔ گویا وہ ڈگلس ہولڈن ہی کی قبر تھی ...... لاش سے محروم قبر! نیچے لاش ملنے کی تاریخ والی جگہ خالی تھی۔ ممکن ہے، آنے والی نسل کا کوئی فرد اس جگہ کو پُر کرے۔ اس پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی۔ اس نے جیب سے پنسل نکالی اور خالی جگہ کو پُر کر دیا۔ اس نے موجودہ ماہ و سال لکھ دیئے تھے۔

''سن رہے ہو؟'' اس نے سرگوشی کی۔ ''یہ میرا وعدہ ہے۔''

وہ قبرستان سے نکل آیا۔ کون جانے ...... وہ اپنا وعدہ نبھاتا ہے یا اس قبرستان میں ایک اور قبر کا اضافہ ہوتا ہے ...... جس میں لاش بازیاب کی گئی کے سامنے خالی جگہ ہو گی۔ قبرستان میں ابھی خاصی گنجائش تھی۔ وہ سلور ہارن پہنچا تو ایک ذہنی جھٹکا اس کا منتظر تھا۔ اس کا سامان کاؤنٹر کے سامنے قرینے سے رکھا ہوا تھا۔ ''کیا مصیبت ہے۔'' اس نے کلرک سے پوچھا۔

کاؤنٹر کے عقب سے جو شخص نکلا، وہ کلرک نہیں تھا۔ البتہ مشابہت کے اعتبار سے وہ اس کا باپ معلوم ہوتا تھا۔

''کیا اس وقت آپ انچارج ہیں؟'' سڈنی نے پوچھا۔

''میرا نام انٹونی ہے اور میں سلور ہارن کا مالک ہوں۔''

''میرا سامان یہاں کیوں رکھ دیا گیا؟''

''اوہ تو آپ ہی امریکن سیاح مسٹر سڈنی ہیں۔''

''جی ہاں۔'' سڈنی نے اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''جو کمرا آپ کو دیا گیا، وہ خالی نہیں تھا۔ اس میں رنگ و روغن ہونا تھا۔ پینٹر صبح سے کام شروع کرنے والا ہے۔ بدقسمتی سے میرا بیٹا اس سے لاعلم تھا۔''

''ٹھیک ہے۔ میں دوسرا کمرا لے لوں گا۔''

''کوئی کمرا خالی نہیں ہے، جناب۔''

سڈنی نے لابی پر نظر ڈالی جو بالکل سنسان تھی۔

''آپ کا مطلب ہے، یہاں رش ہے جو مجھے نظر نہیں آ رہا ہے؟'' اس نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

''ایک آسٹرین پارٹی کے لئے ہمارے تمام کمرے ریزرو ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ میں کسی اور ہوٹل کا بندوبست کر لوں گا۔''

''دوسرے تمام ہوٹل بند ہو چکے ہیں۔''

''گویا مجھے اس قصبے میں کہیں سر چھپانے کی جگہ نہیں ملے گی۔''

انٹونی مسکرانے لگا۔ ''آپ کو انٹرلیکن واپس جانا ہو گا۔ کاش، آپ نے پہلے سے ریزرویشن کرائی ہوتی۔'' اس نے کہا۔ ''ممکن ہے، دو ہفتے بعد میں آپ کو کمرا فراہم کر سکوں۔''

''دو ہفتے!'' سڈنی بڑبڑایا۔ دو ہفتے بعد تو برفانی خنجر کی تسخیر ناممکن تھی۔ سڈنی کا جی چاہا کہ انٹونی کا گلا گھونٹ دے لیکن وہ جبراً مسکرا کر بولا۔ ''میں آج کا کرایہ دے چکا ہوں اور کمرے میں کام کل صبح سے شروع ہو گا۔ چنانچہ میں یہاں رات تو گزار ہی سکتا ہوں۔'' اس نے سیاست سے کام نکالنا چاہا۔

''میں آپ کو رقم واپس کر رہا ہوں۔''

''میں رقم لینے سے انکار کرتا ہوں۔ آپ مجھے دھکے دیئے بغیر یہاں سے نہیں نکال سکیں گے۔''

''بہت بہتر۔'' انٹونی کا لہجہ سخت ہو گیا۔ ''یہ بات ہے تو آپ رات یہاں گزار سکتے ہیں۔ لیکن کل صبح ......'' اس نے بات ادھوری ہی چھوڑ دی۔

اس مرتبہ سامان اوپر لے جانے کے لئے پورٹر نمودار نہیں ہوا۔ سامان اسے خود ہی لے جانا پڑا۔ وہ سمجھ گیا کہ ریلوے اسٹیشن والا واقعہ بھی اتفاقیہ نہیں تھا۔ وہ نوجوان اس کے دشمن تھے ...... انٹونی بھی دشمن تھا ...... اور خدا جانے، اس قصبے میں اور کتنے دشمنوں سے سابقہ پڑنے والا ہے۔ شاید پورا قصبہ ہی اس کا دشمن تھا۔

☆====☆====☆

شام ڈھلے اسے اپنے جوتوں کا خیال آیا، جو اس نے موچی کو دیئے تھے۔ وہ جوتے واپس لینے کے ارادے سے باہر نکل آیا۔ فضا میں خنکی تھی۔ باہر نکلتے ہی پتہ چلا کہ آسمان پر گہرے بادل چھا گئے ہیں۔ مایوسی کی ایک لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی۔ طوفان کی آمد آمد تھی ...... اور کون جانے، آنے والا طوفان موسم سرما کا نقیب ہو۔ وہ پہلے ہی کم دشواریوں سے دو چار نہیں تھا کہ موسم بھی قبل از وقت کروٹ لینے لگا۔ ہوٹل کے پورچ میں کچھ لوگ دوربین کے گرد جمع تھے۔ ان کے چہروں پر بھی مایوسی تھی۔

موچی کی دکان کھلی ہوئی تھی۔ سڈنی نے کاریگر کو رسید دکھائی۔ وہ رسید لے کر اندر چلا گیا۔ کافی دیر ہو گئی۔ بالآخر دکان کا مالک خود باہر آیا۔ اس کے چہرے پر معذرت کا تاثر تھا۔ سڈنی کا دل نامعلوم اندیشوں سے بھر گیا۔ ''کیا جوتے ابھی تیار نہیں ہوئے؟'' اس نے پوچھا۔

''میرے پوتے کی حماقت سے آپ کا جوتا اوزار میں الجھ گیا تھا'' دکاندار نے کہا۔

''مجھے افسوس ہے آپ کے جوتے ناکارہ ہو گئے۔''

''کیا مطلب ...... بالکل پھٹ گئے؟'' سڈنی کا دل ڈوبنے لگا۔

موچی نے اسے جوتا دکھایا۔ وہ قابل مرمت بھی نہیں رہا تھا۔ وہ اوزار میں الجھ کر پھٹا ہوا جوتا نہیں تھا۔ کسی نے دانستہ اس کے چیتھڑے اڑائے تھے۔ اس پر چاقو آزمایا گیا تھا۔ موچی، سڈنی کو بغور دیکھ رہا تھا۔ ''غلطی ہو ہی جاتی ہے۔'' اس نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔ ''آپ سمجھ رہے ہیں نا؟''

سڈنی سب کچھ سمجھ رہا تھا۔ جوتوں کی بربادی، اس کے راستے میں کھڑی کی جانے والی ایک اور رکاوٹ تھی لیکن وہ اسے ثابت نہیں کر سکتا تھا۔ ''آپ مجھے متبادل جوتے فراہم کر سکیں گے؟'' اس نے پوچھا۔

''اس سائز کے جوتے تو دستیاب نہیں۔ تاہم میں شہر سے نئے جوتے منگوا دوں گا۔''

''کب تک؟'' سڈنی نے پوچھا۔

''سیزن آف ہو چکا ہے اس لئے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔'' سڈنی نے دیکھا کہ موچی

بڑی کوشش سے اپنی مسکراہٹ کا گلا گھونٹ رہا ہے۔ وہ سلگ کر رہ گیا۔

''کوئی بات نہیں۔'' اس نے کہا۔ ''مجھے بھی جلدی نہیں ہے۔ میرے پاس فاضل جوتوں کی جوڑی موجود ہے۔''

موچی کی گھٹی گھٹی مسکراہٹ دم توڑ گئی۔ میرے حصے میں اسی طرح کی فتوحات رہ گئی ہیں۔ سڈنی نے تلخی سے سوچا اور دکان سے نکل آیا۔ اب تو اس پر ہر طرف سے وار ہونے لگے تھے۔ سرد جنگ کا آغاز ہو چکا تھا اور وہ جنگ یکطرفہ تھی۔ وہ تنہا تھا اور مقابلے پر پورا قصبہ تھا۔

اچانک ایلس اس کے سامنے آ گئی۔ سڈنی اس جذباتی کیفیت میں توقع کر رہا تھا کہ بچی چیخ مار کر منہ پھیر لے گی اور بھاگ کھڑی ہو گی۔ ایلس بھاگی تو ضرور ...... لیکن مخالف سمت میں نہیں ...... بلکہ اس کی طرف ...... ''ہیلو'' وہ خوشی سے چیخ پڑی۔ ''آپ نے کہا تھا ...... اور آپ زوبروالڈ آ گئے۔ بات کے پکے ہیں آپ۔''

''اے لڑکی۔'' سڈنی بے ساختہ مسکرا دیا۔ ''تم کہیں کوئی اور شرط تو نہیں جیت گئیں۔''

''یہ بات نہیں۔ بس بڑے لوگ جو کہتے ہیں، وہ کرتے نہیں ہیں۔''

''کیتھ کہاں ہے۔'' سڈنی نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تمہارے ساتھ نہیں ہے کیا؟''

''آج وہ گئی ہوئی ہیں۔ پال کے متعلق ڈاکٹر سے مشورہ کرنا تھا'' ایلس نے پال کے متعلق وضاحت نہیں کی کہ وہ کون ہے۔ ''میں انہیں بتاؤں گی کہ آپ آ گئے ہیں تو وہ بہت خوش ہوں گی۔ اگر وہ آپ کو چائے کی دعوت دیں تو میں بھی آ جاؤں؟ میں کہوں گی کہ آپ نے مجھے مدعو کیا ہے۔''

''بالکل ٹھیک ...... لیکن کیتھ مجھے دعوت نہیں دے گی۔''

''دیں گی۔'' بچی نے پُریقین لہجے میں کہا۔ ''میں جانتی ہوں کہ وہ آپ کو پسند کرتی ہیں۔''

لڑکی کا دعویٰ خواہ بے بنیاد ہو، سڈنی کے لئے بے حد حوصلہ افزا ثابت ہوا۔ کیتھ کی

پسندیدگی اس کے نزدیک بے حد اہم تھی، اگرچہ وہ اس کی وجہ سمجھنے سے قاصر تھا۔ اس نے قریبی دکان سے چاکلیٹ کا پیکٹ خرید کر ایلس کو دیا۔ بچی رخصت ہوگئی تو سڈنی سوچتا رہا کہ قصبے میں کوئی تو ہے، جو اس کا دوست ہے۔ وہ میزل کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔

ہولڈن پلازہ سے کچھ آگے ایک بار تھا۔ اس کے دروازے پر ایک شیلڈ آویزاں تھی جس پر ایک راج ہنس بنا ہوا تھا۔ اندر ایک نظر ڈالتے ہی پتہ چل گیا کہ میزل وہاں موجود نہیں۔ سڈنی کونے والی میز کی طرف بڑھ گیا، جہاں سے وہ دروازے پر نظر رکھ سکتا تھا۔ دھیرے دھیرے بار کی رونق بڑھتی گئی۔ آنے والے صرف مرد تھے، عورتیں، سوئس روایت کے مطابق چراغِ خانہ تھیں۔ یکا یک سرخ بالوں والے ایک نوجوان نے گانا شروع کر دیا۔ وہ قد میں سڈنی کے برابر لیکن جثے میں اس سے بڑھ کر تھا۔ نہ جانے کیوں سڈنی نے پہلی ہی نظر میں اسے ناپسند کیا تھا۔ اس کے ساتھی اسے کرٹ کہہ کر پکار رہے تھے۔ سڈنی نے بارٹینڈر سے میزل کے متعلق پوچھا۔

''وہ ضرور آئے گا'' وہ بولا۔ ''برسوں سے اس نے ایک دن کا بھی ناغہ نہیں کیا۔''

پھر اس نے سڈنی کو متجسس نگاہوں سے دیکھا۔ ''تم یہاں اجنبی ہو۔ انگریز ہو یا امریکن؟''

''امریکن۔'' سڈنی نے اسے اپنا نام بتاتے ہوئے کہا۔ اس کے نام سے بارٹینڈر کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

''میرا نام ڈونر ہے۔'' بارٹینڈر نے کہا۔ ''تم میزل کے دوست ہو؟''

''ہاں ...... مجھے اس کے ساتھ ایک مہم پر جانا ہے۔''

''برفانی خنجر ...... شمالی راستہ۔'' ڈونر نے کہا۔ پھر سڈنی کو حیرت زدہ دیکھ کر بولا۔

''نہیں ...... میں نجومی نہیں لیکن بڈھا میزل صرف اسی ایک چوٹی کا عاشق ہے۔ وہ اس چوٹی کا ماہر ہے۔ اس کی رفاقت میں تو تم کسی بھینس کو بھی برفانی خنجر کی چوٹی پر لے جا سکتے ہو لیکن تمہارا انداز بتاتا ہے تم بھی ایک اچھے کوہ پیما ہو۔''

بات ہمالیہ تک جا نکلی اور ڈونر کی نگاہوں میں سڈنی کے لئے احترام پیدا ہو گیا۔ اس نے ایک دیوار گیر شیلف کی طرف اشارہ کیا، جس میں مختلف شکلوں اور سائز کی پیالیاں رکھی تھیں، جن کے دستے دھاتی تھے۔ وہ محض آرائشی معلوم ہو رہی تھیں۔ ''ان میں سے ہر

ایک کسی عظیم کوہ پیما نے استعمال کی تھی۔'' ڈونر نے بتایا۔ ''یہ روایت سو سال سے پہلے میرے دادا نے قائم کی تھی۔ مسٹر سڈنی، یہاں آپ کو عظیم کوہ پیماؤں کے ساتھ بیٹھنے کا شرف حاصل ہوگا۔'' اس نے درجنوں نام گنوا ڈالے۔

''وہ سب تو ہیرو ہیں۔'' سڈنی نے کہا۔

''تم بھی ہیرو ہو۔'' ڈونر نے کہا اور چاقو نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ ''اس پر اپنا نام لکھ دو۔'' اس نے سامنے رکھی ہوئی پیالی کی طرف اشارہ کیا۔

سڈنی نے پیالی کی چمکیلی سطح پر چاقو کی مدد سے اپنے دستخط کندہ کر دیئے۔ پھر اس نے نظر اٹھائی۔ وہ بہت سے متجسس چہروں کے درمیان گھِر گیا تھا۔ ڈونر سے اس کی مسلسل گفتگو نے وہاں موجود ہر شخص کو متوجہ کر لیا تھا۔ اچانک سرخ بالوں والا کرٹ دوسروں کو دھکیلتا ہوا آگے آیا۔

''کیا ہو رہا ہے یہاں؟'' اس نے با آواز بلند پوچھا۔ شاید اسے نمایاں رہنے کا خبط تھا۔ پھر اسے ڈونر کے ہاتھ میں پیالی نظر آئی۔ ''اوہ ...... کوئی اور تاج پوشی ہو رہی ہے؟ دکھاؤ مجھے۔''

ڈونر نے ہچکچاتے ہوئے پیالی اسے تھما دی۔ وہ خوفزدہ معلوم ہو رہا تھا۔ کرٹ نے چند لمحے پیالی کو گھما کر دیکھا پھر باآواز بلند پڑھا۔ ''سڈنی......'' اس کا انداز ایسا تھا جیسے تھوک رہا ہو۔ پھر اس نے توہین آمیز انداز میں سڈنی کو سر سے پیر تک دیکھا۔ ''یہ تمہارا نام ہے؟'' اس نے سڈنی سے پوچھا۔

''ہاں۔'' سڈنی نے آنکھیں سکیڑ کر جواب دیا۔ ''تم نے پہلے کبھی سنا ہے، یہ نام؟''

''میں تو بڑے بڑے نام سننے کا عادی ہوں۔ تم نے میرا نام سنا ہوگا ...... کرٹ ...... اسکائنگ انسٹرکٹر۔''

''ہاں ...... کہیں لکھا ہوا دیکھا تو ہے۔'' سڈنی نے کہا۔

''تم کوہ پیما ہو اور زوبروالڈ اسی سلسلے میں آئے ہو؟''

''یہی بات ہے۔''

''سنا ...... اسے یقین نہیں ہے۔'' کرٹ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ وہ سب بڑی

تابعداری سے ہنس پڑے۔ ''یہی مصیبت ہوتی ہے آنکھوں میں ستارے اور خواب رکھنے والوں کے ساتھ...... ہر وقت بادلوں میں پرواز کرتے رہتے ہیں۔''

سڈنی کو احساس ہو گیا کہ وجہ کچھ بھی ہو، کرٹ دانستہ اس کی توہین کر رہا ہے۔ حالانکہ سوئس لوگ سیاحوں کے ساتھ کبھی ایسا سلوک نہیں کرتے۔ سیاح ان کے نزدیک بے حد محترم ہوتے ہیں، کیا کرٹ اسے جانتا ہے اور اس کی آمد کی وجہ سے آگاہ ہے؟ سڈنی سوچتا رہا پھر اس نے لبوں پر مسکراہٹ سجا لی...... لیکن کرٹ کو ابھی اطمینان نہیں ہوا تھا۔

''آخر یہ کوہ پیما ایک چوٹی سر کر کے خود کو ہم سے برتر کیوں سمجھنے لگتے ہیں۔'' اس نے کہا ''حالانکہ ہم محنت مشقت سے روزی کماتے ہیں۔ پہاڑوں پر تو بکریاں بھی چڑھ جاتی ہیں۔ البتہ اسکائنگ مردوں کا کام ہے۔''

سڈنی مسکرا دیا۔ ''میں نے اس سلسلے میں کبھی غور نہیں کیا۔''

کرٹ لاجواب ہو گیا۔ ''تمہیں سوچنا چاہئے۔'' اس نے کہا اور ہاتھوں میں پکڑی ہوئی پیالی دانستہ گرا دی۔ ''افسوس، یہ تو ٹوٹ گئی۔'' اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

وہ سڈنی کے حملہ آور ہونے کی توقع کر رہا تھا۔ دوسروں کو بھی یہی توقع تھی۔ اسی لئے وہ پیچھے ہٹ گئے تھے، لیکن سڈنی نے انہیں مایوس کیا۔

''کوئی بات نہیں۔'' اس نے بے پروائی سے کہا۔

کرٹ چند لمحے سے دیکھتا رہا۔ پھر قہقہہ لگاتے ہوئے پلٹا۔ ''میں پیاسا ہوں۔ کوئی مجھے پلائے گا؟'' اس نے پوچھا۔ کئی افراد نے پیش کش کی ...... پھر وہ سب بار کی طرف بڑھ گئے۔

''میں معذرت چاہتا ہوں مسٹر سڈنی۔'' ڈونر نے دھیمے لہجے میں کہا۔ ''عام طور پر یہاں ایسا نہیں ہوتا۔ کرٹ اچھا آدمی ہے پہلے کبھی اس نے ایسی حرکت نہیں کی نہ جانے کیا بات ہے۔ خیر، میں ایک اور پیالی لاتا ہوں۔''

''دو لانا ...... اور دونوں میں کافی بھی ہو۔'' سڈنی نے فرمائش کی۔ اس نے میزل کو داخل ہوتے دیکھ لیا تھا۔

میزل نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ وہ لوگوں کو ہیلو کہتا ہوا آتش دان کی طرف بڑھ گیا۔

وہ میز شاید اس کے لئے مخصوص تھی۔ اس نے بیٹھ کر پاؤں پھیلائے اور جیب سے پائپ نکال کر بھرنے لگا۔ سڈنی نے ڈونر سے، راستے ہی میں دونوں پیالیاں لیں اور میزل کی طرف بڑھ گیا۔ پیالیاں میز پر رکھ کے سڈنی سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا اور بولا۔ ''میں تو سمجھا تھا کہ تم نہیں آؤ گے؟''

''کیا آپ مجھ سے مخاطب ہیں؟'' میزل کا لہجہ اجنبی تھا۔

''جی ہاں ...... ابھی ہمیں تفصیلات طے کرنا ہیں ......۔'' اس نے میزل کی نگاہوں میں پھر اجنبیت دیکھی۔ ''آپ کو یاد ہے، ہم انٹرلیکن میں ملے تھے ...... لینگر کی دکان میں ...... اور یہ طے پایا تھا کہ ہم شمالی راستے سے برفانی خنجر کو سر کریں گے۔''

''آپ کو غلط فہمی ہوئی۔'' میزل نے سرد لہجے میں کہا۔ ''مجھ جیسے بڈھے کا برفانی خنجر پر کیا کام۔''

''کل مجھ سے معاہدہ کرتے وقت تو آپ اتنے بڈھے نہیں تھے۔''

''پتہ نہیں، تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے تو پہلے کبھی تمہاری صورت بھی نہیں دیکھی۔'' میزل نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

سڈنی نے بہت خراب دن گزارا تھا۔ یہ صورت حال اسے نڈھال کر گئی۔ ضبط جواب دے گیا۔ اس نے میز پر گھونسہ مارا اور چیخ کر بولا۔ ''تم جھوٹے ہو۔ تم مجھے بھول نہیں سکتے۔ میں تمہیں منہ مانگی فیس ادا کر رہا تھا۔ تمہیں ڈرایا گیا ہے...... خرید لیا ہے، تمہیں ...... آخر تم کس سے خوفزدہ ہو؟'' بار میں خاموشی چھا گئی۔ سڈنی کی آواز پورے بار میں گونجنے لگی۔ ''بولو...... جواب دو یا تم اتنے بزدل ہو کہ بات بھی نہیں کر سکتے۔''

میزل کی جھکی ہوئی نظریں میز پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ برہم نہیں ہوا تھا۔ ''شاید میں بزدل ہوں۔'' اس نے دھیرے سے کہا۔ ''لیکن میں بڑھاپے سے خوفزدہ ہوں، انسانوں سے نہیں۔''

''تم میرا ساتھ کیوں نہیں دیتے؟''

''میں وہ چوٹی کئی بار سر کر چکا ہوں۔ اب میرے، آتش دان کے قریب بیٹھ کر یادیں کریدنے کے دن ہیں۔ پلیز ...... مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔''

اس کے لہجے کی التجا نے سڈنی کو بالکل متاثر نہیں کیا۔ اس کا غصہ اب دیوانگی کی سرحدوں کو چھو رہا تھا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ''ٹھیک ہے۔ ان دنوں کو یاد کرتے رہو، جب زوبروالڈ میں جھوٹوں اور بزدلوں کی جگہ دیانت دار اور دلیر لوگ ہوا کرتے تھے۔'' وہ چنگھاڑا...... اور پھر وہ بار سے نکل آیا۔ سرد ہوا بھی اس کے غصے کو دھیما نہ کر سکی۔ میزل کی بد عہدی نے اسے بہت تکلیف پہنچائی تھی۔ زوبروالڈ کی دی ہوئی اذیتیں کم نہیں تھیں۔ اسٹیشن والا معاملہ...... انٹونی کا جبر...... کرٹ کی بدتمیزی...... ان تمام باتوں کی کوئی اہمیت نہیں تھی لیکن میزل کوہ پیا تھا۔ اس سے سڈنی کو یہ توقع نہیں تھی۔ اسے دوسروں سے مختلف ہونا چاہئے تھا۔

ہولڈن پلازہ سنسان تھا۔ وہ آگے بڑھتا رہا۔ پھر عقب سے سنائی دینے والی آہٹوں نے اسے چونکا دیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا کہ شاید میزل کو غیرت آگئی ہو لیکن آنے والے پانچ تھے اور ان میں میزل نہیں تھا۔ وہ ان میں سے صرف کرٹ کو پہچانتا تھا۔ وہ اس کے قریب آ کر رک گئے۔ ''کیا چاہتے ہو؟'' سڈنی نے درشت لہجے میں پوچھا۔

''تم نے بڈھے میزل کی توہین کی ہے۔ وہ خود بدلہ نہیں لے سکتا۔ ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کے حصے کا کام ہم کریں گے۔''

''اوہ...... پانچ آدمی مل کر، کیا اس سے کم میں بات نہیں بنتی؟''

''صرف میں ہی کافی ہوں، لیکن یہ سوچ کر کہ شاید تم مسلح ہو۔''

سلور ہارن کی طرف بھاگنے کا راستہ کھلا تھا لیکن جھنجھلایا ہوا سڈنی ڈٹا کھڑا رہا۔ وہ اس بے رحم ماحول کو سزا دینا چاہتا تھا...... کسی کو مارنا چاہتا تھا۔ ''ٹھیک ہے...... آ جاؤ۔'' اس نے دانت بھینچ کر کہا۔

کرٹ اس کی طرف لپکا تو سڈنی نے اس کے پیٹ میں ٹھوکر ماری۔ ساتھ ہی دوسرے آدمی کے جبڑے پر گھونسا رسید کر دیا جو لڑکھڑا کر ڈھیر ہو گیا۔ باقی تینوں اس پر جھپٹ پڑے۔ وہ جھکائیاں دیتا رہا اور ساتھ ہی گھونسے اور لاتیں بھی چلاتا رہا لیکن وہ پانچ تھے۔ جلد ہی وہ ہر طرف سے برسنے والے گھونسوں کی زد میں تھا۔ پھر اس نے اپنے خون کا ذائقہ چکھا اور اس کا غصہ دیوانگی کی حدوں کو چھو گیا۔ اس نے زور لگا کر خود کو آزاد کرایا لیکن

اگلے ہی لمحے کسی نے اس کی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹ لی۔ وہ پتھروں پر گر پڑا۔

''ہٹ جاؤ...... یہ میرا شکار ہے۔'' اس کے ڈوبتے ذہن تک کرٹ کی آواز پہنچی پھر نہ جانے کیوں وہ بھاگ اٹھے۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا گھٹنوں کے بل اٹھا تو اسے اپنی طرف بڑھتی ہوئی دھندلی سی روشنی نظر آئی۔ کوئی کار تھی۔ سڈنی بدقت اٹھا اور لڑکھڑاتا ہوا کار کی طرف بڑھنے لگا۔ ایسا لگتا تھا کہ کار اسے روندتی ہوئی گزر جائے گی لیکن اچانک بریک چیخے اور کار رک گئی۔ سڈنی دو قدم آگے بڑھا اور بونٹ پر گر گیا۔ دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور ایک سایہ کار سے نکل آیا۔ سڈنی چہرہ نہ دیکھ سکا...... البتہ وہ مانوس خوشبو پہچان کے لئے کافی تھی۔

''سڈنی۔'' کیتھ نے چیخ کر پوچھا۔ ''کیا ہوا ہے تمہیں؟''

یہ ایک معجزہ تھا! اسے مدد کی ضرورت تھی...... اور مدد کے لئے کیتھ آئی تھی...... کیتھ!

''بس...... ذرا سی مرمت ہوئی ہے۔'' اس نے بمشکل کہا۔

کیتھ نے اسے سہارا دیا۔ ''تم تو لہولہان ہو رہے ہو۔ آؤ۔'' اس نے سہارا دے کر اسے کار میں بٹھایا۔

''ڈاکٹر کے پاس لے چلوں؟''

''نہیں...... اتنا بھی برا حال نہیں ہے۔''

''بتاؤ تو سہی، معاملہ کیا ہے؟''

''کچھ بدمعاش تھے۔ بار سے میرے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ میں بھاگ سکتا تھا...... لیکن ہیرو بننے کے چکر میں مارا گیا۔''

''کون تھے۔ انہیں پہچانتے ہو؟'' کیتھ کی آواز غصے سے لرز گئی۔

''صرف ایک کو پہچانتا ہوں۔ وہ ان کا سرغنہ تھا کرٹ۔''

''کرٹ اسٹون؟'' کیتھ چلائی۔ ''وہ جنگلی ہے لیکن بے بس مسافروں کو اس طرح تنگ نہیں کرتا۔ یقین نہیں آتا۔''

''میں بے بس مسافر نہیں تھا۔'' سڈنی نے مسکرانے کی کوشش کی۔ ''وہ پانچ تھے۔ اس کے باوجود وہ بے نشان نہیں گئے ہیں۔''

''کچھ بھی ہو۔ تم مر جاتے...... مردانگی بڑی اہم چیز ہے لیکن......''

سڈنی نے ایک سرد آہ بھری۔ ''تم مجھ پر خفا کیوں ہو رہی ہو؟ میں اور کیا کر سکتا تھا۔''

''میں تم سے نہیں، خود سے خفا ہو رہی ہوں۔ میں نے عہد کیا تھا کہ......'' اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا...... اور کچھ توقف کے بعد بولی۔ ''میں نے فیصلہ کیا تھا کہ تم سے نہیں ملوں گی۔ اسی میں ہم دونوں کی بہتری ہے۔ تم زخمی نہ ہوتے تو میں گاڑی کبھی نہ روکتی۔''

''ٹھیک ہے مجھے اتار دو۔'' سڈنی نے دروازہ کھول لیا۔

''زیادہ ہیرو نہ بنو۔'' کیتھ نے اسے ڈانٹ دیا۔ ''میں جانتی ہوں کہ تم بغیر سہارے کے چل بھی نہیں سکتے۔ دروازہ بند کر دو اور مجھے سوچنے دو۔''

سڈنی نے دروازہ بند کر دیا۔ اس لڑکی کا مزاج ہی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ پل پل رنگ بدلتی تھی۔ ''کہاں لے جا رہی ہو، مجھے؟''

''اپنے گھر۔''

سڈنی نے چپ سادھ لی۔ بارش شروع ہو گئی تھی۔ کیتھ کا گھر قصبے سے باہر ایک پیالہ نما وادی میں واقع تھا۔ اردگرد صنوبر کے درخت تھے۔ وہ بے حد قدیم دو منزلہ مکان تھا اور پتھروں سے تعمیر کیا گیا تھا۔ ''تم یہاں کب سے رہ رہی ہو؟'' اس نے پوچھا۔

''میں یہیں پیدا ہوئی تھی۔ یہ کئی نسلوں سے ہمارا آبائی گھر ہے۔''

''مجھے تم پر رشک آ رہا ہے۔ میں تو گھر کا مفہوم بھی نہیں جانتا۔ بہت خوبصورت مکان ہے۔''

''یہ اصل مکان نہیں ہے۔ دو مرتبہ برفانی تودوں کی زد میں آ کر تباہ ہو چکا ہے لیکن میری زندگی میں اب تک ایسا نہیں ہوا۔''

''کیا ایسا ہو سکتا ہے؟''

''ہاں...... اور جب بھی ایسا ہو گا تو انہی بنیادوں پر اسے پھر تعمیر کر دیا جائے گا۔ کیا تم اسے حماقت قرار دو گے؟''

''میری زندگی تم سے مختلف ہے۔ میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جس کی تباہی کے بعد میں اسے پھر تعمیر کر سکوں اور اس میں قصور میرا ہی ہے۔''

''تم صرف خود پر انحصار کرتے ہو۔ خاندان کے قائل نہیں۔ یہ بات میں نے پہلی

ملاقات ہی میں محسوس کر لی تھی۔''

''یہ بات نہیں۔ ورنہ میں اس وقت تمہارے ساتھ کیوں ہوتا......''

وہ دروازے پر پہنچے ہی تھے کہ ایک لڑکے نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ کیتھ نے اس کا رخسار تھپ تھپا کر کہا۔ ''تمہیں بستر میں ہونا چاہئے تھا۔ یہ تمہارے سونے کا وقت ہے۔''

''میں تمہارا منتظر تھا۔'' اس نے سڈنی کو متجسس نظروں سے دیکھا۔ ''مجھے معلوم نہیں تھا کہ تمہارے ساتھ کوئی مہمان بھی ہو گا۔''

''یہ مسٹر سڈنی ہیں، ڈیئر...... اور یہ میرا بھائی پال ہے۔'' کیتھ نے تعارف کرایا۔

سڈنی نے پال کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ پال نے ہچکچاتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ پال کی عمر سولہ سال کے لگ بھگ تھی۔ کیتھ کی طرح اس کے بال بھی سنہرے تھے لیکن اس کا وجود توانائی سے محروم نظر آتا تھا۔ وہ قد اور قامت میں تو ٹھیک ٹھاک تھا۔ البتہ مرجھائے ہوئے پھول کی طرح لگ رہا تھا۔ شاید اپنی کمزوری کے احساس کے زیر اثر اس نے سڈنی کے ہاتھ پر اپنی گرفت سخت رکھی تھی۔ وہ گرفت کچھ کہتی محسوس ہو رہی تھی...... تم میرے بارے میں کچھ بھی سوچو لیکن یاد رکھنا کہ میں مرد ہوں، وہ گرفت منہ سے بول رہی تھی۔

کیتھ، سڈنی کو کمرا نشست میں لے گئی جو گرم اور آرام دہ تھا۔ ''کیا آپ کو کوئی حادثہ پیش آیا ہے؟'' پال نے پوچھا۔

''میں گر گیا تھا۔'' سڈنی نے جواب دیا۔

''یہ چوٹیں گرنے سے لگی ہیں؟'' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔ ''کیسے؟''

''ڈیئر یہ سب بعد میں پوچھتے رہنا۔'' کیتھ نے اسے چمکارا۔ ''اب تمہیں سو جانا چاہئے۔ ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ تمہارے لئے آرام ضروری ہے۔''

پال خفا نظر آنے لگا۔ ''کیتھ میں بالکل ٹھیک ہوں یقین کرو۔''

''اور ہم تمہیں ٹھیک ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔'' کیتھ کے لہجے میں ممتا تھی۔ ''اب تم سو جاؤ لڑکے۔''

پال نے انہیں شب بخیر کہا اور زینوں کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحے بعد اس کے

کمرے کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی۔

کیتھ نے ایک آہ بھری۔ ''ان دنوں پال کچھ چڑ چڑا ہو گیا ہے۔ اس سے کچھ کہو تو سمجھتا ہے کہ میں اسے سزا دے رہی ہوں۔ میں اس کے لئے ماں بھی ہوں اور باپ بھی......'' اس کا لہجہ فخریہ ہو گیا۔ ''پال بہت شاندار لڑکا ہے۔ اگلے سال وہ جنیوا یونیورسٹی میں ہو گا۔ کسی روز بہت شہرت پائے گا۔ اس کا مضمون کیمسٹری ہے۔''

''تب وہ تمہاری پابندیوں کا شکریہ ادا کرے گا۔'' سڈنی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''امید تو یہی ہے لیکن اس وقت تو وہ ڈیڈی کی طرح اونچی اونچی چوٹیاں سر کرنا چاہتا ہے جو اس کے لئے ناممکن ہے۔ مردوں کے لئے یہی دشواری ہے کہ وہ طاقت کا مظاہرہ ضروری سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ذہانت کا اظہار بھی انہیں اعتماد بخش سکتا ہے۔''

''میرا ٹوٹا پھوٹا چہرہ تمہارے بیان کی تائید کر رہا ہے۔''

''اوہ، یہ تو میں بھول ہی گئی۔ تم بیٹھو، میں ابھی آئی۔'' یہ کہہ کر کیتھ باہر چلی گئی۔

سڈنی کمرے میں ٹہلنے لگا۔ کمرے کی حالت سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس کی نگہداشت میں کوتاہی نہیں برتی جاتی۔ پھر وہ دیوار پر آویزاں رائفل کے قریب کھڑا ہو گیا۔ وہ شکار کی رائفل نہیں تھی۔ سوئس حکومت دنیا کی واحد حکومت تھی جو اپنے فوجیوں کو اسلحہ گھر پر رکھنے کی اجازت دیتی تھی وہاں کا ہر شخص فوجی تھا، خواہ ریزرو میں ہو......نشانہ بازی ایک طرح سے سوئٹزرلینڈ کا قومی کھیل تھا۔ رائفل خاصی پرانی تھی۔ سڈنی کا اندازہ تھا کہ وہ کیتھ کے باپ کی ہو گی۔ اسے شاید برسوں سے استعمال نہیں کیا گیا تھا۔ اس کے باوجود بھی وہ بے داغ تھی۔ کیتھ ایک ٹرے اٹھائے ہوئے واپس آئی جس پر گرم پانی کا برتن رکھا تھا۔ وہ نرمی سے جما ہوا خون صاف کرنے لگی۔ پانی زخموں میں ٹیسیں جگا رہا تھا لیکن کیتھ کے ہاتھوں کا لمس بے حد خوشگوار تھا سڈنی کا جی چاہا کہ وہ روز ایسے زخم کھایا کرے۔ ایسی مسیحائی کے لئے تو موت بھی گوارا کی جاسکتی ہے۔

''تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

''یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ بس اتنا معلوم ہے کہ تم سے جو کچھ چاہتا ہوں، اس سے پہلے کسی سے نہیں چاہا۔ خود کو سمجھنے میں شاید مجھے کچھ عرصہ لگے گا۔ کیا تم مجھ پر اعتبار نہیں

کر سکتیں؟''

''اعتبار؟ یہ لفظ استعمال کرنا تمہیں عجیب نہیں لگتا؟ اس کے بعد شاید تم ایک اور لفظ استعمال کرو گے۔ شادی؟''

''ممکن ہے لیکن اس سے پہلے ہم دونوں کا ایک دوسرے کو سمجھنا ضروری ہے۔''

''اور اس میں کتنا عرصہ لگے گا۔'' کیتھ نے سرد لہجے میں پوچھا۔ ''یہ دعویٰ ڈگلس ہولڈن کی لاش کی بازیابی سے پہلے کرو گے یا بعد میں؟''

''تمہیں اس سے کیا مطلب؟'' سڈنی نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

''اب ہمیں ظاہرداری ترک کر دینا چاہئے۔'' کیتھ برہمی کے عالم میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''میں تمہارا اصل مقصد جان چکی ہوں تم بھی خوب جانتے ہو کہ میں مسز ڈگلس ہولڈن ہوں۔''

آتش دان میں چٹختی ہوئی لکڑیوں کے سوا کوئی آواز نہیں تھی۔ ہر طرف سناٹا چیخ رہا تھا لیکن سڈنی کی سماعت میں ایک ہی آواز گونج رہی تھی......مسز ڈگلس ہولڈن......مسز ڈگلس ہولڈن...... ''میں کس قدر احمق ہوں۔'' وہ سر جھٹکتے ہوئے بڑبڑایا۔ ''مجھے پہلے ہی سمجھ لینا چاہئے تھا۔'' معمے کی ساری کڑیاں مل گئی تھیں۔ ہر الجھن دور ہو گئی تھی۔ ہر چیز کا سبب روشن ہو گیا تھا۔ کیتھ کا انداز......پل پل بدلتے رنگ......التفات......بے رخی......سب کچھ واضح ہو گیا تھا۔ پولیس کو کیتھ نے ہی آگاہ کیا تھا۔ اسی نے زوبروالڈ کے لوگوں کو اس کے آنے کی اطلاع دی تھی۔ اس کی انٹرلیکن سے اچانک روانگی بھی سمجھ میں آرہی تھی۔ اس کے ساتھ ہونے والی بدسلوکی کی ذمہ دار کیتھ ہی تھی۔ وہ اس کی دشمن تھی...... ''اور تم سمجھتی ہو کہ......'' سڈنی جملہ پورا کئے بغیر ہنس دیا۔

کیتھ اسے بغور دیکھتی رہی۔ ''یہ کیسے ممکن ہے کہ تمہیں علم نہ ہو؟''

''بس کرو۔ میں پہلے ہی خود کو احمق تسلیم کر چکا ہوں۔''

''تو تم مجھے کیا سمجھ رہے تھے؟''

''ایک عورت جس نے اپنا نام مسز کیتھ راؤ بتایا......اور میں نے یقین کر لیا...... میں ازلی بے وقوف ہوں۔''

''میں نے کچھ نہیں کہا تھا۔ تم نے ایلس کی باتوں سے خود ہی نتیجہ اخذ کیا تھا۔ مجھے کیا ضرورت تھی کہ کچھ کہتی ...... لیکن جب لابی میں اس شخص کی باتوں سے پتہ چلا کہ تم کون ہو تو اندازہ ہوا کہ تم مجھ سے واقف ہو اور یہ سارا کھیل مجھے اعتماد میں لینے کے لئے ہے۔''

''یہ نہیں سوچا کہ میں تمہاری خوبصورتی کی وجہ سے متوجہ ہوا ہوں۔ بہرحال مجھے جہنم میں ڈالو۔ یہ بتاؤ کہ تم نے کیا سوچ کر مجھے قریب آنے کا موقع دیا۔ جبکہ تمہیں میری حقیقت معلوم تھی۔''

''کیا تم مجھے اچھے نہیں لگ سکتے؟''

''شکریہ! میں یہ لطیفہ اپنی ڈائری میں لکھ لوں گا۔ جب اداس ہوا، لطیفہ پڑھ کر ہنس لیا کروں گا۔''

''میں تمہیں دھوکہ دینا نہیں چاہتی۔ میں تو تم سے ملنا بھی نہیں چاہتی تھی لیکن آج تم زخمی حالت میں سڑک پر نظر آئے تو میں تمہیں نظر انداز نہ کرسکی۔''

''بہت خوب۔'' سڈنی نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''تمہارے گروہ نے مجھے مارا ...... پھر تم مرہم پٹی کرنے آگئیں کیا میں تمہارا شکریہ ادا کروں؟''

''یقین کرو، اس واقعے سے میرا کوئی تعلق نہیں۔'' کیتھ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ ''میں یقین کرلیتی ہوں کہ تم مجھ سے ناواقف تھے۔''

''میرے یقین کرلینے سے کیا ہوگا۔ اب دونوں جانتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کی مخالف ٹیم میں ہیں۔''

''کیا یہ ضروری ہے؟'' کیتھ نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''اگر تم مجھے میرا کام کرنے دو، اس میں میری مدد کرو تو صورت حال بدل بھی سکتی ہے۔''

''میں چاہتی ہوں کہ تم اس کام سے ہاتھ اٹھالو۔''

''وہ کیوں؟''

کیتھ قدرے ہچکچائی۔ ''چند لمحے پہلے اشارتاً کہا تھا کہ تم، مجھ سے محبت کرتے ہو۔ کیا یہ درست ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''ہاں ...... چند منٹ پہلے میرے دماغ میں یہ احمقانہ خیال موجود تھا۔''

''تو پھر میری خاطر، اس کام سے ہاتھ اٹھالو۔''

''تم مجھ سے شادی کرکے ہولڈن کی دولت سے محروم ہونا پسند نہیں کرسکتیں۔''

''اچھا ...... اگر میں تم سے شادی کے لیے تیار ہوں ...... تب؟'' اس نے دھیرے سے پوچھا۔

''میرا جواب تبدیل نہیں ہوگا۔ شکریہ کیتھ، میں ایسے معاملات میں کاروبار نہیں کرتا۔''

''ٹھیک ہے ...... تو کاروبار ہی سہی۔'' کیتھ کا لہجہ سرد ہوگیا۔ ''میں تمہیں آرتھر سے زیادہ رقم دے سکتی ہوں۔ بتاؤ، تمہاری کیا قیمت ہے؟''

''میں سوچ رہا تھا کہ بات رقم تک کب پہنچے گی۔ تم نے دیکھا کہ مجھے خوفزدہ نہیں کیا جا سکتا ...... حسن سے ورغلایا نہیں جا سکتا ...... لیکن کیتھ، تمہیں حیرت ہوگی تم مجھے خرید بھی نہیں سکتیں۔''

''کیوں، اس کام کی تمہارے نزدیک کیا اہمیت ہے۔''

''تم نہیں سمجھو گی۔ یہ میرے لیے محض ایک کام نہیں بلکہ جہاد ہے۔ یہ ذاتی معاملہ ہے۔''

''تم پاگل ہو، جانتے ہو کہ یہ ناممکن ہے۔''

''صرف تم ہی نہیں، قصبے کا ہر شخص مجھے یہی باور کرانا چاہتا ہے۔ تم شوہر کی لاش کی بازیابی سے خوفزدہ کیوں ہو؟''

''اس کی وجوہ میرا ذاتی معاملہ ہیں اور شاید ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میں تمہیں یا کسی کو بھی اپنی جان گنواتے نہیں دیکھنا چاہتی۔''

''وہ تمہارا شوہر تھا۔ کیا تم اس کی لاش کے سلسلے میں کوئی ذمہ داری محسوس نہیں کرتیں؟''

''ہاں، وہ میرا شوہر تھا۔ میں اسے زندگی بھر یاد رکھوں گی، لیکن لوگوں کی زندگی اس کی بھینٹ نہیں چڑھائی جاسکتی۔ وہ ہوتا تو شاید خود بھی اس بات کو پسند نہ کرتا۔''

''بہت خوب ......لیکن میں متاثر نہیں ہوا۔ آج ہولڈن اسکوائر میں جو کچھ ہوا، وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ کچھ اور وجوہ بھی ہیں۔''

''لوگ قانون پر عمل درآمد کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔'' کیتھ تیز لہجے میں بولی۔

''اب تمہارا جو جی چاہے، سمجھتے رہو۔''

سڈنی اٹھ کھڑا ہوا۔ ''حقیقی وجہ یہ ہے کہ اسے قتل کیا گیا تھا۔'' اس نے کیتھ کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔ ''یہ بات تم ہی نہیں سارا زوبروالڈ جانتا ہے۔ تم سب کی کوشش ہے کہ یہ بات ثابت نہ ہو سکے۔ اسی لیے تم لوگ لاش کی بازیابی نہیں چاہتے۔''

''قتل؟ ڈگلس کو کون قتل کرے گا!'' کیتھ کے لہجے میں حیرت تھی۔ ''وہاں اس کے ساتھ صرف میں ہی تھی۔ تمہارا مطلب ہے......اوہ، میرے خدا۔ نہیں......''

سڈنی نے منہ پھیر لیا۔ وہ اس کے چہرے کے آئینے میں، اس کا باطن نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ خوفزدہ تھا......حقیقت سے ڈر رہا تھا۔

''میرے بارے میں کون ایسا سوچ سکتا ہے۔'' وہ بڑبڑائی۔ ''آرتھر ہولڈن؟''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ الزام کس نے لگایا ہے۔''

''وہ اس شادی سے ناخوش تھا۔ وہ مجھ سے نفرت کرتا ہے...... مجھے سزا دینا چاہتا ہے۔ اوہ میرے خدا!'' کیتھ زیرلب بولی۔ ''اور اس کے خیال میں، میں نے قتل کیسے کیا تھا؟''

''چائے میں زہر دے کر۔''

''تمہارے پاس میرے جرم کا کیا ثبوت ہے مسٹر سڈنی؟'' کیتھ کے لہجے میں بیگانگی تھی۔ ''تم...... یا آرتھر ہولڈن پولیس میں رپورٹ کیوں نہیں کرتا؟''

''واحد ثبوت برفانی خنجر پر نائلون کی رسّی کے سہارے جھول رہا ہے۔ میں وہ ثبوت حاصل کرنے کے ارادے سے ہی نکلا ہوں۔''

''مجھے افسوس ہے۔ تم نہیں جانتے کہ کیا طلب کر رہے ہو۔''

''افسوس نہ کرو۔ میں عورتوں کے معاملے میں نہ سہی لیکن پہاڑوں کے معاملے میں کامیاب ہوں۔ بہرحال، اس مہمان نوازی کا شکریہ۔''

''تمہیں ہوٹل چھوڑ آؤں گی۔''

''شکریہ۔ میں خود پر انحصار کرنے کا عادی ہوں۔''

''آخر تم اتنے احمق......اتنے ضدی کیوں ہو؟'' کیتھ چلائی۔

''اچھا سوال ہے۔'' سڈنی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''جیسے ہی اس کا کوئی معقول جواب ملا، میں تمہیں ضرور آگاہ کروں گا۔'' سڈنی نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ باہر تیز بارش ہو رہی تھی۔ وہ باہر نکلتے ہی شرابور ہو گیا لیکن اسے احساس نہیں تھا۔ وہ تو بس یہی سوچے جا رہا تھا کہ شاید وہ واقعی احمق بھی ہے اور ضدی بھی۔ لیکن اس ضد میں وقار تھا۔

''میں تم سب کو شکست دوں گا۔'' اس نے زیرلب کہا۔ اسی وقت بجلی چمکی اور برفانی خنجر کی چوٹی نظر آئی۔ ''میں آ رہا ہوں۔'' اس نے چیخ کر چوٹی کو مخاطب کیا اور برستے ہوئے پانی میں، ہوٹل کی طرف بڑھتا رہا۔

☆====☆====☆

بارش اگلی صبح بھی جاری تھی۔ سڈنی نے اٹھتے ہی انٹرلیکن کا رخ کیا۔ اس کی روانگی پر انٹونی بہت مطمئن نظر آ رہا تھا۔ اس کے خیال میں سڈنی شکست خوردہ واپس جا رہا تھا۔ سڈنی کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی، البتہ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ خبر کیتھ تک پہنچے گی تو اس کا کیا ردِعمل ہوگا۔ وہ حیران ہوگی اور اسے اپنی فتح بھی سمجھے گی۔ سڈنی نے اپنا سامان ایک لاکر میں رکھوایا اور ٹیکسی میں بیٹھ کر پولیس اسٹیشن کے لیے روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچتے ہی اس کا سامنا سارجنٹ اوہلان سے ہوا۔ اوہلان کے چہرے پر حیرانی نظر آئی۔ ''مسٹر سڈنی، میں نے تو سنا تھا کہ آپ انٹرلیکن سے رخصت ہو گئے ہیں۔''

''غلط سنا تھا۔ بہرحال میں تمہارے آفیسر انچارج سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''اپنا مسئلہ بتائیں۔ چیف چھوٹی موٹی شکایات سننے کا عادی نہیں ہے۔'' اوہلان نے کہا۔

''میں چھوٹے موٹے آدمیوں کے سامنے اپنے مسائل نہیں رکھتا۔ میں اسی سے بات کروں گا۔'' سڈنی نے خشک لہجے میں کہا۔

اوہلان کے چہرے پر کشمکش کے آثار نظر آئے پھر وہ چیف کے کمرے میں چلا

گیا۔ کچھ دیر بعد واپس آیا اور جلے بھنے انداز میں اسے اندر جانے کا اشارہ کیا۔

ایک چھوٹے سے کمرے میں قومی الجنٹ چیف میکارٹ اس کا منتظر تھا۔ ''جی فرمائیے؟'' اس نے پوچھا۔

سڈنی نے فیصلہ کیا کہ وہ بھی وقت ضائع نہیں کرے گا۔ ''برفانی خنجر سے ڈگلس ہولڈن کی لاش اتارنے کے لیے میری خدمات حاصل کی گئی ہیں۔'' اس نے کہا۔

''اور آپ کو اطلاع مل گئی ہے کہ یہ کام خلافِ قانون ہے۔''

''میں جاننا چاہتا ہوں کہ اس قانون کی کوئی تحریری حیثیت بھی ہے یا نہیں۔ یا پھر یہ محض پالیسی ہے۔''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟''

''پڑتا ہے۔ پالیسی میں لچک ہوتی ہے جبکہ قانون غیر لچک دار ہوتا ہے۔''

چیف میکارٹ آگے کو جھک آیا۔ ''ہماری پالیسی میں بھی لچک نہیں ہوتی۔''

''ہوسکتی ہے۔'' سڈنی نے نرم لہجے میں کہا۔ ''فرض کیجیے۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ہولڈن کو قتل کیا گیا ہے۔ یہ بات لاش ملنے پر ہی ثابت ہوسکتی ہے۔''

''کیا تم سنجیدہ ہو؟'' میکارٹ نے حیرت سے پوچھا۔

''جی ہاں...... اس سلسلے میں واضح شواہد موجود ہیں۔''

''اور قتل کس نے کیا ہے؟''

سڈنی ہچکچایا پھر اس نے کہا۔ ''جب ڈگلس گرا تھا تو اس کے ساتھ صرف ایک ہستی تھی۔''

''یعنی مسز ہولڈن۔'' میکارٹ نے کہا۔ ''بے شک ہولڈن دولت مند تھا اور عمر میں بیوی سے کافی بڑا۔ یہ صورت حال تمہارے الزام کے حق میں جاتی ہے۔ لیکن......'' وہ کہتے کہتے رک گیا اور سڈنی کی طرف دیکھنے لگا۔ ''ابھی تم نے شواہد کا تذکرہ کیا تھا۔''

''کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ہے۔ بیوہ کا رویہ مشکوک ہے۔ اس کے علاوہ قصبے کے لوگ جو نہیں چاہتے ہیں کہ کوئی ہولڈن کی لاش اتار لائے۔''

''اوہ۔'' میکارٹ کی دلچسپی معدوم ہوگئی۔ ''محض شکوک کی وجہ سے پالیسی تبدیل

نہیں ہوسکتی۔''

''ممکن ہے، قانون کے نزدیک اس شک کی اہمیت نہ ہو لیکن اخبار والے اسے ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔''

''تم مجھے دھمکی دے رہے ہو؟'' میکارٹ غرایا۔

''مجھے مدد کی ضرورت ہے، خواہ کہیں سے بھی ملے۔'' سڈنی سرد لہجے میں بولا۔

''میرا محکمہ پریس کے اشاروں پر نہیں چلتا۔'' میکارٹ برہم ہوگیا۔

''کچھ بھی ہو...... لیکن یہ کہانی چھپنے کے بعد خاصی بدبودار ثابت ہوگی۔ تمہارے ناک پر رومال رکھنے سے کام نہیں چلے گا۔ میرے ساتھ تمہارا سلوک یہ ثابت کرے گا کہ تم کچھ چھپانے کی کوشش کررہے ہو۔ جبکہ اجازت ملنے پر میں خاموشی سے ڈگلس کی لاش اتار لاؤں گا۔ پتہ چل جائے گا کہ وہ قتل کی واردات تھی یا نہیں۔ اگر نہیں تھی تو ہم اسے بھول جائیں گے اور کسی کو کچھ پتہ نہیں چلے گا۔ کیا اچھا ہے، کیا برا...... یہ فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے۔''

میکارٹ کچھ دیر سوچتا رہا، پھر بولا۔ ''بات سمجھ میں آتی ہے لیکن میں تمہیں اجازت دینے کا مجاز نہیں مجھے برن میں افسرانِ بالا سے بات کرنا ہوگی۔ باہر انتظار کرو۔ میں فون پر رابطہ قائم کرتا ہوں۔''

سڈنی باہر راہداری میں آبیٹھا۔ فون پر گفتگو خاصی طویل ثابت ہوئی۔ وہ انتظار کرتا رہا۔ بالآخر میکارٹ نے اسے طلب کیا اور مژدہ سنایا۔ ''تمہیں اجازت دی جاتی ہے۔''

''میں تحریری اجازت چاہوں گا۔'' سڈنی نے کہا۔ ''سرکاری مہر کے ساتھ، جسے جعلی قرار نہ دیا جاسکے۔''

چیف میکارٹ نے کاغذات پر چند سطریں گھسیٹیں، مہر لگائی اور کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا۔ ''میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم نے اتنی زحمت کیوں مول لی۔ تم چپکے سے بھی یہ کام کر سکتے تھے۔ پہاڑ پر چڑھنے کے بعد تمہیں کون روک سکتا تھا؟''

''پہاڑ پر چڑھنے کے لیے ہی آپ کی مدد درکار تھی۔''

''اور تمہارے خیال میں یہ کاغذ کا ٹکڑا صورت حال بدل دے گا! صدر مملکت بھی

زوبروالڈ کے باشندوں کو تمہارے ساتھ تعاون کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔''

''درست ہے لیکن کم از کم مجھے ایذا پہنچانے کے معاملے میں انہیں محتاط ہونا پڑے گا۔''

یہ سڈنی کے لیے پہلی اہم فتح تھی۔ سرکاری اجازت نامہ اس کے لیے ایک ہتھیار کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس وقت تک صبح والی ٹرین نکل چکی تھی اور شام والی ٹرین کی روانگی میں کئی گھنٹے باقی تھے۔ وہ لینگر کے اسٹور کی طرف نکل گیا۔ وہاں سے اس نے ایک خیمہ، ہلکا پھلکا بستر اور ضرورت کی اشیاء خریدیں۔ زوبروالڈ میں رہائش کے لیے اس سے بہتر انتظام کرنا اس کے بس میں نہیں تھا۔ پھر اس نے اسٹور سے ٹونی کو فون کیا لیکن وہ اپنے کمرے میں نہیں تھا۔ اس نے ایک ریستوران میں کھانا کھایا پھر ریلوے اسٹیشن کا رخ کیا وہاں اچانک ہی جینی سے ملاقات ہوگئی۔

''واہ..... کتنا خوبصورت اتفاق ہے۔'' جینی چہکی۔ ''میری سہیلیاں میرا ساتھ چھوڑ گئیں میں اسکائنگ کے لیے زوبروالڈ جا رہی ہوں۔''

''زوبروالڈ۔'' سڈنی کی باچھیں کھل گئیں۔

''میرے پاس وہاں کے سب سے اچھے ہوٹل، سلور ہارن میں دو بیڈ روم کا سوئٹ ہے۔ ایملی میرے ساتھ جا رہی تھی لیکن زکام کا بہانہ کر کے بچ نکلی۔ میں سوچ رہی تھی کہ دو کمروں کا کیا کروں گی۔''

''کیا تم مجھے اپنا روم میٹ بنا سکتی ہو؟''

''اوہ، کیوں نہیں۔ چلو۔'' جینی نے خوش ہو کر کہا۔

ٹرین روانہ ہونے والی تھی۔ سڈنی نے لاکر سے سامان نکلوایا۔ رہائش کا بندوبست ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس نے فالتو سامان ٹیکسی کے ذریعے وکٹوریہ ہوٹل ٹونی کے پاس بھجوا دیا اور خود ٹرین میں سوار ہو گئے۔

زوبروالڈ اسٹیشن پر اس بار کوئی شناسا چہرہ نظر نہ آیا۔ اس کے آنے کی پیشگی خبر نہیں پہنچ سکی تھی۔ سلور ہارن کی بگھی میں وہ ہوٹل پہنچے۔ انٹونی اسے دیکھ کر سکتے میں رہ گیا۔ جینی، انٹونی کو ریزرویشن سلپ دے کر اپنا نام بتاتی رہی لیکن انٹونی تو سڈنی کو گھورے

جا رہا تھا۔ ''کیا یہ شخص انگریزی نہیں جانتا تھا؟'' جینی نے سڈنی سے پوچھا۔

''یہ بات نہیں۔ دراصل میرے حسن نے ان کو مسحور کر دیا ہے۔ یہ مجھے یہاں دیکھ کر حیران ہیں...... یہی بات ہے نا؟'' اس نے انٹونی سے پوچھا۔

''جی ...... جی ہاں، یہی بات ہے۔'' انٹونی ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے ہکلایا۔

''خوش قسمتی سے کزن ورجینا سے ملاقات ہوگئی۔ اس کے پاس ریزرویشن تھی۔ میں نے سوچا میرا بھی کام چل جائے گا۔''

''تمہاری کزن؟''

''ہاں مسٹر انٹونی ...... اور اس کا باپ، سفارتخانے کا ایک بارسوخ افسر ہے۔ اس کا یہاں قیام تمہارے لیے باعث اعزاز ہے۔''

''واقعی ...... آپ خوش قسمت ہیں مسٹر سڈنی۔''

''اس میں کیا شک ہے۔'' سڈنی نے کہا اور پورٹر کو بلا کر حکم دیا۔ ''ہمارا سامان اوپر لے چلو۔''

''اے مسٹر...... یہ میرا باپ سفارت کار کب سے ہو گیا؟'' جینی نے اوپر پہنچتے ہی پوچھا۔

''میں تمہیں بتانا بھول گیا تھا۔'' سڈنی نے جواب دیا۔ ''میں صرف خراٹے ہی نہیں لیتا، جھوٹ بھی بے تحاشا بولتا ہوں۔''

☆====☆====☆

سڈنی جانتا تھا کہ سارے قصبے میں اس کی واپسی کی خبر پھیل جائے گی۔ اسے فوراً سرکاری اجازت نامے کی تشہیر کرنا چاہیے۔ وہ کرٹ جیسے لفنگوں کو مزید حملہ کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہ سیدھا پولیس اسٹیشن جا پہنچا۔ زوبروالڈ پولیس کا عملہ صرف ایک کانسٹیبل پر مشتمل تھا۔ جس کی قسمت میں راوی عیش ہی عیش لکھتا تھا۔ وہاں کبھی کوئی جرم ہوا ہی نہیں تھا۔ اس لیے وہاں جیل نہیں تھی۔ تھانہ بھی نہیں تھا اور کانسٹیبل کا گھر ہی اس کا دفتر تھا۔ سڈنی وہاں پہنچا تو کانسٹیبل اونگھنے کا لطف لے رہا تھا۔ کانسٹیبل کا نام بوکلن تھا اور یہ

عہدہ اسے آنجہانی باپ سے ورثے میں ملا تھا۔ لڑکپن میں ولی عہد کی حیثیت سے وہ اپنے کانسٹیبل باپ کا ہاتھ بٹاتا رہا تھا۔ ''کیا کہہ رہے ہو؟'' وہ اونگھ سے نکل کر بولا۔ ''تحفظ فراہم کروں۔ لیکن کس سے؟''

''گزشتہ رات کچھ لفنگوں نے مجھے زدوکوب کیا تھا۔''

''اور مجھے پتہ بھی نہیں چلا۔ خیر، بے فکر رہو۔ انہیں ضرور سزا ملے گی۔'' کانسٹیبل نے کاغذ پنسل سنبھالتے ہوئے کہا۔ ''ہاں ...... اب اپنا نام بتاؤ۔''

''سڈنی ......'' اس نے جواب دیا۔

کانسٹیبل کے ہاتھ سے پنسل چھوٹ گئی۔ ''اوہ۔'' اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

''میرا خیال ہے، تمہیں پہلے سے علم تھا۔''

''بالکل تھا۔'' کانسٹیبل نے کہا۔ اس کا انداز ایک لخت تبدیل ہوگیا۔'' پہلے کوئی ثبوت پیش کرو۔''

''میرا زخمی چہرہ حاضر ہے۔''

''یہ تو کوئی ثبوت نہ ہوا۔ ویسے میں آپ کے حوصلے کی داد دیتا ہوں، آپ قانون کی مدد لینے آئے ہیں جبکہ ہر شخص جانتا ہے کہ آپ یہاں قانون شکنی کے لیے آئے ہیں۔''

''میں جانتا ہوں کہ تم لوگ بے حد قانون پسند ہو...... ذرا یہ اجازت نامہ تو دیکھو۔''

سڈنی نے اجازت نامہ اس کی طرف بڑھا دیا۔

کانسٹیبل نے اجازت نامہ پڑھا اور یوں سوگوار ہوگیا، جیسے کسی عزیز کی موت کا اطلاع نامہ رہا ہو۔ ''آپ کیا چاہتے ہیں؟'' اس نے تعزیتی لہجے میں پوچھا۔

''میں چاہتا ہوں، لوگوں کو پتہ چل جائے کہ میرے پاس سرکاری اجازت نامہ ہے، پھر کوئی میری طرف ٹیڑھی آنکھ سے دیکھے تو اس سے تمہیں نمٹنا ہوگا۔''

''میرا بس چلے تو تمہیں بھی برفانی خنجر پر لٹکا دوں۔''

''لیکن تم بے بس ہو۔'' سڈنی نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ ہوٹل پہنچا تو جینی موجود نہیں تھی۔ ایک بیڈ روم کے دروازے پر ''میرا'' اور دوسرے پر ''تمہارا'' لکھا ہوا تھا۔ کمرا نشست کے دروازے پر ''ہمارا'' تحریر تھا۔ سڈنی کو

ہنسی آ گئی۔

جینی واپس آئی تو بجھی بجھی سی تھی۔ ''پانچ بجتے ہی سب دوربین کی طرف لپکتے ہیں۔'' اس نے اداس لہجے میں کہا۔ ''میں نے بھی سوچا کہ وہ منظر دیکھوں۔ جانتے ہو، وہاں کیا نظر آیا۔ پہاڑ کی چوٹی پر رسّی سے لٹکا ہوا ایک آدمی ......کوئی کہہ رہا تھا کہ وہ ایک سال سے یونہی جھول رہا ہے۔ لوگوں نے اسے تماشا بنا رکھا ہے۔ کسی سے یہ نہیں ہوتا کہ جائے اور اسے لے آئے۔ کیوں سڈنی ...... کسی کو تو یہ کام کرنا چاہئے ...... ہے نا؟''

''ہاں ......اور کوئی یہ کام ضرور کرے گا۔'' سڈنی نے جواب دیا۔

''میں دیکھ رہی ہوں کہ تم پر کچھ اثر نہیں ہوا'' جینی نے کہا۔ پھر اچانک اس کا موڈ بدل گیا۔ ''اور ہاں ...... یہاں بھی خوبصورت لوگ بستے ہیں۔'' وہ چہکی۔ ''میں اسکائنگ کے سلسلے میں معلومات حاصل کر رہی تھی کہ مجھے دنیا کے سب سے خوبرو اسکائی انسٹرکٹر سے ملوایا گیا۔ کیا آدمی ہے......واہ! سڈنی، تم رقابت تو نہیں محسوس کر رہے؟''

''کمال ہے۔ میرے دانت پیسنے کی آواز تم تک نہیں پہنچی۔''

''اور معلوم ہے ......کل وہ مجھے گلیشیئر دکھانے لے جائے گا۔ ویسے اگر تم کوئی اور تجویز پیش کرو تو میں اس خوبرو انسٹرکٹر پر خاک ڈال سکتی ہوں۔''

''میں تمہیں ڈنر پر لے چلوں گا'' سڈنی نے کہا۔

سڈنی اسے ایک اچھے سے ریسٹورنٹ میں لے گیا۔ جینی بہت خوش تھی لیکن سڈنی، کیتھ کے تصور میں کھویا ہوا تھا۔ انہوں نے خاموشی سے کھانا کھایا۔ پھر جینی نے اسے ٹوک دیا۔ ''کیا بات ہے۔ برے برے منہ کیوں بنا رہے ہو؟''

''کونین کی گولی یاد آ گئی تھی۔''

اچانک جینی کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ''لو......آ گیا میرا ہیرو۔''

سڈنی نے پلٹ کر دیکھا اور خود کو کرٹ اسٹون کے روبرو پایا، جو دم بخود کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کر سڈنی کو حیرت نہیں ہوئی لیکن اس کی ساتھی کو دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔ خود کیتھ بھی کم حیران نہیں تھی۔ تاہم اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے دھیرے سے ہیلو کہا۔

''میں نے سنا تو تھا کہ تم اپنی کزن کے ساتھ زوبروالڈ واپس آ گئے ہو۔'' کیتھ نے

کہا۔ ''لیکن اس طرح ملاقات کی توقع نہیں تھی۔''

''ملاقات آدمی کے بس میں کہاں ہوتی ہے۔'' سڈنی نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔

''ارے...... تم لوگ تو ایک دوسرے سے واقف ہو۔'' جینی بولی۔

کرٹ اور کیتھ وہاں ٹھہرنا نہیں چاہتے تھے لیکن بے خبر جینی کے اصرار کے سامنے ان کی ایک نہ چلی۔ تعارف کی رسم ادا ہوئی۔ کیتھ نے اپنا نام کیتھ ہولڈن بتاتے وقت سڈنی کو چیلنج کرنے والی نظروں سے دیکھا۔

''ہولڈن؟ یہ سوئس نام تو نہیں ہے۔'' جینی نے کہا۔

''ہاں...... میں نے ایک امریکن سے شادی کی تھی۔ یورپ میں ہر عورت کی یہی خواہش ہوتی ہے۔''

''سنا تم نے۔'' جینی نے سڈنی کا ہاتھ مضبوطی سے تھامتے ہوئے کہا۔ ''مجھے تم پر گرفت سخت رکھنا پڑے گی۔''

کیتھ ہونٹ کاٹ کر رہ گئی۔ اس وقت سڈنی اس کے خیالات پڑھ سکتا تھا۔

''بے فکر رہو جینی۔'' اس نے بے رخی سے کہا۔ ''مجھے کوئی خطرہ نہیں۔ میں دولت مند نہیں ہوں۔''

کرٹ کا جسم تن گیا۔ ''تمہیں یہ الفاظ واپس لینا ہوں گے۔'' وہ غرایا۔

''کون سے حصے کی بات کر رہے ہو؟'' سڈنی نے بے پروائی سے پوچھا۔ ''خطرے والے حصے کی یا دولت والے حصے کی؟''

کرٹ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ اٹھنا چاہتا تھا لیکن کیتھ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''کوئی بات نہیں کرٹ، مسٹر سڈنی مذاق کر رہے تھے۔''

چند لمحوں کے لیے ان دونوں کی نگاہیں ملیں۔ ان نگاہوں میں بہت کچھ تھا...... بیتی ہوئی لمحاتی رفاقت کا کیف...... سرشاری۔ پھر سڈنی نے نظریں ہٹا لیں۔

''چلو ڈیئر۔'' اس نے جینی سے کہا۔

جینی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''میں صبح آپ کو لینے کے لیے آؤں گا مس جینی۔'' کرٹ نے جینی سے کہا۔

سڈنی نے سرد لہجے میں کہا۔ ''شب بخیر مسز ہولڈن۔''

''خدا حافظ۔'' کیتھ نے جواب دیا۔ لہجہ ایسا تھا، جیسے وہ اس کو ہمیشہ کے لیے رخصت کر رہی ہو۔

''اے...... اس لڑکی کے اور تمہارے درمیان کیا چکر ہے۔'' راستے میں جینی نے پوچھا۔

''میں اس کے شوہر سے واقف تھا۔''

''پھر وہ مجھے کھا جانے والی نظروں سے کیوں دیکھ رہی تھی۔''

''کرٹ کی وجہ سے دیکھ رہی ہو گی۔''

''ہرگز نہیں، کرٹ تو اس کا بندہ بے دام معلوم ہوتا ہے...... اور وہ یہ بات جانتی ہے۔''

سڈنی بھی جانتا تھا۔ وہ دانت پیس کر رہ گیا۔ کرٹ وہی بوائے فرینڈ تھا جس کا تذکرہ آرتھر ہولڈن نے کیا تھا۔ وہ کیتھ کا سابق منگیتر تھا۔ وہ اب بھی کیتھ کا دوست تھا۔ ان دونوں کے لیے کچھ بھی تو نہیں بدلا تھا۔

ہوٹل پہنچ کر سڈنی نے جینی کو سو جانے کا مشورہ دیا اور لابی میں پہنچ کر ٹونی کو کال کرنے لگا۔

☆====☆====☆

سڈنی صبح پانچ بجے بیدار ہوا۔ جلدی جلدی تیار ہو کر اس نے کوہ پیمائی کا سامان تھیلے میں بھرا اور کمرے سے ہی نہیں بلکہ جینی کی زندگی سے بھی نکل آیا۔ وہ ہوٹل کے بغلی دروازے سے نکلا تا کہ اسے کوئی دیکھ نہ سکے۔

زوبروالڈ میں زندگی ابھی حرکت میں نہیں آئی تھی۔ سڈنی، ہولڈن پلازہ سے گزر کر پہاڑ کے دامن کی طرف بڑھ گیا۔ وہ انٹرلیکن جانے والی شاہراہ پر چلتا رہا، حتیٰ کہ قصبہ بہت دور رہ گیا۔ پھر اس نے پشت سے تھیلا کھولا اور ایک بڑے پتھر پر بیٹھ گیا۔ اب اسے انتظار کرنا تھا۔ ہوا سرد تھی لیکن آسمان صاف ہو چلا تھا۔ موسم خوشگوار تھا۔ وہ کوہ پیمائی کے لیے ایک اچھا دن معلوم ہوتا تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ ٹونی ایک اچھا پارٹنر ثابت ہو سکے گا یا نہیں۔

ٹونی کوہ پیما نہیں تھا لیکن صحت مند اور مضبوط اعصاب کا مالک ضرور تھا۔ سڈنی کو ایسے ہی ایک ساتھی کی ضرورت تھی۔ وہ تنہا یہ مہم سر نہیں کر سکتا تھا۔

سورج کی پہلی پہلی کرنیں، برفانی خنجر کا دستہ چوم رہی تھیں۔ وادی میں صبح اتر آئی تھی۔ پھر گاڑی کی آواز سنائی دی۔ ٹونی نے اس کے قریب پہنچ کر بریک لگائے اور کھڑکی سے سر نکال کر بولا۔ ''کہیں جانا ہے، آپ کو؟ آجائیے''۔

''اور یہ تم نے کیا پہن رکھا ہے؟''

''نیا لباس ہے۔ کل ہی خریدا ہے۔ اچھا لگ رہا ہوں نا؟''

سڈنی منہ بنا کر رہ گیا۔ وہ لباس بس دیکھنے دکھانے کے لیے تھا۔ یہ بات اطمینان بخش تھی کہ ٹونی نے جوتے اچھے منتخب کر لیے تھے۔ وہ کار میں بیٹھ گیا اور ٹونی کو راستہ سمجھانے لگا۔ زوبروالڈ کے قریب پہنچتے ہی سڈنی جھک گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اسے دیکھے۔ لوگ اس کا مقصد جانتے تھے لیکن انہیں اس کے اوقات عمل کا پتہ نہیں چلنا چاہیے تھا۔ اللہ جانے، اب وہ اسے روکنے کے لیے کون سا حربہ استعمال کرتے۔ وہ لوگ بھی اسی کی طرح مستقل مزاج ثابت ہو رہے تھے۔

''میں نے مسٹر ہولڈن کو فون کر دیا۔'' ٹونی نے بتایا۔ ''وہ کل یہاں پہنچ جائیں گے اور سنو میں ہر قدم پر تمہارے ساتھ رہوں گا۔ پہاڑ سے واپس دو آتے ہیں یا ایک، اس کا انحصار تم پر ہے۔''

''پولیس کو مطمئن کرنا آسان نہ ہوگا۔''

''میں کہہ سکتا ہوں، تم نے مجھ پر حملہ کیا تھا اور میں نے اپنے دفاع میں تمہیں قتل کر دیا۔ میں نے دوسرا ریوالور لے لیا ہے۔''

وہ زوبروالڈ سے گزر چکے تھے۔ سڈنی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ سڑک اب مغرب کی سمت جھکنے لگی تھی۔ پھر ایک جگہ سڈنی نے گاڑی رکوا دی۔ ''اب پیدل چلیں گے۔'' اس نے کہا پھر تمام سامان کے دو تھیلے بنائے اور ایک ٹونی کی طرف بڑھا دیا۔ اس کی توقع کے برعکس ٹونی نے کوئی احتجاج نہیں کیا۔ وہ تو برفانی خنجر کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر حیرت اور خوف کا ملا جلا تاثر تھا۔

''ہم ساتھ جائیں گے...... قدم قدم...... یہی کہا تھا نا تم نے۔'' سڈنی نے اسے چھیڑا۔ ''اب یہ نہ کہنا کہ تمہیں ڈر لگ رہا ہے۔''

''اوہ میں چٹانوں کے اس ڈھیر سے ڈروں گا۔'' ٹونی نے قہقہہ لگایا۔ ''آگے آگے چلو احمق جو کچھ تم کر سکتے ہو، وہ میں بھی کر سکتا ہوں۔''

سڈنی نے تھیلا پشت پر ڈالا اور چل دیا۔ سامنے سبزہ تھا۔ گھاس پر شبنم کے قطرے چمک رہے تھے۔ پھر اسے اوپر جانے والی پگڈنڈی مل گئی۔ چڑھائی بتدریج اور مسلسل تھی۔ شمالی رخ اسے واضح طور پر نظر آرہا تھا۔ اس کے قدموں کی رفتار تیز ہو گئی۔ صنوبر کے درختوں سے گزرتے ہوئے بالآخر وہ برفانی خنجر کی نوک تک پہنچ گئے۔ سڈنی نے نیچے دیکھا۔ سڑک، سانپ کی طرح زوبروالڈ کی طرف رینگتی دکھائی دے رہی تھی۔ کار کہیں نظر نہیں آرہی تھی۔

ٹونی زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ اسے وہ آرام کا لمحہ غنیمت معلوم ہو رہا تھا۔ سڈنی نے اس سے تھکن کے بارے میں پوچھا تو اس نے شدت سے نفی میں سر ہلا دیا۔ ''ہرگز نہیں میں بالکل تازہ دم ہوں۔''

''یہ تو بہت اچھی بات ہے۔'' سڈنی نے ہنس کر کہا۔ ''چلو خیمہ گاڑو...... اور کھانا تیار کرو؟''

''اور تم کیا کرو گے؟''

''گردوپیش کا جائزہ لوں گا۔'' سڈنی نے کہا پھر ٹونی کے چہرے پر شکوک کے سائے دیکھ کر وضاحت کی۔ ''یہ ہمارا بیس کیمپ ہوگا۔ ہمیں علم نہیں کہ کن غیر متوقع دشواریوں کا سامنا ہو سکتا ہے۔ خدا جانے، موسم ہی کوئی رنگ دکھا دے۔ کل طلوع آفتاب سے پہلے ہم سفر کا آغاز کریں گے۔ تم کیمپ لگاؤ...... میں گلیشیئر کا جائزہ لے کر سفر کے لیے نشانات لگا لوں۔ یوں وقت کی خاصی بچت ہو جائے گی۔''

ٹونی نے سر اٹھا کر برف کے میدان کو دیکھا...... ''تو یہ گلیشیئر ہے؟ سنا ہے، یہ پھسلتے بھی ہیں۔''

''ہاں...... پھسلتے بھی ہیں اور لڑھکتے بھی ہیں۔''

"ایسا ہوا تو ہم کیا کریں گے؟"

"ابھی ان کے لڑھکنے کا موسم نہیں ہے۔ فی الحال ہمیں صرف ان کی دراڑوں اور شگافوں سے بچنا ہوگا۔"

ٹونی سردی سے کانپ رہا تھا۔ اس کا نامعقول لباس ابھی سے کمزوری دکھا رہا تھا۔ سڈنی کو اس پر ترس آنے لگا۔ اس نے اپنا پرانا جیکٹ اتار کر اس کی طرف بڑھایا۔ "یہ پہن لو۔ یہ ہلکا بھی ہے اور گرم بھی۔"

ٹونی نے جیکٹ پہننے میں دیر نہیں لگائی سڈنی گلیشیئر کی طرف بڑھا تو ٹونی الاؤ کے لیے لکڑیاں جمع کر رہا تھا۔

سڈنی نے رسّی اور کلہاڑی سنبھالی اور اوپر چل دیا۔ پندرہ منٹ میں وہ اس جگہ پہنچ گیا، جہاں اوپر سے گری ہوئی برف جمی تھی۔ نیچے سے برفانی خنجر ایک ناہموار برفانی دریا معلوم ہو رہا تھا۔ اس میں جا بجا گھاٹیاں اور خطرناک دراڑیں تھیں۔ چوٹی سے گری ہوئی کوئی بھی چیز گلیشیئر کی کسی دراڑ میں اتر سکتی تھی۔ اس اعتبار سے برفانی خنجر جلاد تھا اور گلیشیئر گورکن! سڈنی کی مشاق نگاہیں گلیشیئر کی سطح کا جائزہ لے رہی تھیں۔ بظاہر تو کوئی دشواری سامنے نہیں آئی اس کے باوجود گلیشیئر کو اس وقت عبور کر لینا زیادہ مناسب تھا، جب وہ پہاڑ کے سائے میں پڑا ہو۔ دھوپ سے برف پگھلنے لگتی ہے تو پھسلنے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ وہ گلیشیئر پر راستہ متعین کرتے ہوئے، پتھر سے علامتی نشان لگانے لگا۔ اسے کام میں لطف آ رہا تھا۔ وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔ فارغ ہو کر گھڑی دیکھی تو اسے کیمپ سے روانہ ہوئے ایک گھنٹہ ہو چکا تھا۔ اتنی دور آنے کے بعد اسے واپس جاتے ہوئے افسوس ہونے لگا۔ "فکر نہ کرو۔ میں آ رہا ہوں۔" اس نے سر اٹھا کر برفانی خنجر سے کہا اور نیچے اترنے لگا۔

کیمپ کی طرف سے دھواں اٹھتا نظر آ رہا تھا۔ پھر اسے خیمہ دکھائی دیا تو اس نے ٹونی کو پکارا...... لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ قریب پہنچ کر اس نے ٹونی کو زمین پر بکھرا پایا۔ وہ الاؤ کے قریب لیٹ کر سو گیا تھا۔ سڈنی کو غصہ آ گیا۔ وہ توقع کر رہا تھا کہ گرما گرم کھانا اس کا منتظر ہوگا لیکن اب تاخیر ناگزیر تھی۔ اس نے ٹونی کو دھیرے سے ٹھوکر ماری اور غرایا۔

"اے خوابیدہ حسینہ، اٹھ اور اپنے حسن کے جلوے بکھیر۔"

...... لیکن ٹونی ہلا بھی نہیں۔ سڈنی نے اسے پلٹا۔ تب اسے جیکٹ کی پشت پر وہ سوراخ نظر آیا۔ جس سے خون رس رہا تھا۔ سڈنی نے بوکھلا کر سوراخ کو ٹٹولا۔ اس کی انگلیاں سرخ ہو گئیں۔ ٹونی سویا نہیں تھا...... بلکہ اس پر عقب سے گولی چلائی گئی تھی۔

☆====☆====☆

اچانک ٹونی نے سسکی لی۔ سڈنی کو اطمینان ہو گیا کہ وہ ابھی زندہ ہے۔ خون بہہ جانے کی وجہ سے وہ نیم غشی کی حالت میں تھا۔ اس کے منہ میں خون نہیں تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ کسی اہم ترین عضو کو نقصان نہیں پہنچا...... لیکن صورتِ حال تسلی بخش نہیں تھی۔ زندگی قطرہ قطرہ اس کے جسم سے خارج ہو رہی تھی۔ سڈنی نے جلدی سے اس کا جیکٹ اتارا پھر قمیض نوچ کر الگ کر دی۔ سوراخ بے حد ہموار اور واضح تھا۔ سڈنی نے اندازہ لگایا کہ حملہ آور نے چھوٹے بور کی رائفل استعمال کی ہے۔ کوئی سو گز دور صنوبر کا جھنڈ تھا۔ شاید گولی وہیں سے چلائی گئی تھی۔ سڈنی جانتا تھا کہ ٹونی اس کے دھوکے میں شکار ہوا ہے۔ بدقسمتی سے وہ اس کا جیکٹ پہنے ہوئے تھا۔ ویسے بھی حملہ آور کو علم نہیں تھا کہ سڈنی کو کوئی ساتھی میسر آ گیا ہے۔ سوال یہ تھا کہ نشانہ خطا ہوا ہے یا حملہ آور صرف اپنے شکار کو اس کی مہم سے باز رکھنا چاہتا تھا۔ سوئس لوگ اپنی نشانہ بازی پر ناز کرتے تھے۔ اچانک سڈنی کو وہ رائفل یاد آ گئی جو اس نے کینتھ کے گھر میں دیکھی تھی۔

پہلا مسئلہ ٹونی کی زندگی کا تھا۔ اس نے فرسٹ ایڈ بکس نکالا اور سلفا پوڈر لگا کر زخم پر پٹی باندھ دی۔ خون روکنا بہت ضروری تھا۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ ٹونی کی حالت تشویش ناک نہیں تھی لیکن مستند طبی امداد ضروری تھی اور ڈاکٹر صرف زوبروالڈ ہی میں مل سکتا تھا۔ سڈنی نے الاؤ سرد کیا، سامان خیمے میں رکھا اور ٹونی کو پشت پر لاد لیا۔ پھر برفانی خنجر پر افسردہ نگاہ ڈال کر ڈھلوانی پگڈنڈی پر چل دیا۔ ٹونی ہلکا پھلکا نہیں تھا، جلد ہی سڈنی کی آنکھوں کے سامنے نیلے پیلے دائرے ناچنے لگے لیکن قوت ارادی اور حوصلے نے اس کا ساتھ نہ چھوڑا۔ وہ راستے بھر سوچتا رہا کہ زوبروالڈ کے لوگوں کو سبق دے کر رہے گا۔ ایک جگہ رک کر اس نے آرام کیا اور پھر چل پڑا۔ اللہ اللہ کر کے دو گھنٹے بعد وہ کارتک پہنچ گیا۔

تقریباً دوپہر ہو چکی تھی اس نے ٹونی کو کار کی عقبی سیٹ پر ڈالا اور پوری رفتار سے قصبے کی طرف روانہ ہو گیا۔

تھکن بھی اس کے غصے کو دھیما نہیں کر سکی تھی۔ راستے میں کئی جگہ رک کر اسے ڈاکٹر کا پتہ پوچھنا پڑا۔ بالآخر وہ ڈاکٹر ارنسٹ کے گھر پہنچ گیا۔ دروازہ ڈاکٹر کی بیوی نے کھولا اور بولی۔ ''مجھے افسوس ہے آپ پھر کسی وقت تشریف لائیے۔ میرے شوہر ایک اہم میٹنگ میں جانے والے ہیں۔''

''میری کار میں جو شخص ہے، وہ اس وقت تک مر چکا ہوگا۔'' سڈنی نے سرد لہجے میں کہا۔

عورت نے سڈنی سے کہا کہ وہ زخمی کو کمرا نشست میں لے آئے۔ سڈنی نے ٹونی کو لے جا کر میز پر لٹا دیا۔ ڈاکٹر جلد ہی آ گیا۔ ''یہ کیا ہے، کار حادثہ؟'' اس نے پوچھا۔

''اسے گولی لگی ہے۔'' سڈنی نے ہانپتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر حیران نظر آیا لیکن اس نے مزید کوئی سوال نہیں کیا۔ وہ ٹونی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس نے پٹی کھولی، زخم کا معائنہ کیا، پھر زخم صاف کر کے نئی ڈریسنگ کر دی۔ بازو میں ایک انجکشن لگانے کے بعد اس نے ٹونی کے رخسار تھپ تھپائے۔ ٹونی کے جسم میں جنبش ہوئی۔

''یہ زندہ رہے گا۔'' ڈاکٹر نے کہا۔ ''البتہ خون کی ضرورت پڑے گی۔ چند روز آرام کرنا بھی ضروری ہے میں اسے ہسپتال بھجوا دیتا ہوں۔ وہاں اس کی مناسب نگہداشت ہو گی۔ ہمارے ہسپتال میں وہ تمام سہولتیں میسر ہیں جو جدید ترین ہسپتالوں کو نصیب ہوتی ہیں۔''

''مجھے معلوم ہے۔'' سڈنی نے کہا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ سب ڈگلس ہولڈن کی مہربانی سے ہے۔

''اور ہاں ...... مجھے حکام کو آگاہ کرنا ہوگا۔ تفصیل سے بتاؤ میرا خیال ہے یہ حادثہ ہوگا۔'' ڈاکٹر نے کہا۔

''حادثہ نہیں، غلط فہمی کا شاخسانہ ...... اپنی بات بہتر طور پر سمجھانے کے لیے میں آپ

کو اپنا نام بتا دوں۔ میں سڈنی ہوں۔''

ڈاکٹر کے چہرے پر زلزلے کے سے آثار نظر آئے۔

''میں سمجھا نہیں۔''

''آپ کا چہرہ کہہ رہا ہے کہ آپ سمجھ چکے ہیں۔''

''بات یہ ہے کہ تم نے مجھے چونکا دیا۔'' ڈاکٹر نے کہا۔ ''تم جب آئے تو میں ٹاؤن کونسل جا رہا تھا جہاں ایک اہم میٹنگ ہو رہی تھی۔ اس کانفرنس کا موضوع تم ہو مسٹر سڈنی، تمہاری زوبروالڈ میں موجودگی اور اس سے نمٹنے کا مسئلہ ...... سمجھے؟''

''اور تم لوگ اس شخص کا بیان بھی سنو گے جو اپنی دانست میں، میری پشت میں گولی اتار چکا ہے۔''

ڈاکٹر نے درشت لہجے میں کہا۔ ''تم ہم لوگوں کو کیا سمجھتے ہو؟''

''اس وقت قاتل سے بہتر لفظ تو مجھے یاد نہیں آ رہا۔''

''میرے خیال میں تو تمہیں بھی طبی امداد کی ضرورت ہے۔''

''میرا نہیں بلکہ اپنا علاج کرو ڈاکٹر۔ زوبروالڈ کا قصبہ دیوانگی کا شکار ہو چکا ہے۔'' سڈنی نے کہا۔ ''چلو ...... میٹنگ میں چلیں۔''

''چلیں؟'' ڈاکٹر کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں ...... میں اپنے جنازے میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔'' سڈنی نے کہا پھر ڈاکٹر کے چہرے پر منفی تاثر دیکھتے ہوئے بولا۔ ''مجھے دکھاؤ کہ تم لوگوں کے ہاتھ صاف ہیں۔ ایک شخص پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔ اس پر بات نہیں کرو گے؟ تم لوگ نہیں کرو گے تو یہ معاملہ انٹرلیکن میں ضرور زیر بحث آئے گا۔''

''اب تو مجھے بھی گمان ہونے لگا ہے کہ گولی غلط آدمی کو لگی ہے۔'' ڈاکٹر نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''یہ باتیں بعد میں بھی ہو سکتی ہیں ڈاکٹر۔''

''میں تنہا جاؤں گا۔'' ڈاکٹر کا لہجہ قطعی تھا۔ ''البتہ میں تمہیں اپنا پیچھا کرنے سے نہیں روک سکتا۔'' اس نے اپنی بیوی کو ہدایت کی کہ ہسپتال فون کر کے مریض کی وہاں

منتقلی کا بندوبست کر دے۔ اس کے بعد سڈنی کو خدا حافظ کہے بغیر ہی باہر نکل گیا۔

سڈنی بھی ٹونی کی گاڑی میں بیٹھ کر ڈاکٹر کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ ٹاؤن ہال، ہولڈن پلازہ میں واقع تھا۔ اس بات کا یقین ہوتے ہی سڈنی نے اپنی گاڑی آگے نکال لی۔ کچھ دیر بعد ڈاکٹر بھی آ پہنچا۔ ڈاکٹر نے اس کی طرف نہیں دیکھا۔ سڈنی اس کے پیچھے چل دیا۔

میٹنگ شروع ہو چکی تھی۔ ہال میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ افتادہ حصے میں میز کے گرد قصبے کے بزرگ بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے کرسیاں تھیں جو سب کی سب بھری ہوئی تھیں۔ بہت سے لوگ کھڑے تھے۔ سڈنی نے اِدھر اُدھر دیکھا کچھ جانے پہچانے چہرے بھی نظر آئے۔

ڈاکٹر میز کی طرف بڑھ گیا، جہاں اس کے لیے خالی کرسی رکھی تھی۔ سڈنی بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی کمرے میں سرگوشیاں گونجنے لگیں۔ جو لوگ سڈنی کو جانتے تھے، وہ اپنے ساتھیوں کو اس کے بارے میں بتا رہے تھے۔

وہ میز تک پہنچا تو کمرے میں خاموشی چھا گئی تھی۔ انٹونی، میئر کی حیثیت سے میٹنگ کی صدارت کر رہا تھا۔ وہ کھڑا ہوا۔ ''مسٹر سڈنی، یہاں آپ کا کوئی کام نہیں۔ یہ علاقائی میٹنگ ہے۔'' اس نے کہا۔

''میں اس کا افتتاح کروں گا اور مجھے یہ حق حاصل ہے۔ تم سب میری ہی وجہ سے یہاں جمع ہو۔ تمہیں میری تقریر سننا ہو گی۔''

''ہمیں کوئی دلچسپی نہیں۔''

''اتنے یقین سے مت کہو۔ پہلے ڈاکٹر ارنسٹ سے پوچھ لو۔''

ہر شخص ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ''بہتر ہے کہ اسے بولنے دو۔'' ڈاکٹر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

انٹونی بیٹھ گیا۔ ''ٹھیک ہے، بولو...... کیا کہنا ہے۔''

سڈنی نے مجمعے کی طرف رخ کیا۔ ''حضرات......'' اس نے بات شروع کی، پھر اضافہ کیا۔ ''......اور خاتون۔'' اچانک ہی اسے ایک طرف بیٹھی ہوئی کیتھ نظر آ گئی تھی۔ اس کا بھائی پال اس کے برابر ہی بیٹھا تھا۔

''معاف کیجئے گا مسز ہولڈن۔'' سڈنی نے سرخم کرتے ہوئے کہا۔ ''پہلے میں آپ

کو دیکھ نہیں سکا تھا۔ ویسے مجھے اندازہ لگا لینا چاہئے تھا کہ آپ تو لازمی طور پر موجود ہوں گی۔''

''جلدی بکو، تمہیں کیا کہنا ہے۔'' مجمعے میں سے کوئی چلایا۔

''میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ مجھے تو صرف آپ سب کا شکریہ ادا کرنا ہے۔'' سڈنی نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''شکریہ...... اس بات کا کہ آپ نے زوبروالڈ میں میرے قیام کو میرے لیے خوش گوار بنایا۔ شکریہ...... میری نقل و حرکت پر نظر رکھنے کا...... مجھے دنیا میں کہیں اتنی اہمیت نہیں دی گئی تھی، جتنی کہ آپ لوگوں نے دی ہے۔ آپ نے مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا۔ مجھے آپ کے بہترین ہوٹل سے نکال پھینکا گیا۔ مجھ پر آپ کے جوانوں نے حملے کئے۔ آپ کی طرح میں بھی حیران ہوں کہ میں اب تک زندہ کیسے ہوں۔ آج صبح جو کچھ ہوا، اس کے بعد، میری یہاں موجودگی ایک معجزہ ہی ہے۔''

''کیا کہنا چاہتے ہو؟'' کانسٹبل بوکلن برہم ہو کر بولا۔

سڈنی نے مجروح جیکٹ میز پر پھینک دیا۔ ''تم پولیس افسر ہو، خون کو یقیناً پہچانتے ہو گے۔ یہ خون میرا ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ یہ میرا جیکٹ ہے لیکن جس وقت گولی چلائی گئی، یہ میرے نہیں، بلکہ میرے ساتھی کے بدن پر تھا۔''

اچانک کمرے میں شور بلند ہو گیا۔ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہر شخص جھوٹ، جھوٹ کی گردان کرنے لگا۔

سڈنی نے کیتھ کا ردعمل دیکھنا چاہا کہ وہ حیران ہے یا مایوس...... لیکن لوگوں کی آڑ کے باعث وہ اس کی ایک جھلک بھی نہ دیکھ سکا۔

''مجھ پر یقین نہیں تو ڈاکٹر سے پوچھ لو۔'' سڈنی نے چیخ کر کہا۔

ایک مرتبہ پھر ڈاکٹر ارنسٹ سب کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ ''ہاں...... کم از کم اس حد تک تو یہ سچ بول رہا ہے۔'' ڈاکٹر نے کہا۔ ''میں نے ایک زخمی امریکن کی مرہم پٹی کی ہے۔''

انٹونی نے سڈنی کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ ''لیکن ارنسٹ!'' اس نے ڈاکٹر سے کہا۔ ''تمہارا مطلب ہے، کوئی حادثہ پیش آیا۔''

''تم اس سے بہتر تجویز پیش کر سکتے ہو۔'' سڈنی نے کہا۔ ''کہہ دو کہ ٹونی کو خود میں

"نے گولی ماری ہے۔"

انٹونی نے شکایتاً کہا۔ "الزام تو تم لگا رہے ہو۔"

"تب تو میں اور وضاحت سے بات کروں گا کہ زوبروالڈ کے کسی شخص نے ...... بلکہ ممکن ہے کہ وہ اس وقت، اس کمرے میں موجود ہو، آج صبح، میرے دھوکے میں، عقب سے میرے ساتھی پر گولی چلائی ہے۔" اس مرتبہ وہ کیتھ کو دیکھنے میں کامیاب ہو گیا۔ کیتھ کا چہرہ سپید پڑ گیا تھا اور وہ ایک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی۔ "اب مجھے بتایا جائے کہ اس سلسلے میں زوبروالڈ کے باشندے کیا کرنا چاہتے ہیں؟" اس نے کچھ توقف کے بعد پوچھا۔

کمرے میں پھر شور مچ گیا۔ لوگ چیخ چیخ کر اسے برا بھلا کہہ رہے تھے۔ پیچھے کھڑے ہوئے لوگ یوں جھپٹنے کی کوشش کر رہے تھے، جیسے اس پر حملہ آور ہونا چاہتے ہوں۔ "میرا خیال ہے مسٹر سڈنی۔ اب آپ کو یہاں سے چلے جانا چاہئے۔" انٹونی نے کہا۔

سڈنی نے مجمعے کو ہاتھ ہلا کر چپ ہونے کا اشارہ کیا۔ خاموشی چھا گئی۔ "تمہارے میئر کا کہنا ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں، ٹھیک ہے ...... میں برفانی خنجر کے نیچے اپنے بیس کیمپ میں واپس جا رہا ہوں۔ کل صبح میں شمالی رخ کا سفر شروع کروں گا۔ خدا نے چاہا تو میں اپنا کام پورا کروں گا۔" اس نے کچھ توقف کیا۔ "میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہاں کوئی ایسا بھی ہے جو میرا ساتھ دے سکتا ہو؟"

سب خاموش رہے۔ سڈنی ایک ایک چہرے کو دیکھتا رہا۔ "کوئی نہیں۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ "تم میں ایسا کوئی بھی نہیں، جسے ڈگلس ہولڈن یاد ہو۔ ڈگلس ہولڈن جو تمہارا محسن تھا۔"

لوگوں کی نظریں جھک گئیں۔ وہ پہلو بدلنے لگے۔

"مسٹر میئر، تمہیں یاد ہونا چاہئے کہ ڈگلس ہولڈن نے اس دم توڑتے ہوئے قصبے کو نئی زندگی دی تھی۔" اس مرتبہ سڈنی کا لہجہ تلخ تھا۔ "تمہیں یاد ہونا چاہئے ڈاکٹر کہ وہ ہسپتال، جس کا تم بڑے فخر سے تذکرہ کر رہے تھے، ڈگلس ہولڈن نے بنوایا تھا۔ تمہیں یاد

ہونا چاہئے میزل کہ ڈگلس ہولڈن ہم میں سے تھا۔ وہ کوہ پیما تھا۔ مسٹر ڈونر تمہیں یاد ہونا چاہئے کہ تمہارے شیلف میں وہ پیالی رکھی ہے، جس پر ڈگلس ہولڈن کے دستخط کنندہ ہیں۔ تم سب کو کچھ نہ کچھ یاد ہونا چاہئے ...... لیکن تم بھول چکے ہو۔ کیا اس پورے غول میں ایک مرد بھی نہیں ہے؟" اس نے تحقیر آمیز لہجے میں بات ختم کی۔

جواب میں خاموشی برقرار رہی۔ سڈنی نے قہقہہ لگایا۔ "ٹھیک ہے میں تنہا یہ کام کروں گا۔ اگر تم میں میرا ساتھ دینے کی مردانگی نہیں ہے تو تم مجھے روک بھی نہیں سکتے۔ تم میں سے کوئی اتنا مرد بھی نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر وہ ہال سے نکل آیا۔ کن انکھیوں سے اس نے دیکھا کہ کیتھ کی کرسی خالی تھی۔ پال البتہ موجود تھا۔ ایک احمقانہ امید اس کے دل میں جاگ اٹھی۔ شاید باہر وہ اس کی منتظر ہو۔ شاید وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہے کہ وہ مجرم نہیں ہے۔ شاید وہ کہے کہ تم پر قاتلانہ حملے میں میرا ہاتھ نہیں ہے۔ لیکن وہ موجود نہیں تھی۔

بہرحال وہ انہیں تنبیہ کر چکا تھا۔ مرد ہو یا عورت ...... وہ کہہ چکا تھا کہ اب گولی کا جواب گولی سے دیا جائے گا۔

بیس کیمپ ویسا ہی تھا جیسا وہ چھوڑ گیا تھا۔ کسی گڑبڑ کے آثار نظر نہ آئے۔ سڈنی نے الاؤ روشن کیا۔ کافی بنانے کے بعد اس نے ٹونی کے سامان کی تلاشی لی اور پستول نکال لیا۔ اس نے ٹونی کی ٹوپی ایک درخت کی شاخ پر لٹکائی اور کچھ دیر نشانے بازی کی مشق کرتا رہا۔ اس کا نشانہ ٹھیک ٹھاک تھا۔ مطمئن ہو کر اس نے پستول کو بیلٹ میں اڑس لیا۔

دن گھٹتے گھٹتے شام میں ڈھلا ...... جھٹ پٹا چھایا اور اچانک ہی رات اتر آئی۔ بھوک نہ ہونے کے باوجود سڈنی نے اپنے لیے کھانا پکایا اور زبردستی تھوڑا سا زہر مار بھی کیا۔ اسے اگلے روز جسمانی توانائی کی شدید ضرورت تھی۔ اسی خیال سے وہ جلدی سونے کے ارادے سے لیٹ گیا۔ اس نے خیمے کو اس طرح بند کیا تھا، جیسے وہ اندر ہو...... لیکن بستر اس نے باہر بچھایا تھا...... ایک جھاڑی کی اوٹ میں!...... اس نے چیلنج کیا تھا کہ وہ تنہا یہ مہم سرانجام دے گا، لیکن وہ جانتا تھا کہ عملاً یہ کام بے حد دشوار ہے۔ وہ اس سلسلے میں سوچتا رہا۔ واپسی ممکن نہیں تھی۔ اس نے کبھی کسی پہاڑ کو بیٹھ نہیں دکھائی تھی۔ جلد ہی اس کی آنکھ

لگ گئی۔

نہ جانے کس احساس کے تحت وہ بیدار ہو گیا۔ رات پہلے کی طرح سیاہ تھی۔ الاؤ میں لکڑیاں چٹخ رہی تھیں۔ وہ چوکنا ہو گیا۔ اچانک اسے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ کوئی کیمپ کی طرف آ رہا تھا۔ اس نے تیزی سے کمبل اتارے اور جھاڑی کی اوٹ میں دبک گیا۔ آنے والا خیمے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ محض ایک سایہ تھا۔ سڈنی کے لیے اسے پہچاننا ناممکن تھا۔ اس نے للکارنا مناسب نہ سمجھا اور تیزی سے اچھل کر سائے کی گردن گرفت میں لے لی پھر پستول کی نال اس کی کمر سے لگا دی، سائے نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ حیران تھا۔ سڈنی خود بھی حیران رہ گیا۔ ''تم ...... تم یہاں کیا کر رہے ہو؟'' اس نے کہا۔

''تم اپنے مدعوئین کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہو! کیا تم سمجھتے تھے کہ زوبروالڈ میں واقعی کوئی مرد نہیں ہے۔'' پال مسکرا کر بولا۔

''تمہیں پکار کر آنا چاہیے تھا۔''

''کیا تم مجھے شوٹ کر دیتے؟'' پال نے پستول کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

سڈنی نے کوئی جواب نہ دیا اور پستول بیلٹ میں اڑس لیا۔ پال دوست کی حیثیت سے آیا تھا۔

''میں تو تمہیں ٹاؤن ہال میں ہی پکار لیتا ...... لیکن میں سب کے مذاق کا نشان نہیں بننا چاہتا تھا۔'' پال نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''وہ مجھے بچہ سمجھتے ہیں۔''

''کیتھ جانتی ہے کہ تم یہاں ہو؟''

''ہرگز نہیں۔ وہ تو مجھے بالکل ہی دودھ پیتا بچہ سمجھتی ہے۔ اگر اسے میرے ارادے کی ہوا بھی لگ جاتی تو یقیناً میرا کمرا مقفل کر دیتی۔ وہ سمجھتی ہو گی کہ میں سو رہا ہوں۔''

سڈنی نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ صبح کے تین بجے تھے۔ ''ٹھیک ہے۔'' اس نے کہا۔

''ابھی اتنا وقت ہے کہ تم واپس چلے جاؤ اور کسی کو پتہ بھی نہ چلے۔''

''میں واپس نہیں جاؤں گا۔ آپ تو مجھ سے بچوں کا سا برتاؤ نہ کریں۔'' پال گڑگڑانے لگا۔ ''میں اب مرد ہوں۔''

''میں سمجھتا ہوں۔'' سڈنی نے کہا۔ لڑکے کے لہجے نے اس کے دل میں ہمدردی

پیدا کر دی تھی۔ وہ اپنے اثباتِ وجود کو تسلیم کروانے کے لیے تڑپ رہا تھا۔ اس کی نظروں سے پتہ چلتا تھا کہ سڈنی اس کے لیے ہیرو کی حیثیت رکھتا ہے۔ ''تم نے کبھی کوہ پیمائی کی ہے؟'' سڈنی نے پوچھا۔

''تھوڑی بہت ...... لیکن میری عمر گائیڈز کی گفتگو سنتے گزری ہے۔ میزل میرا آئیڈیل ہے۔''

''کیتھ نے بتایا تھا کہ تم بیمار ہو؟''

''کیتھ عورت ہے ...... اور عورتیں ہمیشہ خوفزدہ رہتی ہیں۔'' پال نے برا سا منہ بنایا۔ ''اب میں بیمار نہیں ہوں۔''

اسے دیکھ کر سڈنی کو ایک اور نوجوان یاد آ گیا ...... سڈنی ...... جب اس نے پہلی چوٹی سر کی تھی تو وہ بھی اتنا ہی بڑا تھا۔ اس کے راستے میں کسی نے رکاوٹ کھڑی نہیں کی تھی تو وہ اب پال کے ساتھ زیادتی کیوں کرے؟ کام خطرناک تھا ...... لیکن مردوں کا کام ہی خطرات سے کھیلنا ہے۔ مسئلہ صرف یہ تھا کہ پال ایک ناتجربہ کار لڑکا ہی نہیں، کیتھ کا بھائی بھی تھا۔

''تم جانتے ہو کہ میری مہم کی نوعیت کیا ہے؟''

''آپ مسٹر ہولڈن کی لاش اتارنے جا رہے ہیں۔''

''تم جانتے ہو، وہ کیسے مرا تھا؟''

''سب جانتے ہیں کہ وہ ایک حادثہ تھا۔'' پال کے لہجے میں الجھن تھی۔ ''میں انہیں زیادہ نہیں جانتا۔ کیتھ کی شادی ہوئی تھی تو میں تعلیم کے سلسلے میں قصبے سے باہر تھا۔ ان سے زیادہ بات چیت تو نہیں رہی لیکن وہ مجھے اچھے لگتے تھے۔''

''اتنے اچھے کہ تم ان کے لیے اپنی زندگی داؤ پر لگا سکتے ہو؟''

''میں تو آپ کے کہنے پر آیا ہوں، مسٹر سڈنی۔''

سڈنی سوچ میں پڑ گیا۔ لڑکا اپنی نہیں بلکہ کیتھ کی زندگی بھی داؤ پر لگا رہا تھا اور اسے اس کا احساس نہیں تھا۔ سڈنی کو ندامت کا احساس ہوا کہ وہ ایک بھائی کو اس کی بہن کے خلاف استعمال کر رہا ہے لیکن معاملہ قتل کا تھا ...... اور اسے ایک ساتھی کی شدید ضرورت

تھی۔

پال نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''یقین کریں، مجھے ساتھی بنا کر آپ کو افسوس نہیں ہو گا۔''

''لیکن یاد رکھنا، نتیجہ کچھ بھی نکلے، اس کے ذمے دار تم ہو گے۔''

پال نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ''تو اب شروع کر دیں سفر؟'' اس نے پوچھا۔

''نہیں۔ تم دو گھنٹے سو سکتے ہو۔ چلتے وقت میں تمہیں جگا دوں گا۔'' سڈنی نے کہا۔

پال کو مایوسی ہوئی۔ تاہم اس نے احتجاج نہیں کیا۔ وہ بڑی فرمانبرداری سے سڈنی کے بستر پر لیٹا ...... اور جلد ہی اسے نیند آ گئی۔ سڈنی نے الاؤ میں مزید لکڑیاں ڈالیں اور شعلوں کو گھورنے لگا۔ یوں تو ہر مہم کے آغاز پر ایک فطری خوف، ہر کوہ پیما پر غالب آ جاتا ہے لیکن اس بار سڈنی کا خوف دو چند تھا۔ یہ مہم اس کی عزت اور انا کا مسئلہ بن گئی تھی۔ وہ کیتھ کو قاتل ثابت نہیں کرنا چاہتا تھا...... لیکن اس کے لیے حقیقت جاننا بھی ضروری تھا۔

آسمان کی رنگت دھیرے دھیرے تبدیل ہونے لگی۔ اس نے ناشتہ تیار کرنے کے بعد ہی پال کو جگایا۔ ناشتے کے بعد اس نے سامان کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور نسبتاً بھاری تھیلا اپنے لیے مخصوص کر لیا۔ پال بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ اس نے سامان کا تھیلا پشت پر لٹکا لیا۔

''میرے پیچھے پیچھے آ جاؤ۔ تھکنے لگو تو بتا دینا'' سڈنی نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

وہ دس بارہ قدم چلا ہو گا کہ اسے کسی کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا...... پال بھی ڈھلان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ چیخ دوبارہ سنائی دی پھر کوئی تیزی سے ان کی طرف بڑھتا چلا آیا۔ سڈنی کی دھڑکنیں بے ربط ہو گئیں۔ ''میرے خدا'' پال کراہا۔ ''یہ تو کیتھ ہے۔ جلدی چلیے ...... یہ ظاہر کیجیے کہ ہم نے آواز سنی ہی نہیں ہے۔'' اس کے لہجے میں مایوسی تھی۔

''نہیں لڑکے...... اب یہ ممکن نہیں رہا۔'' سڈنی نے جواب دیا۔

کیتھ ہانپتی ہوئی ان کے قریب پہنچ گئی۔ وہ کوہ پیماؤں والے لباس میں تھی۔ اس نے آتے ہی پال کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ''احمق ...... کہاں جا رہے ہو تم؟''

''تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میں یہاں ہوں؟'' پال نے بے رخی سے پوچھا۔

''تمہارا خالی بستر دیکھتے ہی مجھے اندازہ ہو گیا تھا۔ تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔''

اس نے پال کو ڈانٹا اور پھر سڈنی کی طرف متوجہ ہو گئی۔ ''اور تم ...... میں نے سوچا تھا کہ کم از کم تم میں ایک خوبی تو ہے کہ تم اچھی فطرت کے مالک ہو۔ تم نے ایک بچے کو ساتھ لے کر خودکشی کرنے کی جرأت کیسے کی؟''

''پال خود آیا ہے۔'' سڈنی نے جواب دیا۔

''یہ بچہ ہے، تم تو بچے نہیں ہو۔ مرنے کا شوق ہے تو جاؤ مرو...... لیکن میرے بھائی کو تو مجھ سے مت چھینو۔'' وہ چلائی۔

''پال بچہ نہیں ہے۔ یہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکتا ہے۔ تم اسے کب تک گھونسلے تک محدود رکھو گی؟''

''پال نے تمہیں کچھ نہیں بتایا؟'' کیتھ اسے مشکوک نظروں سے دیکھنے لگی۔

''کیا نہیں بتایا؟''

''چار سال کی عمر میں اسے شدید بخار ہوا تھا تو اس کا دل کمزور ہو گیا تھا۔ یہ زندگی میں کبھی کوہ پیمائی نہیں کر سکتا...... ذرا سی مشقت بھی مہلک ثابت ہو سکتی ہے۔''

''کیتھ کی بات پر یقین نہ کرنا۔ یہ تمہیں متاثر کر کے میری خوشی برباد کرنا چاہتی ہے۔'' پال چلایا۔ ''میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔''

''میں سچ کہہ رہی ہوں سڈنی۔'' کیتھ نے زور دے کر کہا۔ ''یہ مہم پال کے لیے مہلک ثابت ہو گی یہ چوٹی تک پہنچ بھی نہیں سکے گا۔''

سڈنی نے دونوں کو باری باری دیکھا۔ ''میں ایسے بہت سے جھوٹ سن چکا ہوں جو سچ معلوم ہوتے ہیں۔'' اس نے سرد لہجے میں کہا۔ ''تم صرف مجھے اس مہم سے روکنا چاہتی ہو۔ پال مجھے ٹھیک ٹھاک دکھائی دیتا ہے اور اس سلسلے میں پُراعتماد ہے...... مجھے ایک ساتھی کی ضرورت ہے۔ میں اسے زبردستی نہیں لے جا رہا ہوں۔''

''میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی...... سنا تم نے۔'' کیتھ چیخی۔

''کیسے روکو گی؟ اس بار تو تم رائفل بھی نہیں لائیں؟'' سڈنی نے مضحکہ اڑایا۔

"تم اس پر مُصر کیوں ہو؟ آخر تم مجھ سے کتنی نفرت کرتے ہو؟"

"مجھے تم سے نفرت نہیں بلکہ یہ میرا فرض ہے، میرا کام ہے اور مجھے اس کا معاوضہ ملے گا۔"

"میں تمہیں اس سے زیادہ معاوضہ دوں گی۔ میں تمہیں ہولڈن کی آدھی جائیداد دے دوں گی...... جو کچھ میرے پاس ہے، سب دے دوں گی۔ پال کو چھوڑ دو۔"

"پیش کش کا شکریہ...... لیکن تم وقت ضائع کر رہی ہو۔" سڈنی نے کہا۔ "چلو پال۔"

کیتھ ان کے درمیان آگئی۔ "پال کو چھوڑ دو...... میں تمہارا ساتھ دوں گی۔ میں پال کی طرح ناتجربہ کار نہیں ہوں...... کئی مرتبہ یہ چوٹی سر کر چکی ہوں۔"

سڈنی چند لمحے سوچتا رہا۔ "تم احمق ہو یا مجھے احمق سمجھتی ہو؟" بالآخر وہ بولا۔ "تمہیں پارٹنر بنا کر میں اپنی موت کو یقینی بنا لوں۔ پال ناتجربہ کار سہی، کمزور سہی لیکن قابل اعتبار ہے۔ وہ پشت سے مجھ پر وار نہیں کرے گا۔ نہیں خاتون شکریہ...... پہاڑ پر لٹکا ہوا ایک آدمی کافی ہے۔"

"تم سمجھتے ہو میں تمہیں نقصان پہنچا سکتی ہوں؟"

"کیوں نہیں...... تم اس سلسلے میں خاصی تجربہ کار ہو۔"

"احمق آدمی، میری پیش کش صرف پال کی نہیں، تمہاری بھلائی کے لیے بھی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے...... میں تیار ہو کر کیوں آئی ہوں۔" اس نے اپنے لباس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، نرم لہجے میں کہا۔ "پاگل...... دیوانے یہ تو سوچو کہ میں اتنی رات کو پال کے بیڈروم میں کیوں گئی تھی...... میں اسے الوداع کہنے گئی تھی...... اس کے غائب ہونے کا پتہ چلنے سے پہلے میں تیار ہو چکی تھی...... فیصلہ کر چکی تھی کہ میں تمہیں تنہا نہیں جانے دوں گی۔ میں تمہارے پاس آنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔"

"تاکہ ایک آخری کوشش کر لو۔" سڈنی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تاکہ تمہیں سمجھاؤں کہ نہ جاؤ۔ یہ بھی سوچ لیا تھا کہ تم نہ مانے تو میں ساتھ جاؤں گی۔ اکیلے جانے کی صورت میں تمہاری موت یقینی ہے اور میں تمہیں مرنے نہیں دینا

چاہتی۔" کیتھ نے بڑی سادگی سے کہا۔ "یقین کرو، میں تم سے محبت کرتی ہوں۔"

سڈنی نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ یہ الفاظ سننے کے لیے وہ کب سے ترس رہا تھا لیکن اس وقت یہ سن کر وہ خوش نہیں ہوا۔ "لعنت ہو تم پر۔" وہ غرایا۔ "کیا تم ایک بار بھی سچائی کے ساتھ، اصولوں کے ساتھ نہیں لڑ سکتیں؟"

"میں لڑ ہی کہاں رہی ہوں۔ میں نے تو ہتھیار ڈال دیے ہیں۔"

"اور ڈگلس ہولڈن کے متعلق کیا کہو گی؟ تم اس کے ساتھ بھی تو گئی تھیں۔ تم نے اس سے بھی محبت کا دعویٰ کیا ہو گا؟"

کیتھ نے نفی میں سر ہلایا۔ "مجھے اس سے نفرت تھی۔"

"تو تم نے اس سے شادی کیوں کی؟"

"اس نے مجھے خریدا تھا۔" کیتھ نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔ "اور کیا اعتراف کرانا چاہتے ہو، مجھ سے؟ یہی کہ اس کی موت حادثاتی نہیں تھی؟ یہی کہ میں جھوٹ بولتی رہی ہوں؟ ٹھیک ہے، میں ہر بات کا اعتراف کرتی ہوں۔"

سڈنی کا وجود جیسے مایوسیوں سے بھر گیا۔ "مجھے یہ سب کچھ کیوں بتا رہی ہو؟"

"میں ایک سال سے ظاہر داری برت رہی ہوں۔ اب میں یہ بوجھ برداشت نہیں کر سکتی...... تمہاری زندگی کی قیمت پر تو کبھی نہیں۔" کیتھ نے محبت آمیز لہجے میں کہا۔ "تم جیت گئے سڈنی۔ اس مہم کو ترک کر دو۔ تمہیں وہ مل گیا۔ جس کے لیے تم یہاں آئے تھے...... میرا اعتراف جرم!"

سڈنی چند لمحے اپنے بپھرے ہوئے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر بڑی مشکل سے بولا۔ "میں ڈگلس کی لاش حاصل کرنے آیا ہوں۔ میرا کام ابھی نامکمل ہے۔"

"تم میرا اعتراف جرم نہیں سنو گے؟"

"آرتھر ہولڈن آج آ رہا ہے، اسے سنا دینا۔"

پال اب تک خاموشی سے سنتا رہا تھا۔ اس نے کیتھ کے کاندھے تھام کر اسے جھنجھوڑ ڈالا۔ "کیتھ تم کیا کہہ رہی ہو۔ سب جانتے ہیں کہ ہولڈن کی موت گرنے کی وجہ سے ہوئی تھی۔" اس کے چہرے پر الجھن کا تاثر تھا۔

"پال ...... پلیز، اس معاملے میں دخل مت دو۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ آخر یہ شخص تم پر کس قسم کا الزام لگا رہا ہے۔" پال نے کہا اور سڈنی کے سامنے تن کر کھڑا ہوگیا۔ اب وہ اپنی بہن کا محافظ تھا۔ "سڈنی، سوچ سمجھ کر بات کرو۔ سمجھے؟ تم میرے ہوتے ہوئے میری بہن کو اذیت نہیں دے سکتے۔"

"تم اچھے لڑکے ہو پال ...... اپنی بہن کے ساتھ واپس چلے جاؤ۔"

"کیتھ نے کسی کو قتل نہیں کیا۔ یہ کسی کو قتل نہیں کرسکتی۔ تم جھوٹے ہو ...... اور تمہارا جھوٹ ثابت کرنے کے لیے میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ مسٹر ہولڈن کی لاش واپس لاؤں گا ...... پھر تم دیکھو گے ......" پال کا بدن لرز رہا تھا ...... سانس اکھڑ رہی تھی۔ اچانک ہی وہ زمین پر گر گیا۔

"پال۔" کیتھ اس کی طرف جھپٹی۔ "میرے بچے ...... پیارے بچے ...... آخر تم میری بات کیوں نہیں مانتے۔" اس نے پال کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا اور ایک شیشی میں سے چھوٹا سا کیپسول نکال کر پال کو دیا۔ "اسے زبان کے نیچے رکھ لو بیٹے اور جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔"

"مجھے افسوس ہے۔" سڈنی بڑبڑایا۔

"یہ سب کچھ اوپر ہوتا تو زیادہ برا ہوتا۔" کیتھ نے سڈنی کو شاکی نگاہوں سے دیکھا۔ "اب پارٹنر کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"میں اکیلا جاؤں گا۔"

"تم پاگل ہو۔" کیتھ نے غصے سے کہا۔ "مجھ سے خوفزدہ ہو۔ اچھا، میں آرتھر ہولڈن کے نام خط لکھ کر پال کو دوں گی۔ اس میں ڈگلس کی موت کی تفصیل ہوگی۔"

"اس سے کیا فرق پڑے گا؟"

"دیوانے ...... اس کے بعد میں تمہیں مارنے کی کوشش تو نہیں کروں گی۔"

"پال کو کیا ضرورت ہے کہ وہ اعتراف نامہ آرتھر کو دے؟"

کیتھ نے سڈنی کو طنزیہ نظروں سے دیکھا۔ "میں سمجھتی تھی کہ تم طبعاً جواری ہو۔ خیر ...... پال یہاں سے واپس جائے گا اور سب کو بتائے گا کہ ہم دونوں شمالی راستے سے چڑھ

رہے ہیں۔ یقین کرو ...... وہ سب دور بینوں سے چمٹ جائیں گے۔ ان میں آرتھر بھی ہوگا۔ ہر ہر لمحہ ہم ان کی نظروں کے سامنے ہوں گے۔ بس سڈنی ...... میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کرسکتی۔"

سڈنی اسے الجھن آمیز نظروں سے دیکھتا رہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ تم یہ سب کچھ کیوں کر رہی ہو۔"

"اف ...... اعتبار سے محروم آدمی کتنی اذیت اٹھاتا ہے۔" کیتھ کے لہجے میں ہمدردی تھی ...... دکھ تھا۔ "جو شخص پہاڑوں سے نہیں ڈرتا۔ وہ ایک عورت سے کیسے خوفزدہ ہوسکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اعترافِ جرم لکھ دو۔" سڈنی نے کہا۔ "ہمارا سفر بہت طویل ہے۔"

کیتھ لکھنے میں مصروف ہوگئی ...... اور سڈنی گھٹنوں کے بل، پال کے پاس بیٹھ گیا۔

"تم نے سنا؟" اس نے پوچھا۔

پال نے سر اٹھایا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ "یہ سچ نہیں ہے۔" اس نے سرگوشی کی۔ "میں یقین نہیں کرسکتا۔"

سڈنی کا دل جیسے پگھل گیا۔ "بیٹے، آگہی اور حقیقت کا عرفان ہی بچوں کو بڑا بناتا ہے۔" اس نے بڑی شفقت سے کہا۔ "اپنے متعلق، دوسروں کے متعلق، خاص طور پر ان لوگوں کے متعلق، جن سے تمہیں محبت ہے ...... حقائق تسلیم کرنا ہی سب سے بڑی آگہی ہے۔ اذیت تو ہوتی ہے لیکن اس کے بعد محبت میں کچھ اور لذت ہوتی ہے۔" اس نے کیتھ کو بڑی محبت سے دیکھا۔

پال نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں، میں یقین نہیں کرسکتا۔"

کیتھ نے سڈنی کی طرف کاغذ بڑھایا۔ سڈنی نے کاغذ لیا، اس پر نظر ڈالے بغیر اسے تہہ کر کے پال کی طرف بڑھا دیا۔ اس میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ کیتھ کے جرائم کی تفصیل پڑھتا۔ دل کا زخم پہلے ہی کچھ کم گہرا نہیں تھا۔ "میں اوپر تمہارا منتظر ہوں۔" اس نے کیتھ سے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

چند لمحے بعد کیتھ اس کے پاس پہنچ گئی۔ اس کی پشت پر سامان کا تھیلا تھا۔ اس نے

آسمان کی طرف دیکھا اور بولی۔ ''یہ ویسی ہی صبح ہے۔ ممکن ہے، ہمیں اس روز کی طرح موسم کی تلون مزاجی کا سامنا کرنا پڑے۔''

''اگر تم مجھے خوفزدہ کرنا چاہ رہی ہو تو ناکام رہو گی۔''

''صرف یہ ذہن میں رکھو کہ برفانی خنجر مجھ سے زیادہ عیّار ہے۔''

''میں دونوں کی طرف سے محتاط رہوں گا۔''

سڈنی گزشتہ روز کے ترتیب دیئے راستے پر چلتا رہا۔ وہ آگے آگے تھا۔ اس نے جب بھی مڑ کر دیکھا، کیتھ کو قدم بہ قدم چلتے پایا۔ جلد ہی انہوں نے گلیشیئر عبور کر لیا۔ اب برفانی خنجر کا عمودی حصہ ان کے سامنے تھا۔ سڈنی نے تھیلا اتار کر رکھا اور ایک چٹان پر بیٹھ کر گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ ''میری تجویز ہے کہ اب میں آگے ہوں۔'' چند لمحے بعد کیتھ نے خاموشی توڑ دی۔ ''تم یہاں اجنبی ہو جبکہ میرے لیے برفانی خنجر جانا پہچانا ہے۔''

سڈنی نے شمالی دیوار کو تعجب سے دیکھا۔ دور سے دیوار ہموار نظر آتی تھی لیکن قریب سے دیکھنے پر پتہ چلا کہ وہ تہہ در تہہ چٹانوں سے تعمیر ہوئی ہے۔ اوپر جا کر دیوار آگے کو جھکتی محسوس ہوتی تھی۔ ''ٹھیک ہے۔'' سڈنی نے جواب دیا۔

کیتھ نے پلٹ کر زوبروالڈ کی طرف دیکھا، صرف چھتیں ہی چھتیں نظر آ رہی تھیں، جنہیں صبح کی نرم دھوپ چوم رہی تھی۔ ''پہلی مرتبہ جب میں یہاں آئی تو پال سے بھی چھوٹی تھی۔ اس وقت ڈیڈی میرے ساتھ تھے۔'' اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''جب سے برفانی خنجر کچھ تبدیل بھی ہوا ہے؟''

''نہیں ...... البتہ میں بدل گئی ہوں۔ خوفزدہ میں اس وقت بھی تھی اور اب بھی ہوں۔ بس، خوف کی نوعیت تبدیل ہو گئی ہے۔''

''سوئٹزرلینڈ میں قتل کی سزا کیا ہے؟''

''پھانسی۔'' کیتھ نے جواب دیا۔ ''تمہیں یہ سن کر خوشی ہو گی۔''

''میں تمہیں واپسی کا آخری موقع دے سکتا ہوں۔'' سڈنی نے کہا۔ ''میں تمہاری کہی ہوئی ہر بات بھول جاؤں گا۔ میں تمہاری گردن میں اپنی وجہ سے پھانسی کا پھندا نہیں دیکھنا چاہتا۔''

''معاہدہ ہو چکا ہے۔ میں معاہدہ نہیں توڑوں گی یا پھر تم بھی میرے ساتھ واپس چلو۔''

سڈنی خاموش رہا۔

''سڈنی ہم ایک بندھن میں بندھے ہوئے ہیں۔'' چند لمحے بعد کیتھ نے کہا۔ ''اچھا ہو یا برا۔ یہ بندھن ایک عجیب سی شادی جیسا ہے۔''

سڈنی نے رسّی نکالی اور ایک سرے سے اپنی کمر کے گرد باندھ لی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیتھ کی پہلی شادی برفانی خنجر پر ہی اختتام کو پہنچی تھی۔ کیتھ نے رسّی کا دوسرا سرا اپنی کمر کے گرد باندھ لیا۔ اب ان دونوں کے درمیان نائلون کی ساٹھ فٹ رسّی حائل تھی۔ درمیانی رسّی کے دو لچھے بنا کر انہوں نے اس فاصلے کو نصف کر لیا۔ پھر بغیر ایک لفظ کہے، انہوں نے برفانی خنجر کے عمودی سفر کا آغاز کر دیا۔

وہ دیوار کے داہنے رخ سے چڑھ رہے تھے۔ اسے پہلا ستون کہا جاتا تھا۔ راستے میں کئی چھوٹی چھوٹی دراڑیں آئیں پھر چونے کی چٹانوں کے چھجوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان سے بچتے ہوئے، وہ ستون کے اوپر جا پہنچے وہاں سے افقی سفر کر کے وہ اس دراڑ کے قدموں تک پہنچے جو اسّی فٹ بلند تھی۔ اس دراڑ کے ذریعے وہ بالائی چٹان تک پہنچ سکتے تھے لیکن پگھلی ہوئی برف نے دراڑ کو مخدوش بنا دیا تھا۔ اب تک کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔

سڈنی نے کیتھ کی طرف دیکھا اور متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ بہت اچھی کوہ پیما ثابت ہو رہی تھی۔ اس نے اپنا جسم چٹانوں سے دور رکھا تھا اور اپنے قدموں پر انحصار کر رہی تھی۔ وہ اوپر چڑھنے کے لیے زور بھی نہیں لگا رہی تھی۔ اس کا انداز کسی ماہر رقاصہ جیسا تھا۔ اس کے قدم اور ہاتھ کبھی ایک ساتھ حرکت نہیں کرتے تھے۔ بالائی چٹان ایک چھجے کی شکل میں تھی اور نیچے ایک قدرتی غار تھا۔ انہوں نے چند لمحے سانس درست کیا پھر سڈنی نے کیتھ کی تکنیک کی تعریف کی۔ کیتھ مسکرائی۔ ''یہ تو آسان حصہ تھا۔'' اس نے کہا۔ ''زوبروالڈ میں کہا جاتا ہے کہ پہلی ساعت میں انسان کا پلہ بھاری رہتا ہے اور دوسری میں برفانی خنجر کا......''

''اور تیسری میں؟''

"اس کے بعد سب کچھ خدا کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے۔"

وہ مشرق کی سمت، اترائی میں چل دیئے تو انہیں مکھیوں کی طرح، دیوار سے چپک کر چلنا پڑا۔ اس بلندی پر برف کی تہہ بھی نسبتاً پتلی اور نرم ہوگئی تھی ...... برف چٹخنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ پگھلتی ہوئی برف ہیرے دھیرے پتھروں کو اپنی گرفت سے آزاد کررہی تھی۔ کئی بار پتھروں کے ذرات سڈنی کے چہرے سے ٹکرائے تھے۔ کیتھ اس طرف سے بے نیاز ایک چٹان کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہاں نہ کوئی دراڑ تھی اور نہ ہی کوئی قدرتی راستہ تھا۔ قریب پہنچنے پر سڈنی کو وہاں کیلیں گڑی ہوئی نظر آئیں۔ یہ وہ حصہ تھا جو کوہ پیماؤں کو المیوں سے دوچار کرتا رہا تھا۔ "اب ہمیں لمبی رسّی درکار ہوگی۔" کیتھ نے پکارا۔

سڈنی نے ڈیڑھ سو فٹ لمبی رسّی نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔ کیتھ نے پہلی کیل کو ہتھوڑے کی مدد سے اور مضبوط کیا۔ پھر وہ مطمئن ہوگئی۔ "یہ ضروری ہے کہ ہم رسّی کو درست پوزیشن میں چھوڑیں۔" وہ بولی۔ "ورنہ واپسی دشوار ہو جائے گی۔"

سڈنی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اب ہمیں ہر حال میں متحرک رہنا ہوگا۔" کیتھ نے کہا۔ "میرے پیچھے چلتے رہو۔ میں اس مقام سے خوب واقف ہوں۔"

کیتھ بڑی مہارت سے گڑی ہوئی کیلوں پر قدم رکھتے ہوئے اوپر چڑھنے لگی۔ اس کا جسم کمان کی سی پوزیشن میں تھا۔ وہ انگلیوں کی گرفت پر انحصار کررہی تھی۔ اس کے قدم عمودی دیوار پر جمتے تھے۔ پھر وہ ہاتھوں کے زور پر قدم بڑھاتی تھی۔ اسے دیکھ کر یہ کام آسان معلوم ہوتا تھا، لیکن ایسا نہیں تھا۔ وہ اوپر پہنچ کر رکی تو سڈنی نے بڑے احترام سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ دشمن سہی ...... لیکن بہت اچھی کوہ پیما تھی۔ سڈنی کے لیے کام نسبتاً آسان تھا۔ دشواریاں آگے والے کے حصے میں آتی ہیں۔ انہوں نے لمبی رسّی کیلوں پر محفوظ چھوڑ دی اور چھوٹی رسّی کے سہارے آگے بڑھنے لگے۔ ایک مرتبہ پھر انہیں پہلے جیسی عمودی دراڑ سے گزرنا پڑا، پھر وہ ایک برفانی میدان میں پہنچ گئے۔ سامنے ایک چھجا تھا۔ وہاں پہلی مرتبہ راستے کے معاملے میں ان کے درمیان اختلاف ہوا۔ موسم کے تیور بھی بدل رہے تھے۔ سڈنی نے کیتھ کا مجوزہ راستہ قبول کرنے سے انکار کردیا۔

"ٹھیک ہے۔ اگر تمہیں ڈھیلی چٹانوں کی پرواہ نہیں تو ......" کیتھ نے کاندھے جھٹکے۔

اچانک سڈنی کو خیال آیا کہ اس وقت تک سارا قصہ انہیں دیکھ رہا ہوگا۔ "اب میں آگے رہوں گا۔" اس نے کہا۔ "میں نہیں چاہتا، لوگ یہ نتیجہ اخذ کریں کہ تم مجھے غلط راستے پر لے گئی تھیں۔"

"اب تمہیں میری ساکھ کا خیال آرہا ہے۔" کیتھ نے ہنس کر کہا۔

سڈنی کا جی چاہا، اسے بتا دے کہ اس نے اسے ٹھکانے لگانے کے کئی آسان مواقع ضائع کئے ہیں۔ وہ خود کو اس کا ممنون محسوس کررہا تھا لیکن پھر اسے یاد آیا کہ ڈگلس ہولڈن اس سے بھی اوپر جا کر موت سے ہمکنار ہوا تھا۔ "ابھی کتنا سفر باقی ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ایک برفانی میدان اور ہے۔ میرا خیال ہے ایک گھنٹہ لگے گا۔"

کیتھ کی تجویز پر درمیانی فاصلہ بڑھا لیا گیا تاکہ سڈنی، اس کے قدموں سے نکلے ہوئے پتھروں سے محفوظ رہے۔ ہر دس منٹ کا اضافہ فاصلہ اسے پتھر سے بچنے کے لیے ایک سیکنڈ کی اضافی مہلت دیتا تھا۔ ایک سیکنڈ بڑی چیز نہیں لیکن زندگی اور موت کے درمیان فاصلہ بہرحال بڑھا دیتا ہے۔ اب ان کے درمیان بات چیت ممکن نہیں رہی تھی۔ کبھی کبھی کیتھ کیل گاڑنے کے لیے رکتی۔ چٹانیں گیلی تھیں۔ سڈنی کو جلد ہی احساس ہوگیا کہ راستے کے انتخاب میں اس سے چوک ہوئی ہے، لیکن کیتھ بالائی چھجے پر جا پہنچی تو سڈنی نے اطمینان کا سانس لیا۔ اب وہ چھجے پر الٹی لیٹی، اس کے لیے رسّی تھامے ہوئے تھی۔ سڈنی لرز کر رہ گیا۔ کوہ پیمائی میں یہ مشکل ترین ہنر ہوتا ہے اور بہت اچھے کوہ پیما بھی اس میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ اس کے لیے بے حد حساس ہاتھ اور وجدان کی ضرورت ہوتی ہے۔ رسّی کی ڈھیل ذرا زیادہ ہوئی اور اس میں رکاوٹ پڑی، رسّی ذرا کھنچی اور کوہ پیما کا توازن بگڑا! لیکن کیتھ اس کام میں بھی ماہر معلوم ہوتی تھی۔

سڈنی کیتھ سے محض پندرہ فٹ دور تھا اور مسکرا رہا تھا کہ اچانک اس کے پیروں تلے سے پتھر نکل گیا۔ بھیگی ہوئی چٹان بھی دھیرے دھیرے اس کی انگلیوں کی گرفت سے نکلی جارہی تھی پھر وہ گر گیا۔ گرتے گرتے اس کی نظر نیچے گلیشیئر پر پڑی اسے خوف نہیں آیا بلکہ

برہمی کی ایک لہر اس کے وجود میں تیر گئی۔ وہ اناڑیوں کی طرح مر رہا تھا۔ محض وقت کی بچت کے لیے اس نے غلط اور مخدوش راستہ منتخب کیا تھا۔ اسے اچھے کوہ پیما کی موت بھی نصیب نہیں ہو رہی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ کیتھ چاہنے کے باوجود اسے نہیں بچا سکتی ...... اور پھر وہ کیوں چاہنے لگی! اس نے چیخ کر کیتھ کو پکارنا چاہا کہ وہ رسّی کاٹ دے ...... ورنہ اس کا بھی یہی حشر ہوگا۔ لیکن یکا یک ایک جھٹکے سے اس کا نیچے گرنا موقوف ہوگیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ چند لمحوں کے بعد اوسان ٹھکانے آئے تو اس نے دیکھا کہ وہ جھول رہا ہے۔ اس نے سنا، کیتھ دیوانہ وار اسے پکار رہی تھی۔ اوپر دیکھا تو کیتھ کا وحشت زدہ چہرہ سامنے تھا۔ سڈنی نے ہاتھ ہلا کر اسے بتایا کہ وہ خیریت سے ہے۔ اس کا اندازہ تھا کہ وہ محض تیس فٹ نیچے گرا تھا۔ اللہ جانے کیتھ نے اسے کس طرح بچایا تھا۔ ”تم اوپر آسکتے ہو؟“ کیتھ نے چیخ کر پوچھا۔

سڈنی کے جسم پر خراشیں آئی تھیں، لیکن خوش قسمتی سے کوئی ہڈی نہیں ٹوٹی تھی۔ ”مجھے مدد کی ضرورت ہے۔“ اس نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ کیتھ اس کا مطلب سمجھ گئی اور رسّی ہلانے لگی۔ سڈنی کا وزن سنبھالنا اس کے لیے مشکل تھا لیکن جلد ہی سڈنی نے ایک گیلے پتھر پر پاؤں جما لیے۔ دھیرے دھیرے اس کی توانائی بحال ہوگئی۔ آخری چند گز کا فاصلہ اس نے اپنے زور پر طے کیا۔ اب وہ چھجے پر لیٹا بری طرح ہانپ رہا تھا۔ کیتھ کا بھی برا حال تھا۔ ایک منٹ تک وہ خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر سڈنی نے سرگوشی کی۔ ”شکریہ۔“ اب اسے پتہ چلا کہ کیتھ نے اسے کیسے بچایا ہے۔ کیتھ نے رسّی ایک کیل میں باندھ دی تھی لیکن وہ کیل بھی بڑی حد تک جگہ چھوڑ چکی تھی۔ یہ دیکھ کر کیتھ نے رسّی کو ایک چٹان کے کلس کے گرد لپیٹ دیا تھا۔ ”تم نے مجھ سے پیچھا چھڑانے کا سنہرا موقع ضائع کر دیا ہے۔ اس میں تو سراسر میری غلطی تھی۔ تم پر کوئی الزام نہ آتا۔“

”چھوڑو...... آگے بڑھنے کی بات کرو۔“

سڈنی نے نظریں نہیں اٹھائیں۔ ”تم نے میری جان بچائی ہے۔ اس کے عوض...... اگر تم کہو تو ہم واپس چلے جائیں۔“ اس نے دھیرے سے کہا۔

کیتھ نے نفی میں سر ہلا دیا۔ ”میرے کہنے سے تمہارے کہنے کی اہمیت زیادہ ہے۔“

اس مرتبہ سڈنی نے راستے کے سلسلے میں اختلاف نہیں کیا۔ وہ صرف پیروی کر رہا تھا۔ اسے علم نہیں کہ وہ کہاں کہاں سے گزرا۔ اس نے خود کو کیتھ کے سپرد کر دیا تھا۔ پھر کیتھ رک گئی۔ ”وہ رہا شیطان کا جبڑا۔“ کیتھ نے کہا۔

سڈنی نے دیکھا...... وہ بے حد وسیع و عریض جبڑا تھا اور برف سے ڈھکا ہوا تھا...... اور اس کے درمیان نارنجی کپڑوں میں ڈگلس ہولڈن کی لاش جھول رہی تھی۔

☆====☆====☆

ہاں ...... وہ یقیناً ہوا ہی کا کرشمہ تھا۔ اچانک ایسا لگا، جیسے لاش کو ان کی آمد کا علم ہو گیا ہو۔ اس کی برف سے ڈھکی ہوئی آنکھیں انہیں دیکھنے سے قاصر تھیں۔ اس کا ہاتھ انہیں خوش آمدید کہنے کے لیے نہیں اٹھا تھا۔ وہ اسی حالت میں منجمد تھا۔ سڈنی کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سرد سی لہر رینگتی محسوس ہوئی۔ وہ اس برف زدہ جسم کو ایک زندہ دل انسان کی حیثیت سے جانتا تھا...... یہ شخص اس کا آئیڈیل تھا۔ وہ ایک جھرجھری لے کر رہ گیا۔ بڑی کوشش کے بعد ہی وہ لاش سے نظریں ہٹانے میں کامیاب ہوا۔ کیتھ بھی جھرجھری لے کر رہ گئی۔ وہ اس کا شوہر تھا۔ اس نے لاش سے نظریں ہٹائیں اور سامان کا تھیلا پشت سے اتار کر ایک طرف پٹخ دیا۔ سڈنی نے لاش کی طرف سے توجہ ہٹائی، ڈگلس ہولڈن سے متعلق اپنے جذبات کو جھٹکا اور اس کام کی طرف متوجہ ہوگیا۔ جس کے لیے یہاں آیا تھا۔ اس نے گردوپیش کا جائزہ لیا اور کیتھ سے پوچھا۔ ”یہ یہاں سے تو نہیں گرا تھا؟“

”نہیں ......اوپر ایک چھجا تھا۔“ کیتھ نے اشارہ کیا۔ ”لیکن اب محض چھوٹی سی ایک منڈیری سی رہ گئی ہے۔“

تصویروں نے انصاف نہیں کیا۔ کام اس سے کہیں مشکل تھا، جتنا تصویروں میں نظر آیا تھا۔ گرنے والے چھجے نے اسے اس واحد جگہ سے محروم کر دیا تھا۔ جہاں سے لاش کی بازیابی ممکن ہو سکتی تھی۔ سڈنی نے کہا۔ ”میں کیلیں گاڑتے ہوئے عمودی دیوار پر چڑھوں گا اور لاش کے پہلو میں پہنچ کر رسّی کی مدد سے اسے کھینچنے کی کوشش کروں گا۔“ کام بہت نازک تھا۔ ایک لمحے کی تاخیر بھی گڑبڑ کر سکتی تھی۔ بدترین بات یہ تھی کہ اس کے لیے خود اسے بھی رسّی کے سہارے جھولنا تھا لاش کے ساتھ ......

کیتھ نے تعجب سے کہا۔ ''میں پہاڑوں میں پلی بڑھی ہوں لیکن میں نے ایسی کوئی بات پہلے کبھی نہیں سنی......''

''میں اس کا مظاہرہ دیکھ چکا ہوں۔''

''مظاہرہ کرنے والے کا کیا حشر ہوا ہوگا؟''

''وہی شخص رسّی کے سہارے ایک سال سے جھول رہا ہے۔'' سڈنی نے کہا، کلہاڑی کندھے پر رکھی، اضافی رسّی سنبھالی اور عمودی دیوار کی طرف بڑھا۔ رسّی کیتھ کے ہاتھ میں تھی۔ سڈنی نے دھیرے دھیرے چڑھنا شروع کیا۔ وہ برہم تھا...... شاید اس لیے کہ حسبِ توقع اسے دھوکہ نہیں دیا گیا تھا۔ ہاتھوں کی گرفت کے لیے وہاں کچھ نہیں تھا۔ اس لیے کام مزید دشوار ہوگیا تھا۔ اب سڈنی اپنی مہارت کا مظاہرہ کررہا تھا۔ وہ ایک قدم چڑھتا...... ایک کیل گاڑتا، اس کے گرد رسّی سے گرہ لگا دیتا۔ ڈگلس ہولڈن اس سے دس فٹ نیچے جھول رہا تھا۔ وہ اس کی بائیں جانب تھا۔ سڈنی نے ممکنہ حد تک جھکتے ہوئے اس رسّی کو گرفت میں لینے کی کوشش کی، جس سے لاش جھول رہی تھی۔ اس کوشش میں اس کا توازن بگڑ گیا اور وہ گرتے گرتے بچا۔ اس نے سنبھالا لیا اور دیوار میں ایک اور کیل گاڑ دی۔ وہ کیل انسانی پنڈولم کا مرکز ثابت ہونے والی تھی۔ آخری مرتبہ اس نے کیل کی مضبوطی کو جانچا...... اور پنڈولم بننے کے لیے تیار ہوگیا۔

اس نے کیتھ سے کہا تھا کہ وہ یہ خطرہ شہرت اور ناموری کے لیے مول لے رہا ہے، لیکن یہ حقیقت نہیں تھی۔ عام طور پر کوہ پیما چکنی اور دشوار پہاڑی دیوار پر نیچے اترنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں لیکن وہ دو رسّیوں کی مدد سے جھولا سا تیار کرتے ہیں، لیکن سڈنی وہ تکنیک استعمال نہیں کرسکتا تھا کیونکہ اسے افقی سفر کرنا تھا۔ پھر دو رسیاں استعمال کرنے کی صورت میں ہاتھ بھی آزاد نہ رہتے۔ کمر سے بندھی ہوئی رسّی کے علاوہ ایک رسّی شانوں کے عین نیچے، سینے کے اوپر باندھی جاتی ہے، جبکہ اسے لاش کے گرد دوسری رسّی ڈالنے کے لیے کم از کم ایک آزاد ہاتھ درکار تھا۔ ایک مرتبہ جھولنے کے بعد اس کا عمل اس کے اختیار میں نہ رہتا۔ اس نے فاضل رسّی کا پھندا بنایا۔ وہ اس پھندے کی مدد سے لاش کو جکڑنا چاہتا تھا۔ وہ خود کو کوسنے لگا۔ وہ رسّی خریدتے وقت صورت حال کی نزاکت ملحوظ نہیں

رکھ سکا تھا۔ نائلون کی رسّی مضبوط ضرور تھی لیکن چکنی اور پھسلن والی تھی بہرحال اب اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ دھیرے دھیرے وہ دیوار سے خلا میں اتر گیا تاکہ جھٹکا شدید نہ ہو۔ اس نے نظریں اٹھا کر کیتھ کی طرف دیکھا۔ جس کے لب ہل رہے تھے۔ شاید وہ اس کے لیے دعا کررہی تھی۔ سڈنی نے خود بھی خدا سے رحم و امان طلب کی اور ایک جھٹکے سے جھول گیا۔ جست زیادہ قوت سے لگائی گئی تھی۔ لاش کے قریب سے گزرنے کی بجائے وہ کافی اوپر سے نکل گیا۔ پھندا کام نہ کرسکا۔ پہاڑ کی عمودی دیوار، خوفناک رفتار سے اپنی طرف بڑھتی دیکھ کر اس نے تیزی سے کلہاڑی سامنے کردی۔ کلہاڑی دیوار میں گڑ گئی اور یوں وہ دیوار کے ساتھ دھماکا خیز تصادم سے بچ گیا۔

اب اسے دوبارہ کوشش کرنا تھی۔ اس مرتبہ کام دشوار تھا کیوں کہ وہ لاش کے بائیں جانب تھا، تاہم کلہاڑی کو دیوار سے نکالتے ہوئے اس نے اپنے جسم کو پھر جھلایا۔ اس بار اسے ہوا کے شدید تھپیڑے کا سامنا کرنا پڑا اور جب تک وہ سنبھلتا، لاش سے دور نکل چکا تھا۔ بدترین بات یہ ہوئی کہ وہ عمودی دیوار سے نمٹنے کے لیے بھی بروقت تیار نہ ہوسکا۔ اس کے کاندھے دیوار سے ٹکرائے اور وہ کئی فٹ نیچے پھسل گیا۔ کیتھ نے سنبھالا نہ دیا ہوتا تو وہ مزید نیچے پہنچ جاتا۔ بالآخر وہ اپنی جگہ ٹھہر گیا۔ ''سڈنی یہ کام ناممکن ہے، واپس آجاؤ'' کیتھ نے پکارا۔

سڈنی نے نفی میں سر ہلایا۔

''آسمان کی طرف دیکھو۔ تیز ہوا چلنے والی ہے تم ٹھٹھر جاؤ گے۔'' کیتھ پھر چلائی۔

وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ سورج چھپ گیا تھا اور دھند اترنے لگی تھی۔ شاید اچانک ہی کوئی طوفان آنے والا تھا۔ برفانی خنجر کا شمالی رخ ایسے طوفانوں کے لئے مشہور تھا۔ اس پر ستم یہ کہ سڈنی کو نقاہت محسوس ہونے لگی تھی۔ دیوار کے ساتھ تصادم نے اسے نڈھال کردیا تھا۔ صورت حال واپسی کا تقاضا کررہی تھی...... اس سے پہلے کہ واپسی کا امکان نہ رہے، لیکن اب وہ پیچھے نہیں ہٹنا چاہتا تھا۔ اس نے فیصلہ کرلیا۔ ایک کوشش اور کرنا ہے۔ میں جیتوں گا...... یا ہار جاؤں گا۔ اس نے جسم کو جھکولا دیا۔ پہلی مرتبہ وہ بہت دور نکل گیا تھا۔ اس مرتبہ وہ لاش کے بہت نزدیک تھا...... خطرناک حد تک قریب...... وہ لاش سے ٹکرانے والا

تھا۔ اصولاً اسے تصادم سے بچنے کی کوشش کرنا چاہیے تھی لیکن اس پر دیوانگی کا غلبہ تھا۔ اس نے تصادم قبول کر لیا اور آزاد ہاتھ کی مدد سے، لاش سے لپٹ گیا۔ لاش پتھر کی طرح سخت تھی۔ ٹکرانے کے بعد ایسا لگا، جیسے اس کے جسم میں کئی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہوں۔ پہاڑ اس کی آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگا پھر یوں محسوس ہوا جیسے رسّی جواب دے گئی ہو اور وہ نیچے اندھے خلاؤں میں گر رہا ہو...... لیکن یہ احساس پل بھر کا تھا۔ رسّی سلامت تھی اور قوت ارادی نے اس کی گرفت کمزور نہیں پڑنے دی تھی۔ اس کا چہرہ، ڈگلس کے برف زدہ چہرے سے بمشکل ایک بالشت کے فاصلے پر تھا۔ دونوں کچھ دیر یونہی جھولتے رہے...... جیسے دو محبت کرنے والے فلور پر محوِ رقص ہوں...... دنیا و مافیہا سے بے خبر!

دھیرے دھیرے اس نے پھندا لاش کے گرد ڈالا اور اسے سخت کر دیا۔ پھر اس نے لاش کو چھوڑ دیا۔ اب وہ دونوں الگ الگ رسّیوں سے بندھے ہوئے تھے لیکن تیسری رسّی نے انہیں ایک دوسرے سے وابستہ کر رکھا تھا۔ سڈنی دھیرے دھیرے بدن کو جھٹکے دینے لگا...... پھر اس عمل کی وسعت بڑھاتا رہا۔ حتیٰ کہ کلہاڑی اور کیتھ کی مدد سے چٹانی دیوار کے قریب جا پہنچا وہاں سے کیلوں پر قدم رکھتا ہوا پلیٹ فارم نما حصے کی طرف بڑھا، جس پر قدم رکھنے کے بعد پہلی مرتبہ اسے یقین ہوا کہ وہ فتح یاب ہو گیا ہے۔ اچانک کیتھ پوری قوت سے چیخ پڑی۔ وہ چونک کر پلٹا تو اسے دور ہوتی ہوئی لاش کی جھلک دکھائی دی۔ جس رسّی نے ایک سال تک ڈگلس کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ وہ سڈنی کا اضافی بوجھ نہ سہار سکی اور ٹوٹ گئی۔ یہ تیزی سے کچھ کرنے کا وقت تھا، اس سے پہلے کہ رسّی سڈنی کو بھی ساتھ لے جاتی۔ اس نے تیزی سے رسّی کو ایک چٹان کے نوکیلے حصے سے لپیٹ دیا۔ پھر وہ جھٹکے کے لیے تیار ہو گیا۔ اگلے ہی لمحے وہ چٹان لرز کر رہ گئی...... اور لاش اوپر اٹھ آئی۔

سڈنی نے جلدی جلدی کمر سے رسّی کھولی۔ کام مکمل ہو چکا تھا۔ اب لاش، پلیٹ فارم نما حصے پر اتارنا مشکل نہیں تھا۔

''سڈنی...... تم ٹھیک تو ہو؟'' کیتھ کے لہجے میں تشویش تھی۔

''ہاں...... لیکن بہت تھک گیا ہوں۔''

''تمہیں تو خوش ہونا چاہیے تم نے ہم سب کو شکست دے دی۔ مجھے، زوبروالڈ کو

......اور برفانی خنجر کو......''

''میں نے وہی کیا ہے، جو مجھے کرنا چاہیے تھا۔''

یکا یک کیتھ کانپنے لگی۔ ''سردی بڑھ گئی ہے۔ ابھی کچھ دیر ہمیں یہیں پر پھنسے رہنا ہو گا۔ میں چائے بناتی ہوں۔'' اس نے سڈنی کی طرف دیکھا اور بجھی بجھی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ ''فکر نہ کرو۔ چائے میں زہر نہیں ملاؤں گی۔''

بارش شروع ہو گئی تھی۔ کیتھ نے چائے بنائی اور ایک پیالی سڈنی کی طرف بڑھا دی۔ ''عجیب سا لگ رہا ہے...... بالکل پچھلی دفعہ کی طرح......'' وہ خواب ناک سے لہجے میں بولی۔ ''ہم دونوں اسی جگہ بیٹھے ہیں۔ موسم بھی ویسا ہی ہے۔ ایک خواب سا لگ رہا ہے۔''

''کیتھ...... تم نے ڈگلس کے ساتھ ایسا کیوں کیا تھا؟ وہ تمہارا شوہر ہی نہیں، ایک عظیم انسان بھی تھا۔ تم اس سے طلاق بھی لے سکتی تھی وہ سخی اور مہربان تھا تمہیں بہت کچھ دے دیتا۔''

کیتھ چند لمحے خاموش رہی پھر دھیمے لہجے میں پوچھا۔ ''تم ڈگلس کو کب سے جانتے تھے؟''

''میں اس سے پندرہ سال پہلے جنوبی امریکہ میں ملا تھا۔ میں اس وقت لڑکا تھا۔ اعصاب مضبوط تھے لیکن ہنر سے محروم تھا۔ اس کا ایک آدمی بیمار پڑ گیا۔ وہ ٹوپنگالو کی چوٹی سر کرنے نکلا تھا۔ متبادل کے طور پر اس نے مجھے رکھ لیا۔ میں نے اس سے بہت کچھ سیکھا۔ سب اسے عقاب کہا کرتے تھے۔'' سڈنی ہنس پڑا اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ''میں اسے بہت پسند کرنے لگا تھا۔''

''میں بھی اس سے پندرہ سال پہلے ملی تھی۔'' کیتھ بولی۔ ''میرے ڈیڈی اس کے گائیڈ تھے۔ ان دنوں میں خاصی کم عمر تھی۔ مجھے بھی وہ بہت شاندار آدمی لگا۔ میں تابعدار خادموں کی طرح اس کے ساتھ لگی رہتی تھی۔ اس کی شخصیت بے حد متاثر کن تھی۔ پھر دو سال ہو گئے۔ وہ نہیں آیا اور میں اسے بھول گئی۔ برسوں بعد جب وہ آیا تو ڈیڈی کا انتقال ہو چکا تھا۔ وہ تعزیت کے لیے میرے پاس آیا۔ ہم ایک دوسرے کے دوست بن گئے ہم

نے ساتھ کوہ پیمائی بھی کی پھر اس نے مجھ سے شادی کی درخواست کی تب میں بچی تو نہیں تھی لیکن مجھ میں کسی حد تک ہیرو ورشپ موجود تھی۔ اس کے علاوہ، وہ دولت مند تھا۔ مجھے اپنے لیے نہیں بلکہ پال کے لیے دولت کی ضرورت تھی۔ پال بیمار اور کمزور تھا۔ علاج کے سلسلے میں جتنی رقم درکار تھی، اسے کمانا آسان نہیں تھا۔ اس وقت میری عمر 24 سال تھی میرے ساتھ کی تمام لڑکیاں گھر بار کی ہو چکی تھیں۔ یہاں لڑکیوں کی شادی اس عمر سے پہلے ہی ہو جاتی ہے۔ سب کا خیال تھا کہ میں کرٹ اسٹون سے شادی کر لوں گی، لیکن مجھے کرٹ سے محبت نہیں تھی۔ ایسے میں ڈگلس کی پیش کش مجھے معقول لگی۔ میں نے ڈگلس سے کہہ دیا تھا کہ میں اس کی پرستش کرتی ہوں، محبت نہیں کرتی۔ اس نے کہا کہ وہ رومانس نہیں چاہتا۔ یوں ہماری شادی ہوگئی، لیکن میں کبھی خوش نہ رہ سکی۔''

''تم رشتہ توڑنا چاہتی تھیں...... کیوں؟''

''میں نے اسی لیے پوچھا تھا کہ تم پہلی بار اس سے کب ملے تھے۔ وہ پندرہ سال پہلے والا ڈگلس ہولڈن نہیں رہا تھا۔ وہ پچپن سال کا ہو گیا تھا لیکن بڑھاپا اس کے لیے قابلِ قبول نہیں تھا۔ یہی اس کا سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ وہ اپنے بال رنگتا تھا...... طرح طرح کے علاج کراتا رہتا تھا۔ میں نے اسے گھنٹوں آئینے کے سامنے کھڑے دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو ہوتے تھے۔ صرف اس لیے کہ اس نے چہرے پر ایک نئی جھری دریافت کی ہوتی تھی۔ وہ مجھ سے شادی کے ذریعے لوگوں پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ ابھی جوان ہے۔''

سڈنی کو آرتھر ہولڈن کے نام ڈگلس کے خط کے الفاظ یاد آ گئے ...... ''میں اس کی رفاقت میں خود کو جوان محسوس کرتا ہوں۔''

''ڈگلس وقت کو بے وقوف نہیں بنا سکتا تھا اور وہ حقیقت کا سامنا بھی کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ نتیجتاً وہ سارا الزام مجھ پر رکھ دیتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ میں اس سے محبت نہیں کرتی۔ لہٰذا اس نے چند ماہ بعد ہی مجھ پر بے وفائی کا الزام عائد کرنا شروع کر دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ میں اس کی موت کی منتظر ہوں۔ اس نے میری زندگی جہنم بنا دی۔ میں کچھ بھی کہتی، کچھ بھی کرتی، وہ مطمئن نہیں ہوتا تھا۔ ایک رات وہ میرے پیچھے چاقو لے کر دوڑا۔

میں کسی طرح بھاگ نکلی پھر میں نے اس سے علیحدگی کا فیصلہ کر لیا۔''

''پھر یہ فیصلہ اسے قتل کی نیت سے ملتوی کر دیا؟''

''نہیں، وہ خود میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے معذرت کی۔ اس نے وعدہ کیا کہ اگر میں اسے ایک اور موقع دوں گی تو وہ بہتر انسان بن کر دکھائے گا۔ میں رضا مند ہوگئی۔ میری دانست میں یہ ایک مناسب فیصلہ تھا اور واقعی، اس دوسرے دور میں ہمارے درمیان کبھی جھگڑا نہیں ہوا۔ بس کبھی کبھی وہ مجھے عجیب نظروں سے ضرور دیکھنے لگا تھا...... پھر ایک شام اس نے برفانی خنجر کو سر کرنے کا ارادہ کیا اور مجھ سے کہا کہ میں اگلی صبح تیار رہوں۔ وہ پہلے ہی ساری تیاریاں مکمل کر چکا تھا۔ میں نے گریز کرنا چاہا تو اس نے کہا کہ وہ اس کی آخری مہم ہوگی۔ میں نے تجویز پیش کی کہ میزل کو بھی ساتھ لے لیا جائے لیکن وہ تنہائی چاہتا تھا۔''

''تاکہ تمہیں مناسب ترین موقع مل جائے۔'' سڈنی نے تبصرہ کیا۔

''میں پہلے بھی اس کے ساتھ کوہ پیمائی کر چکی تھی۔'' کیتھ نے اپنی بات جاری رکھی۔

''عام طور پر ایسے موقعوں پر وہ خوب چہکا کرتا تھا لیکن اس روز وہ چپ چپ تھا۔ وہ جلد بازی بھی کر رہا تھا اس نے ڈھلان پر واپسی کے لیے رسّی بھی نہیں چھوڑی۔ میں نے پوچھا تو کہنے لگا کہ واپسی دوسرے راستے سے ہوگی۔ جب ہم اس جگہ پہنچے تو ہمیں طوفان نے آلیا لیکن ڈگلس کو کوئی پرواہ نہیں تھی حالانکہ عام طور پر وہ ایسے موسم کو برا بھلا کہنے لگتا تھا، لیکن اس نے کہا کہ ہمارا سفر ختم ہوگیا پھر اس نے مجھے وہ خط دکھایا۔'' وہ تلخی سے مسکرائی۔

''میں نے تو کسی خط کا تذکرہ نہیں سنا۔'' سڈنی کے لہجے میں حیرت تھی۔

''وہ اس قتل کا اعتراف نامہ تھا، جو وہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ میں کسی نوجوان سے متاثر ہوگئی ہوں، اس وجہ سے لوگ اس کا مذاق اڑانے لگے ہیں۔ لہٰذا وہ مجھے اس حرکت سے باز رکھنے کے لیے ساتھ لے کر پہاڑ سے کود رہا ہے...... تاکہ ہم ایک دوسرے کی باہوں میں مر سکیں...... یہ خط اس کی جیب سے برآمد ہوتا تو......

''سڈنی، وہ دیوانہ ہوگیا تھا۔ میں نے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ خاموش بیٹھا چائے کے گھونٹ لیتا رہا۔ پھر اس نے کہا کہ وقت ہوگیا ہے۔ میں نے اس

سے دُعا کی مہلت چاہی۔ اس کی طرف پشت کر کے میں نے اپنی کمر کے گرد بندھی ہوئی رسّی کھول دی۔ میں بھاگ اٹھی لیکن اس نے مجھے پکڑ لیا۔ وہ مجھ سے زیادہ طاقتور تھا۔'' کیتھ کی آواز لرزنے لگی۔ ''اچانک چٹانیں پھسلنے لگیں اور چھجا جواب دے گیا۔ وہ گر گیا۔ میں بھی گر جاتی ...... لیکن میرے ہاتھ میں ایک نکیلی چٹان آگئی۔ رسّی اٹکی رہ گئی تھی یوں ڈگلس لٹک گیا۔ میں کسی بھی طرح اس کی مدد نہیں کر سکتی تھی۔ شاید جھٹکے کے باعث اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ وہ ہل جل تو نہیں رہا تھا لیکن ابھی زندہ تھا۔ ڈگلس تھوڑی سی دیر جیا ...... لیکن وہ میری زندگی کا بدترین وقت تھا۔ وہ مجھے پکارتا رہا ...... مجھ سے معافی مانگتا رہا۔ اس نے التجا کی کہ میں اس کی اس حرکت کے بارے میں کسی سے تذکرہ نہ کروں۔ لوگ کیا سوچیں گے۔ اس کی شہرت کو بٹا لگ جائے گا ...... ہاں شہرت اس کے لیے بے حد اہم تھی ... انسانی جان سے بھی زیادہ ......'' کیتھ کا بدن سوکھے پتے کی طرح کانپ گیا۔ ''آہ! اس وقت بھی مجھے اس کی چیخیں سنائی دے رہی ہیں۔''

سڈنی کو بھی اپنے کان بجتے محسوس ہوئے ...... سرد ہوا کے دوش پر ایک پکار تھی ...... کیتھ ...... کیتھ، شاید یہ آواز ابدی تھی۔ سڈنی ٹھٹھر کر مرنے کا تصور کر رہا تھا۔ وہ سر سے پاؤں تک کانپ گیا۔ ایسی موت کتنی اذیب ناک ہوتی ہے ...... زمین سے پندرہ ہزار فٹ اوپر لٹکنا اور سردی سے ٹھٹھر کر مر جانا ...... دنیا کی سب سے اذیت ناک موت کا نام تھا۔

''امداد پہنچنے میں کئی گھنٹے لگ گئے۔ صدمے اور سردی نے مجھے تقریباً ختم کر دیا تھا پھر مجھے بچا لیا گیا لیکن ڈگلس کی لاش نہ اتاری جا سکی۔ میں نے ہسپتال میں سب کچھ کہہ دیا۔ اس سلسلے میں خفیہ میٹنگ ہوئی۔ زوبروالڈ پر ڈگلس کے بہت احسان تھے۔ فیصلہ کیا گیا کہ ان احسانوں کا کم از کم صلہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ ڈگلس ہولڈن کا راز فاش نہ کیا جائے تا کہ دنیا اسے اسی اچھے نام سے یاد رکھے ...... امریکی عقاب ...... یہی وجہ تھی کہ لاش حاصل کرنے کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا گیا ...... اس امید پر کہ کسی روز رسّی خود ہی ٹوٹ جائے گی اور وہ اپنا راز، اپنے ساتھ لیے گلیشیئر میں ہمیشہ کے لیے دفن ہو جائے گا۔''

''اور اس دوران از راہ محبت، لاش کی نمائش پر ٹکٹ لگا دیا گیا تا کہ قصبے کے لوگوں کو خوب آمدنی ہو۔'' سڈنی کے لہجے میں طنز کی کاٹ تھی۔

''ہاں ...... لیکن ایسے لوگ بہت کم ہیں ...... اور ایسے لوگ دنیا میں کہاں نہیں ہوتے انہیں بے رحم کہہ لو لیکن اس سے ڈگلس کا کیا بگڑتا جبکہ حقیقت سامنے آجاتی تو اس کی شخصیت کا بت ٹوٹ جاتا۔''

''کہانی کافی خوبصورت ہے۔'' سڈنی نے کہا۔ ''لیکن خاتون اس میں ایک سوراخ ہے ...... ٹونی کی پشت میں ہونے والے سوراخ جیسا ایک سوراخ۔''

''وہ کرٹ کی حرکت تھی۔ کرٹ ایک سفاک آدمی ہے۔ اسی لیے میں اس سے شادی کے لیے آمادہ نہیں ہوئی۔ کرٹ تم سے نفرت کرتا ہے۔ گزشتہ رات اس نے اقبال جرم کر لیا۔'' کیتھ نے آہ بھر کر کہا۔ ''اب تمہیں سب کچھ پتہ چل گیا ہے۔ لاش بھی مل گئی ہے عنقریب ساری دنیا حقیقت سے آگاہ ہو جائے گی۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ سب سے زیادہ دکھ آرتھر ہولڈن کو ہوگا اور وہ پچھتائے گا۔ سوچے گا کہ کاش اس نے اپنے باپ کی لاش حاصل کرنے کی کوشش نہ کی ہوتی اور سڈنی ...... تم نے آج جو کچھ کیا، وہ ایک ناقابلِ فراموش کارنامہ ہے ...... لیکن تمہیں اس کی داد نہیں ملے گی ...... کوئی تمہارا شکریہ ادا نہیں کرے گا۔''

''تم نے یہ سب کچھ پہلے کیوں نہیں بتایا تھا؟''

''کیا تم یقین کر لیتے؟''

''شاید کر لیتا۔'' سڈنی نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

''نہیں کرتے۔ بہر حال، میں چاہتی تھی کہ تم مجھ پر اندھا اعتماد کرو۔ یہ میری حماقت تھی لیکن سڈنی۔ میں کیا کرتی ...... مجھے تم سے کچھ اتنی ہی محبت ہے، لیکن تمہیں ثبوت درکار تھا۔ میں نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے۔ اس کے باوجود تم ڈگلس کا خط پڑھنے کے لیے بے چین ہو گے۔ ہے نا؟''

''مجھے بھی تم سے محبت ہے کیتھ ہم کوئی نہ کوئی حل ڈھونڈ نکالیں گے۔''

''تم نے کہا تھا کہ تم ڈگلس جیسے بننا چاہتے ہو۔'' کیتھ نے کہا۔ ''تم اسی جیسے ہو۔ پُرکشش، جرأت مند ...... لیکن تم میں وہ کھوکھلا پن بھی ہے، جو ڈگلس کی شخصیت میں موجود تھا۔ ڈگلس بھی اپنے علاوہ کسی پر اعتماد نہیں کرتا تھا لیکن جب عمر نے اس سے خود اعتمادی

چھین لی تو اس کے پاس کچھ بھی نہیں بچا۔ وہ برفانی خنجر سے گرنے سے بہت پہلے مر چکا تھا۔'' کیتھ نے ایک گہری سانس لی اور اپنی بات جاری رکھی۔ ''میں نے ایک مردہ شخص سے شادی کا نتیجہ دیکھ لیا۔ میں دوسرے مردہ شخص سے شادی نہیں کرسکتی۔'' اس کے لہجے میں تلخی نہیں تھی لیکن اس کے الفاظ نشتر کی طرح سڈنی کی روح میں اتر گئے۔ حقائق عیاں ہوگئے تھے۔ سڈنی نے جان لیا کہ اس کے نزدیک اس مشن کی کیا اہمیت تھی۔ اسے تو نہ رقم کی ضرورت تھی اور نہ ہی شہرت کی تمنا تھی۔ وہ تو بس غیر شعوری طور پر خود کو ڈگلس ہولڈن کی شخصیت سے ہم آہنگ کرنا چاہ رہا تھا۔ ڈگلس کو بچا کر لانا خود کو بچا لانے کے مترادف تھا۔ وہ دونوں ہی اپنے اپنے طور پر اپنی اپنی رسّی سے لٹکے ہوئے تھے۔ ڈگلس ہولڈن برفانی خنجر پر لٹک رہا تھا...... اور سڈنی، زندگی کے پہاڑ پر لٹکا ہوا ایک عورت سے دوسری عورت تک جھول رہا تھا۔...... لیکن اب وقت آگیا تھا کہ دونوں اپنی اپنی رسّی سے چھٹکارا پالیں۔ ''خدا حافظ۔'' اس نے سرگوشی میں کہا...... اور یہ الوداع صرف مردہ ڈگلس ہولڈن کے لیے نہیں تھی...... وہ سابق سڈنی کو بھی الوداع کہہ رہا تھا۔ اس نے رسّی پر کلہاڑی سے وار کیا۔ رسّی اس کے ہاتھ میں ڈھیلی پڑ گئی۔ ڈگلس ہولڈن کی لاش کا بوجھ نیچے گلیشیئر کی قبر کی طرف رواں دواں تھا۔ عین اسی لمحے سڈنی کو یوں لگا جیسے اس کے کاندھوں پر سے بے پناہ بوجھ ہٹ گیا ہو اور وہ ہلکا پھلکا ہو گیا ہو۔

کیتھ کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔ ''کیوں سڈنی...... تم نے ایسا کیوں کیا؟''

یہ زندگی اور موت کے درمیان ایک انتخاب تھا۔ شاید اس دراڑ میں سے نکلنے کا واحد آخری موقع تھا۔ صرف محبت کی بنا پر اعتماد کرنا...... اور اس نے زندگی منتخب کر لی تھی بالکل اسی طرح جیسے ڈگلس ہولڈن نے برسوں پہلے موت منتخب کی تھی۔ اب سڈنی زندگی کے بلند و بالا پہاڑ پر تنہا نہیں ہوگا، بلکہ محبت کے سہارے بلند و بالا آسمان کو چھو لے گا۔ وہ سب کچھ الفاظ میں منتقل نہیں کرسکتا تھا...... صرف سوچ ہی سکتا تھا۔

''میں ہمیشہ سوچتا تھا کہ ہاتھ آئی ہوئی دولت کو چھوڑنا کیسا ہوتا ہے۔'' اظہار کی عاجزی سے تنگ آکر اس نے مذاق کا سہارا لیا۔ ''اب تمہاری باری ہے کیتھ مجھ سے شادی کر کے تمہیں تمام دولت سے محروم ہونا پڑے گا۔''

''خدا کا شکر ہے۔'' کیتھ نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ اس بار اس کے رخساروں کی نمی، صرف بارش کی مرہون منت نہیں تھی۔ ''آخر...... تم مجھ پر اعتماد کرنے لگے نا؟'' اس کا لہجہ خوشی کے بوجھ سے لرز گیا۔

سڈنی ہنس پڑا۔ ''اس کا یقین تمہیں ہماری شادی کی بیسویں سالگرہ پر ہوگا۔ اتنے عرصے میں تو گلیشیئر ڈاک پہنچا ہی دے گا۔ اس وقت تک ہمارے پاس اعتماد کے سوا کوئی سہارا نہیں ہوگا۔''

کیتھ کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ موسم بھی ہنس رہا تھا۔ بارش رک گئی تھی۔

☆====☆====☆

ملک برائے فروخت

یہ کہانی انسانی جاہ طلبی کی غماز ہے۔ انسان کی ہوس کامرانی کی کوئی حد کوئی انتہا نہیں۔ وہ تمام ممکنہ کامیابیاں حاصل کر لیتا ہے۔ تب بھی اس کی بے چین طبیعت کو قرار نہیں آتا۔ وہ اپنے لیے پھر کسی نئے خواب کے تانے بانے بنتا ہے اور اس کی تعبیر کے لیے جد و جہد میں مصروف ہو جاتا ہے۔

یہ اس شخص کا فسانۂ عبرت ہے، جو زندگی میں سب کچھ حاصل کر چکا تھا۔ اب صرف اور صرف بادشاہت کا خواب ہی محروم تعبیر رہ گیا تھا۔ اس خواب کی تعبیر کے لیے اُس نے بیسویں صدی میں بھی ایک آباد ملک خریدنے کا فیصلہ کیا۔

حکومتوں اور سرمایہ داروں کی روایتی آویزش اور سازشوں کی داستان

جہاز کو ٹیک آف کیے کچھ دیر ہو گئی تھی۔ جگدیش کا سامان کسٹم کے مراحل سے گزر رہ تھا۔ ''باہر کار آپ کی منتظر ہے باس۔'' اس کے سیکرٹری نے اُسے بتایا۔ اُس نے سیکرٹری کی طرف دیکھے بغیر سر کو تفہیمی جنبش دی اور بہ دستور کسٹم آفیسر کو دیکھتا رہا، جو اُس کے سامان کی تلاشی لے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے سامان سمیت ائیر پورٹ کی عمارت سے باہر آیا۔ قلی نے اُس کا سامان کار کی ڈکی میں رکھا۔ شوفر نے اُس کے لیے عقبی دروازہ کھولا اور وہ عقبی نشست پر نیم دراز ہو گیا۔ ''مالک صاحب گاندھی کلب میں آپ کے منتظر ہیں جناب۔'' شوفر نے بتایا۔ جگدیش نے سر ہلا دیا۔ اُس نے اب تک کسی سے کوئی بات نہیں کی تھی۔

دس منٹ بعد کار گاندھی کلب کے دروازے کے سامنے رُکی جہاں مالک پہلے ہی سے موجود تھا۔ وہ جلدی سے جگدیش کے برابر آ بیٹھا۔ کار آگے بڑھ گئی۔

''سبھاش صاحب کا کیا حال ہے؟'' جگدیش نے مالک سے پوچھا۔ وہ یہ بات کبھی نہیں سمجھ سکا تھا کہ مالک، سبھاش کا سیکرٹری ہے، مالیاتی مشیر ہے یا باڈی گارڈ، شاید وہ تینوں کام کرتا تھا۔

مالک کچھ دیر سوچتا رہا، گزشتہ چھ ماہ میں درجنوں ڈاکٹر اُن کا معائنہ کر چکے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ باس کم از کم دس سال اور جئیں گے۔'' بالآخر اُس نے کہا۔

''اور اس میں پانچ سال قوت ارادی کے بھی شامل کر لو۔'' جگدیش نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''لیکن سبھاش صاحب کا کہنا ہے کہ وہ بیمار ہیں۔''

''میرے خیال میں تو وہ ٹھیک ٹھاک ہیں۔''

''میری ملاقات ہو گی اُن سے؟''

''یقیناً۔ انھوں نے آپ کو اسی لیے بلایا ہے۔''

''تمہیں کام کی نوعیت کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟'' جگدیش نے پوچھا۔

''بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس سے بڑا کاروباری معاملہ اب تک نہیں نمٹایا گیا ہوگا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ انھوں نے اس کے متعلق مجھے بھی کچھ نہیں بتایا۔'' مالک نے جواب دیا۔

جگدیش سوچتا رہا۔ چند منٹ بعد کار سہاش گپتا کی سلطنت میں داخل ہوئی، جو بے حد وسیع و عریض تھی۔ سہاش گپتا کو کاروباری حلقے بڑے مشکوک لہجے میں ارب پتی قرار دیتے تھے اس کی یہ وجہ نہیں تھی کہ انہیں اس کے ارب پتی ہونے میں شک تھا۔ بات صرف اتنی سی تھی کہ سہاش گپتا کی دولت کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ وہ دنیا کے دس امیر ترین افراد میں سے ایک تھا۔

شوفر کار روکتے ہی پھرتی سے نیچے اُترا اور عقبی دروازہ کھول کر مودب کھڑا ہو گیا۔ وہ دونوں کار سے اترے۔ ''میں آپ کو فوری طور پر باس کے پاس لے چلوں گا۔'' مالک نے کہا۔

جگدیش سہاش سے ایک سال بعد ملا تھا۔ اُسے دل ہی دل میں اعتراف کرنا پڑا کہ سہاش کی صحت پہلے کے مقابلے میں بہتر لگ رہی ہے۔ ڈاکٹروں کی بات پر یقین نہ کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ سہاش کی آنکھوں میں زندگی بھی تھی اور وہ اضطراب بھی، جو اُسے ہر وقت کچھ نہ کچھ کرتے رہنے پر مجبور کرتا تھا۔ وہ نہ صرف یہ کہ صحت مند دکھائی دے رہا تھا بلکہ اُسے دیکھ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اُس کی عمر ۷۲ سال ہے۔ وہ بستر پر دراز تھا۔ جگدیش بستر کے برابر رکھی ہوئی کرسی پر ٹک گیا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا لیکن اس کے باہر دو مسلح باڈی گارڈ موجود تھے۔

''کیسے ہو جگدیش؟'' جگدیش کے بیٹھتے ہی سہاش نے پوچھا۔

''میں ٹھیک ہوں، آپ سنائیے۔''

''ڈیڑھ سال پہلے جو اٹیک ہوا تھا، اُس نے میری رفتار کم کر دی ہے۔ میں زیادہ دیر

بات نہیں کر سکتا، اس لیے وقت ضائع نہیں کروں گا، میں نے ایک بار تم سے کہا تھا کہ ہم کبھی نہ کبھی کسی بڑے کام میں اشتراک ضرور کریں گے، اب اس کا وقت آ گیا ہے۔''

جگدیش نے اُس کو بہت غور سے دیکھا، وہ اُس کا آئیڈیل تھا۔ ایک لمحے کو اُس نے سوچا کہ کیا وہ بھی زندگی کے آخری ایام سہاش کی طرح گزارے گا۔ کیا اس کے نزدیک بھی کاروبار ان تھک کام اور رقومات کے اعداد کے علاوہ دُنیا کی کسی چیز کی اہمیت نہیں رہے گی، پھر اُس نے یہ خیالات ذہن سے جھٹک دیے۔ ''کام کی نوعیت تو بتائیے۔'' اُس نے کہا۔

''میں پس منظر سے شروع کروں گا۔ یہ اعداد و شمار میرے اسٹاف نے مرتب کیے ہیں۔ میری اور تمہاری کمپنی سمیت ۶۲ کمپنیاں ایسی ہیں، جو دُنیا بھر کے چالیس فیصد اثاثوں کی مالک ہیں۔''

جگدیش نے ایک لمحے اس بیان پر غور کیا۔ یہ شماریاتی تجزیہ وہ پہلے بھی سن چکا تھا۔

''ہم وہ بدنصیب لوگ ہیں جو طاقت ور ہیں، اس کے باوجود ہمارے ساتھ حکومتوں کا رویہ اچھا نہیں ہے۔ ہم محنت کرتے ہیں، سرمایا لگاتے ہیں، لوگوں کو روزگار فراہم کرتے ہیں، ناکامی کا خطرہ اور ناکامی ہماری ہوتی ہے، جبکہ کامیابی کا بڑا حصہ ہم سے ٹیکس کے نام پر چھین لیا جاتا ہے۔ یہ نہیں سوچا جاتا کہ اس کے کتنے بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ہم جیسے لوگ سرمایہ کاری کے بجائے سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں کھاتے کھولنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور یوں کمیونسٹوں کی بن آتی ہے۔ میں صنعت اور کاروبار میں نئے تجربے کیوں کروں؟ جبکہ مجھے علم ہے میرا بیشتر منافع حکومت چھین لے گی۔''

جگدیش سوچتا رہا۔ وہ سہاش کی ہر بات سے متفق تھا۔ سہاش کو اپنے باپ سے ترکے میں نو لاکھ روپے ملے تھے، چالیس سال کے عرصے میں اُس نے اپنی ذہانت کے بل پر اُس سرمائے کو کہاں کا کہاں پہنچا دیا تھا۔ اُس نے ہر کام میں تجربے کیے تھے۔ فلم انڈسٹری میں بھی دلچسپی لی تھی، ملک کی سب سے باصلاحیت اداکارہ اُسی کی دریافت تھی اور وہ فلم اُس نے خود ہی ڈائریکٹ کی تھی۔

''اب صورت حال اتنی بگڑ گئی ہے کہ ہمیں معمولی منافع کے لیے بھی سخت جدوجہد

کرنا پڑتی ہے۔'' سبھاش گپتا کہہ رہا تھا۔ ''اور اب حکومت ٹیکس سے بچنے کے تمام ذرائع ختم کرنے پر تُل گئی ہے۔ ساری دنیا کا یہی حال ہے، عنقریب انکم ٹیکس کے مشیروں پر پابندی لگا دی جائے گی تاکہ ہمارے لیے رہے سہے منافع کا دفاع بھی ناممکن ہو جائے لیکن ایک پہلو پر کسی نے نہیں سوچا، ہم اپنے اثاثے...... اپنا تمام کاروبار اور صنعتیں اپنے اپنے ملکوں سے کہیں اور منتقل کر سکتے ہیں اور یہ اقدام غیر قانونی بھی نہیں ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ یہ ممکن تو ہے لیکن ہم جائیں گے کہاں۔ چنانچہ تمہارا ایک ملک خریدنے کے بارے میں کیا خیال ہے؟ میں ایسے ملک میں منتقلی کی بات نہیں کر رہا ہوں، جہاں ٹیکس کے نام پر ظلم نہ توڑا جاتا ہو، میں سچ مچ کے ملک کی بات کر رہا ہوں، ہم ایک ملک...... مکمل ملک خرید لیں۔ اس طرح ملک کا نظم و نسق، اُس کی اسمبلی، اُس کی فوج...... سب کچھ ہمارا ہو پھر ہم اپنا سب کچھ وہاں منتقل کر دیں۔ اس صورت میں ہم اس استیصال سے بچ سکتے ہیں، جو ٹیکس کے نام پر کیا جاتا ہے۔''

''کیا مطلب ہے آپ کا؟ کوئی ملک خریدا بھی جا سکتا ہے...... مکمل ملک...... انتظامیہ اور فوج سمیت؟'' جگدیش نے بڑے تحمل سے پوچھا۔ اُس کے خیال میں بڑے میاں کا دماغ چل گیا تھا۔

''ہاں، ایسا ایک ملک موجود ہے۔ جنوبی امریکا کا ملک نکاراگوا۔''

''یہ کیسے ممکن ہے؟''

''میں جو بتا رہا ہوں تمہیں۔'' سبھاش نے چڑچڑے پن سے کہا۔

''کیسے اور کتنے میں؟''

''تین ارب ڈالر میں، ایک ارب ڈالر فوری طور پر اور باقی دو ارب پانچ سال کے عرصے میں ادا کرنے ہوں گے۔''

''یقین نہیں آتا۔''

''نکاراگوا بہت عرصے سے برائے فروخت ہے۔ میں تمہیں اس کی تاریخ اور جغرافیے کے متعلق بتاتا ہوں، وہ وسطی امریکا کا سب سے بڑا ملک ہے۔ آبادی بیس لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ ۱۹۳۶ء سے اُس کی باگ ڈور سموزا فیملی کے ہاتھوں میں ہے۔ سموزا کو

بیس سال کی حکمرانی کے بعد ۱۹۵۶ء میں قتل کر دیا گیا تھا۔ اُس کے بعد اُس کا بڑا بیٹا حکمراں ہُوا اور اب اس کا چھوٹا بیٹا جنرل انٹونیو ملک کا سربراہ ہے۔ وہ اقتدار ہماری کسی کٹھ پتلی کو سونپ کر ملک سے باہر جانے کو تیار ہے۔ یقین کرو، یہ مستند صورت حال ہے۔''

''خریدنے والے کو تین ارب ڈالر کے عوض ملے گا کیا؟''

''سب کچھ...... پورا ملک، فوج کا سربراہ، انتظامیہ کا سربراہ، سب ہمارے نامزد کیے ہوئے ہوں گے۔ اسمبلی ہماری مرضی کا آئین نافذ کرے گی۔ اقوام متحدہ میں ہمارا نامزد کردہ آدمی ملک کی نمائندگی کرے گا۔ جتنے عرصے میں ہم یہ تبدیلیاں کریں گے، جنرل انٹونیو بہ دستور ملک کا نظام چلاتا رہے گا۔ حسب سابق آہنی ڈنڈے کے زور پر۔''

جگدیش نے اعتراضات سوچنے کی کوشش کی لیکن سب کچھ اس قدر اچانک سامنے آیا تھا کہ اُس کا ذہن کام ہی نہیں کر رہا تھا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ سبھاش کمزور بنیاد پر کبھی کوئی بات نہیں کرتا۔

''حکومتیں ٹیکس میں بچت کی روک تھام کر سکتی ہیں۔ وہ ایک ایسے ملک کو نہیں مٹا سکتیں، جو اقوام متحدہ میں نمائندگی رکھتا ہو، جو وسطی امریکا کی سیاست میں اہم ترین حیثیت کا حامل ہو۔'' سبھاش نے مزید کہا۔

''جنرل انٹونیو سے مذاکرات کہاں تک پہنچے ہیں؟'' جگدیش نے دریافت کیا۔

''ابھی شروع ہوئے ہیں۔ میرا رابطہ دنیا کے نو بڑے سرمایہ داروں سے بھی ہے، وہ بھی اس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔''

''بات کہاں تک پہنچی؟''

'تمام عناصر اکٹھا کر لیے گئے ہیں، اب اُنھیں یکجا کرنا ہے، میں نے اس سلسلے میں بھی اپنے نو دوستوں سے بات کی ہے، ہم چاہتے ہیں کہ عناصر کو یکجا کرنے کا کام تم کرو۔''

''میں!'' جگدیش کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

''ہاں، تم۔'' سبھاش کا لہجہ ایسا تھا، جیسے وہ اُسے اطلاع نہیں بلکہ حکم دے رہا ہو۔ ''اور تمہیں یہ کام آٹھ ہفتے کے اندر اندر کرنا ہے۔''

☆=====☆=====☆

ٹھیک چھ بجے جگدیش نیو یارک کے لیے روانہ ہوگیا، سبھاش نے سات بجے مشہور زمانہ ارب پتی اوناسس کو فون کیا۔ ''اوناسس، ہمارا دوست کام کرنے پر راضی ہو گیا ہے، لاطینی امریکا والے سلسلے میں۔''

''بہت خوب، اگر بات بن سکتی ہے تو اب یقیناً بن جائے گی۔'' اوناسس کی آواز سُنائی دی۔

''بات یقیناً بنے گی، نہ بننے کی کون سی بات ہے اس میں۔''

''دیکھیں گے۔''

سبھاش نے ریسیور رکھتے ہوئے اوناسس کے رویے کے بارے میں سوچا کہ اوناسس کے عدم یقین کا سبب معاہدے کی پیچیدگی ہے یا اُس کے ذہن میں یہ بات ہے کہ عناصر کی یکجائی تک جگدیش زندہ ہی نہیں رہے گا۔

☆======☆=====☆

''وہ نہیں آئے گا۔'' موٹے آدمی نے اپنے دونوں ساتھیوں کو بہ غور دیکھتے ہوئے کہا۔ اُن کے نقوش اُنھیں لاطینی امریکا کا باشندہ ثابت کرتے تھے۔ اُسے اُن پر اعتماد نہیں تھا۔ اس کے خیال میں لاطینی امریکا کے لوگ اس قابل نہیں ہوتے تھے کہ اُن پر اعتماد کیا جا سکے۔ 'میں جانتا تھا، وہ نہیں آئے گا۔'' اُس نے کار سے باہر صحرا میں دیکھتے ہوئے کہا اور اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھنے لگا۔

وہ جس کار میں پام اسپرنگز آئے تھے، چوری کی تھی، اُنھیں جس شخص سے ملنا تھا، وہ لویسانا کا رہنے والا تھا۔ موٹے شخص نے اس کے بارے میں خاصی تحقیق کی تھی، مطلوبہ شخص ہرفن مولا قسم کا آدمی تھا اور اب تک کئی پیشے بدل چُکا تھا۔ وہ جو چیز فروخت کرنا چاہتا تھا، ناقابل یقین تھی لیکن تحقیق پر اُس کے ہر دعوے کی تائید ہوئی تھی۔ اُس نے فون پر کہا تھا کہ وہ فہرست اپنے ساتھ نہیں لائے گا کیونکہ پہلے قیمت کے سلسلے میں بات ہونا چاہیے۔ موٹے کا خیال تھا کہ ہدف نے یقیناً خطرہ بھانپ لیا تھا۔

وہ یہاں تک اُس شخص کے بنائے ہوئے نقشے کے مطابق پہنچے تھے، جسے یہاں اُن سے ملنا تھا، یہ علاقہ ہالٹ ڈیزرٹ کہلاتا تھا۔ وہ اس جھونپڑی تک پہنچ گئے تھے، جس پر اُن

کے ہدف نے نقشے میں ضرب کا نشان بنایا تھا۔ اس سفر کے لیے وہ کار نا مناسب تھی جو اُنھوں نے چُرائی تھی۔ تاہم وہ کسی نہ کسی طرح پہنچ ہی گئے تھے۔ البتہ کار کی حالت بے حد خستہ ہوگئی تھی۔

''وہ نہیں آئے گا۔'' موٹے نے پھر کہا اور جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنے ریوالور کو چھوا۔ ''بس ہم دس منٹ اور انتظار کریں گے۔'' اُس نے غرا کر کہا۔ اُسے رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا۔ اپنے ہدف پر بھی اور دونوں ساتھیوں پر بھی جو اُس کے ساتھی ہرگز نہیں تھے۔ اُنھوں نے اُس کی خدمات حاصل کی تھیں۔ اُس نے تین ہفتے اُن کے ہدف کو تلاش کرنے اور اُس کا پس منظر معلوم کرنے میں گنوائے تھے اور ابھی تک اُسے معاوضے کے وعدوں کے سوا کچھ نہیں ملا تھا۔

''وہ دیکھو۔'' رائفل بردار نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے ہیجانی لہجے میں کہا۔

دور بہت دور جگنو چمک رہے تھے جو یقیناً کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس تھیں۔ پانچ منٹ بعد فاصلہ کم ہونے پر اُنھیں احساس ہوا کہ وہ ایک ٹرک ہے۔ موٹے نے رائفل بردار کو اشارہ کیا۔ وہ گرد و پیش کی تاریکی میں گم ہوگیا۔ موٹا اپنے دوسرے ساتھی کی طرف مڑا۔

......''تیار ہو جاؤ، مچھلی آ رہی ہے جال میں۔''

ٹرک اُن سے پچاس فٹ دور رک گیا۔ اُس میں سے ایک شخص برآمد ہوا۔ اُس کے ہاتھ میں پستول تھا۔

موٹا کار کے بونٹ پر ٹک گیا۔ ''تم بین ہو؟'' اُس نے نووارد سے پوچھا۔ نووارد نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''جلدی بتاؤ، کتنی قیمت لوگے اور ادائیگی کا کیا طریقہ ہوگا فہرست کہاں ہے اور یہ تم نے پستول کیوں تان رکھا ہے؟''

نووارد کو جواب دینے کا موقع نہیں ملا۔ تاریکی میں چھپا ہوا رائفل بردار بہت تیزی سے حرکت میں آیا تھا۔ رائفل کی نال نووارد کی گردن سے ٹک گئی۔ ''ہلنا مت۔'' اُس نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر نووارد کا پستول چھین لیا۔

موٹا اپنے ساتھی کے ساتھ نووارد کی طرف بڑھا۔ اتنی دیر میں بین نامی نووارد نے خود کو سنبھال لیا تھا۔ ''یہ بتا دوں کہ میں نے آتے ہوئے پولیس کو کال کر دیا تھا کہ میں صحرا

میں بھٹک گیا ہوں۔'' اُس نے کہا۔ ''وہ زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے میں یہاں پہنچ جائیں گے جو بات کرنی ہے، جلدی سے کرلو۔''

موٹے نے لپک کر ٹرک کا جائزہ لیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر سی بی ریڈیو موجود تھا۔

''جلدی سے کار میں بیٹھو۔ پولیس والے یہی سمجھیں گے کہ یہ اُن کی طرف سے مایوس ہو کر لفٹ لے کر چل دیا ہے۔'' اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

رائفل بردار نے بین کو کار کی طرف دھکیلا۔ اُس کا دوسرا ساتھی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔ کار چل دی۔ وہ آدھا میل دور گئے ہوں گے کہ حادثہ ہوگیا۔ درحقیقت راستے کے دونوں طرف چٹانیں تھیں اور بعض مقامات پر راستہ بے حد تنگ تھا۔ دوسری طرف اُنھیں جلدی تھی۔ ڈرائیور نے کار کو ایک سمت چٹان سے بچانے کی کوشش کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ دوسری جانب والی چٹان سے ٹکرا گئی۔ وہ سب ایک دوسرے پر جا پڑے اور چیخنے چلانے لگے۔ سب سے پہلے موٹا سنبھلا۔ ڈرائیور اپنی ناک سنبھالے ہوئے تھا، جس سے خون جاری تھا لیکن سب سے زیادہ مشکل میں اُن کا قیدی تھا۔ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ چٹان دروازے سے ٹکرائی تھی اور دروازہ کم از کم ایک فٹ دھنس گیا تھا۔ شاید قیدی نے سنبھلنے کے لیے اپنا دایاں پاؤں پھیلایا ہوگا۔ اُس کا پاؤں ڈرائیور کی سیٹ کے چھ انچ اونچے خلا میں گیا ہوگا۔ اُسی وقت چٹان نے دروازے کو ایک فٹ دھنسا دیا ہوگا۔ اب اُس کا پاؤں سیٹ کے فریم میں پھنسا ہوا تھا۔ اُس کے علاوہ اس کا سر بھی دروازے سے ٹکرایا تھا۔ وہ فوراً ہی بے ہوش ہوگیا تھا۔

''کار اسٹارٹ کرنے کی کوشش کرو۔'' موٹے نے کراہتے ہوئے ڈرائیور سے سخت لہجے میں کہا۔

ڈرائیور نے کوشش کی لیکن انجن چند لمحے کھانسنے کے بعد خاموش ہوگیا۔ ''یہ تو گئی۔'' ڈرائیور نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

''نکلو یہاں سے اور ٹرک کی طرف چلو۔'' موٹے نے حکم دیا۔

ڈرائیور کوٹ کی آستین سے خون آلود ناک پونچھتا ہوا باہر نکلا اور اُس طرف چل دیا، جہاں اُنھوں نے ٹرک کو چھوڑا تھا، موٹا شخص اور رائفل بردار پانچ منٹ تک اپنے قیدی

کو کار کے دروازے اور سیٹ کے فریم کی گرفت سے آزاد کرانے کی کوشش کرتے رہے لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ نیچے خون کا اچھا خاصا تالاب بن گیا تھا۔ ''ہمیں یہیں معلومات حاصل کرنی ہوں گی۔ اسے ساتھ لے جانا تو ممکن نہیں ہے۔'' رائفل بردار نے کہا۔

''یہ ہمارے ساتھ جائے گا۔'' موٹے نے چڑ کر کہا اور اپنے کوٹ کی جیب سے چاقو نکال لیا۔

☆======☆=====☆

صبح پونے چار بجے پام اسپرنگز پولیس کو پیڈلر نامی ڈاکٹر نے فون کر کے بتایا کہ تین مسلح افراد اُس کے گھر آئے تھے، اُن کے ساتھ ایک اور شخص تھا، جس کی ٹانگ گھٹنے کے نیچے سے کاٹی گئی تھی، مسلح افراد نے ریوالور کے زور پر اُسے زخمی کی مرہم پٹی کرنے پر مجبور کیا۔ بیس گھنٹے بعد ہالٹ ڈیزرٹ میں پولیس کو ایک شکستہ کیڈیلاک کار ملی، جس میں ایک کٹی ہوئی ٹانگ موجود تھی، دو دن بعد بارھویں شاہراہ پر ایک ٹرک ملا، جس میں دو لاشیں تھیں۔ اُن میں ایک موٹا آدمی تھا۔ جیب میں موجود شناختی کاغذات سے ثابت ہوا کہ وہ پرائیوٹ سراغ رساں جیک ہے۔ اُسے عقب سے شوٹ کیا گیا تھا۔ گولی اُس کی گدی سے پار نکل گئی تھی۔ دوسرے کا نام پارکر تھا۔ وہ جگدیش کارپوریشن میں فائلنگ کلرک کی حیثیت سے ملازم تھا۔ اس کی دائیں ٹانگ کٹی ہوئی تھی اور اسے بھی شوٹ کیا گیا تھا۔

☆======☆=====☆

حارث کو اُس ڈنر پارٹی میں سلوکم لے گیا تھا۔ سلوکم بھی پولیس میں رہ چکا تھا لیکن اب محکمہ چھوڑنے کے بعد اُس نے اپنی ڈی ٹیکٹیو ایجنسی قائم کر لی تھی۔ پارٹی میں ان کے علاوہ بارہ افراد شریک تھے۔ چھ مرد اور چھ عورتیں۔ وہ شادی شدہ جوڑے تھے۔ تمام مرد جگدیش کارپوریشن کے عہدے دار تھے۔ یہ عجیب بات تھی کہ وہ اُن دونوں کو نظر انداز کر رہے تھے۔ حارث نے اس کی وجہ سوچنے کی کوشش کی لیکن ایک ہی بات سمجھ میں آ سکی۔ شاید جگدیش نے انھیں بتا دیا تھا کہ حارث سابق پولیس مین ہے جس پر گزشتہ سال ستمبر میں مقدمہ چلا تھا جس کی خبروں کو اخبارات نے بہت اچھالا تھا ممکن ہے، ان میں سے کچھ کو وہ مقدمہ یاد ہو اور وہ اسے ناپسند کرتے ہوں لیکن پھر اُس نے فیصلہ کیا کہ جگدیش اپنے

ملازمین سے ایسی باتیں نہیں کرسکتا۔ حارث نے وہ سب کچھ ذہن سے جھٹک دیا۔ اُسے کسی بات کی پروا نہیں تھی۔

بہرحال کھانا بہت جاندار تھا۔ اُس نے ڈٹ کر کھایا۔ وہ مسلسل جگدیش کو دیکھتا رہا۔ جگدیش نے ایک بار بھی نظر اٹھا کے اُسے یا سلوکم کو نہیں دیکھا تھا لیکن اُس نے تو کسی کو بھی نہیں دیکھا تھا پھر اچانک جگدیش اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس کیساتھ ہی ڈنر ختم ہو گیا۔ ''مجھے امید ہے، آپ لوگوں کو فلمیں بھی پسند آئیں گی۔'' اُس نے خلیق لہجے میں کہا۔ ''یہ فلمیں میں نے منتخب کی ہیں۔ میں معذرت چاہتا ہوں، مجھے ذرا کام ہے۔'' یہ کہہ کر وہ اُٹھ گیا۔

اسکے جانے کے بعد ایک منٹ خاموشی رہی پھر گفتگو دوبارہ شروع ہو گئی۔ بٹلر نے آ کر پہلے سلوکم کو اور پھر اُسے مطلع کیا۔ ''مسٹر جگدیش پانچ منٹ بعد آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔''

پانچ منٹ بعد سلوکم، حارث کو لے کر جگدیش کے اسٹڈی روم کی طرف چلا گیا۔ وہ باہر بیٹھے ہی تھے کہ جگدیش سٹڈی روم کے دروازے پر نمودار ہوا۔ اُس نے حارث کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ ''مسٹر سلوکم! اندر آ جایئے۔''

اُن دونوں کے عقب میں دروازہ ٹھیک طرح سے بند نہیں ہو سکا تھا۔ حارث اندر ہونے والی گفتگو سن سکتا تھا۔ ''مجھے اس شخص کے بارے میں بتاؤ۔'' جگدیش کی آواز اُبھری۔

ستمبر کے اخبارات میں اُس کے متعلق سب کچھ شائع ہو چکا ہے۔ یہ لاس اینجلز پولیس میں پیٹرول مین تھا۔ ایک رات یہ معمول کے مطابق گشت پر تھا۔ اس کا پارٹنر بیمار ہو گیا تھا، اس لیے ایک نیا پیٹرول مین ڈیفرس اس کے ساتھ تھا۔ ڈیفرس درحقیقت نفسیاتی مریض ثابت ہوا۔ آدھی رات کو اُنھیں...... کال موصول ہوئی کہ ایک زیرِ تعمیر عمارت کے پاس ایک چوری کا ٹرک کھڑا ہوا ہے۔ یہ دونوں وہاں پہنچے۔ حارث اپنی کار سے اُترا ہی تھا کہ زیرِ تعمیر عمارت کے اندر سے فائرنگ کی گئی۔ اس کے گھٹنے میں گولی لگی۔ ڈیفرس اُتر کر اندر لپکا۔ اندر کچھ لوگ تھے۔ ریوالور اُن میں سے صرف ایک کے پاس تھا۔ وہ بھی جلد ہی خالی ہو گیا۔ ڈیفرس نے اپنا ریوالور ان لوگوں پر خالی کر دیا پھر وہ باہر نکلا اور حارث کا

ریوالور بھی نکال لے گیا۔ یوں اُس نے آٹھ آدمی ہلاک کر دیے۔ بعد میں ڈیفرس نے یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ حارث کا ریوالور اُس نے استعمال کیا تھا۔ ان دونوں پر مقدمہ چلا۔ آخر میں ڈیفرس کو نفسیاتی اسپتال بھیج دیا گیا جبکہ حارث بری ہو گیا۔''

حارث خاموشی سے سنتا رہا، تقریباً سبھی کچھ ٹھیک تھا۔

''اور تمہارا خیال ہے، یہ مارکوس کو پہچانتا ہے؟'' جگدیش نے پوچھا۔

''بہت اچھی طرح۔''

''اور اس سے ہٹ کر بھی بتاؤ۔ کیا یہ ہمارے کام کا آدمی ہے؟''

''جی ہاں جناب۔ سب سے بڑی بات یہ کہ ضرورت مند ہے۔ کیس میں بہت اخراجات ہوئے تھے، یہ ۳۳ ہزار ڈالر کا مقروض ہے۔''

کچھ دیر خاموشی رہی پھر جگدیش کی آواز اُبھری۔ ''ہمارے حساب سے یہ کچھ زیادہ ہی راست عمل تو نہیں ہے؟''

باہر بیٹھا ہوا حارث سوچ میں پڑ گیا کہیں یہ سب کچھ اُسے دانستہ تو نہیں سنوایا جا رہا۔

''وہ کچھ بھی ہو، ہوتا رہے۔ ہمارے لیے اُسے صرف یہ کرنا ہے کہ ایک آدمی کو پہچاننا ہے۔'' حارث نے سلوکم کا جواب سنا۔

''ٹھیک ہے، اسے اندر لے آؤ۔''

ایک لمحے بعد سلوکم دروازے پر آیا اور اُس نے حارث کو اشارے سے بُلایا۔ حارث اسٹڈی میں داخل ہو گیا۔ جگدیش نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ''مسٹر حارث! تمہیں مسٹر سلوکم کے ساتھ سفر کرنا ہوگا اور ایک آدمی کی نشاندہی کرنا ہوگی۔ تمہیں مسٹر سلوکم نے رقم کی جو آفر کی ہے، وہ تمہارے خیال میں مناسب ہے؟''

''جی ہاں۔'' حارث نے جواب دیا۔

''یہ رقم درحقیقت تین کاموں کے لیے ہے۔ تمہیں ایک شخص کو تلاش کرنا ہے، اس سلسلے میں راز داری برتنی ہے اور سوال کرنے سے پرہیز کرنا ہے، میں تمہیں ایک سوال کا جواب بہرحال دوں گا کیونکہ یہ جلد یا بدیر تمہیں ضرور تنگ کرے گا۔ مارکوس، جسے تم تلاش

کرو گے، کے بارے میں ہمارے عزائم جارحانہ نہیں ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ تم راست گو، راست قدم ہو۔ اگر ہمارے عزائم مکروہ ہوتے تو ہم تمھارا انتخاب ہرگز نہ کرتے۔ ہم کاروباری لوگ ہیں مسٹر حارث۔ مارکوس کے ذریعے ایک اہم کاروباری معاہدے کی تکمیل ہوئی ہے۔ اب بولو، تم ہماری مدد کرو گے؟''

لفظوں سے زیادہ حارث کی توجہ جگدیش کے چہرے کی طرف تھی۔ پولیس کی تربیت نے اُسے یہی سکھایا تھا کہ لفظوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ اُسے یقین تھا کہ جگدیش جھوٹ بول رہا ہے بغیر کسی دُشواری کے۔ ''میں مارکوس کو تلاش کرنے کے سلسلے میں پہلے ہی رضامندی ظاہر کر چکا ہوں۔'' اُس نے کہا۔

انٹرویو ختم ہو گیا۔ حارث باہر نکل رہا تھا کہ جگدیش کی آواز نے اُسے چونکا دیا۔ ''اور یہ کام بہت اہم ہے مسٹر حارث۔ میں ہفتوں یا دنوں میں نہیں، گھنٹوں میں اس کی تکمیل چاہتا ہوں۔'' جگدیش کا لہجہ سخت تھا۔

''ہم پوری پوری کوشش کریں گے جناب۔'' اس بار سلوکم نے کہا۔

''میں ایک بات بتا دوں۔'' جگدیش نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔ ''مجھے اس جملے سے نفرت ہے۔ کوشش پوری ہو یا آدھی، اچھی ہو یا بری، مجھے صرف کامیابی سے غرض ہے۔''

☆=====☆======☆

نیو فاؤنڈ لینڈ میں سینٹ جان ائیرپورٹ کی عمارت برف میں گھری ہوئی تھی۔ محکمہ موسمیات کے مطابق ایک اور طوفان کی آمد آمد تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جہاز کی لینڈنگ ہموار نہیں تھی۔ دروازے کھلتے ہی جہاز کے اندر کا ٹمپریچر تیزی سے گرنے لگا۔ مسافر ایک ایک کر کے باہر آئے۔ ان میں حارث بھی تھا۔ ٹرمینل کی عمارت کم از کم پچاس گز دور تھی۔ وہاں تک پہنچتے پہنچتے حارث کی قلفی جم گئی۔ اُسے بتایا گیا تھا کہ ائیرپورٹ پر اُسے کوئی لینے آئے گا۔ اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن اُسے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا جو کسی کا منتظر ہو۔ اُس نے انفارمیشن ڈیسک پر اپنا تعارف کرایا۔ ''حارث...... فلائٹ ٹو فورایٹ، میرے لیے کوئی پیغام ہے؟'' اُس نے پوچھا۔

''جی ہاں مسٹر حارث! ہم ابھی پبلک ایڈریس سسٹم پر اعلان کرنے والے تھے۔ آپ کا ڈرائیور آدھے گھنٹے تاخیر سے آئے گا۔''

حارث کے پاس صرف ایک بریف کیس تھا۔ کسٹم میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ وہ وہاں سے فارغ ہو کر انتظار گاہ کی طرف چلا آیا۔ باہر طوفان کی شدت کو دیکھتے ہوئے اُسے سوچنے کا موقع بھی مل گیا تھا۔ اُسے جگدیش ورما اور سلوکم جیسے لوگوں کے ملوث ہونے کی وجہ سے اندازہ ہو رہا تھا کہ مہم جب بھی شروع ہوئی، واقعات اتنی تیز رفتاری کے ساتھ رونما ہوں گے کہ سوچنے کی مہلت ہی نہیں ملے گی۔ اُسے ذہنی اور جسمانی طور پر پوری طرح چوکس رہنا ہوگا۔

اُس کا باپ سعید ہندوستانی مسلمان تھا اور کم عمری ہی میں امریکا آ گیا تھا۔ حارث کی ماں امریکن تھی۔ وہ پانچ سال کا تھا کہ ماں باپ کے درمیان علیحدگی ہو گئی۔ ماں نے اپنی مرضی سے اُسے باپ کے پاس چھوڑ دیا تھا اور وہ اس میں خوش تھا کیونکہ باپ سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔ اُس کا باپ تھا بھی محبت کے قابل۔ وہ برسوں سے ایک ٹیکسی کمپنی میں ملازم تھا اور ٹیکسی چلاتا تھا۔ حارث نے اُسے ہمیشہ خوشحال دیکھا لیکن جُوئے کی لت نے اسے کبھی بچت کا موقع نہیں دیا تھا۔ بیٹے کو اُس نے وہ سب کچھ دیا، جس کی اُس نے آرزو کی۔ حارث اس وقت اپنے باپ ہی کی وجہ سے یہاں موجود تھا۔

بوڑھے باپ نے اُس کا کیس لڑنے کے لیے بہترین وکیل منتخب کیا اور پیسہ پانی کی طرح بہایا۔ اُس نے حارث کو یقین دلایا کہ وہ اپنی بچائی ہوئی رقم خرچ کر رہا ہے اور تشویش کی کوئی بات نہیں لیکن حارث جانتا تھا کہ اُس کا ہاتھ ہمیشہ کھُلا رہا ہے۔ بچت کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ بعد میں اُسے پتا چلا کہ اُس کے باپ نے سود پر قرض لیا تھا اور اب وہ ۳۳ ہزار ڈالر کا مقروض ہے۔ شاید وہ قرض اُتارنے کے لیے اُس نے ٹیکی کی حیثیت سے ملازمت بھی قبول کر لی تھی حالانکہ وہ اس کے آرام کرنے کے دن تھے۔

حارث سوچتا رہا کہ اگر اُس کے باپ کو اس کام کا علم ہوتا تو وہ کیا کہتا۔ وہ یقیناً سرگوشی میں کہتا۔ ''قرض کی فکر نہ کرو۔ ۳۳ ہزار ڈالر کوئی بڑی رقم نہیں ہے۔ بیٹے، مجھے یہ کام ٹھیک معلوم نہیں ہوتا۔ اس میں یقیناً کوئی گڑبڑ ہے۔ بہرحال اگر تم حسب معمول اس

بار بھی میرا مشورہ قبول نہ کرو تو یہ یاد رکھنا کہ ایک اچھے آدمی کو جب یہ احساس ہوتا ہے کہ اُسے بیوقوف بنایا گیا ہے تو وہ بھاگتا ہے، اب یاد رکھو کہ اندھا دُھند اور تیز رفتاری سے کبھی نہیں بھاگنا۔ دیکھ بھال کر مناسب رفتار سے بھاگنا چاہیے۔'' یہ آخری جملہ اُس کے باپ کا مخصوص مشورہ تھا، جو وہ عمر بھر ہر موقع پر دیا کرتا تھا۔ اس لمحے حارث کو اپنا بوڑھا باپ ٹوٹ کر یاد آیا۔ وہ محبت کے احساس سے سرشار ہو گیا۔

قدموں کی آواز نے اُسے چونکا دیا۔ آدھا گھنٹا گزر گیا تھا اور اُسے پتا ہی نہیں چلا تھا۔ وہ اس طویل القامت اور قوی الجثہ آدمی کو اپنی طرف بڑھتے دیکھتا رہا۔ ''مسٹر حارث؟'' اُس شخص نے سوالیہ لہجے میں پوچھا۔ حارث نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''میرے ساتھ آئیے۔'' اس شخص نے کہا۔ حارث نے اپنا بریف کیس اُٹھایا اور اُس کے پیچھے چل دیا۔

ٹرمینل کے باہر پارکنگ ایریا میں سبز شیورلیٹ کھڑی تھی۔ اس کے وائپر متحرک تھے۔ اُس شخص نے عقبی دروازہ کھولا، حارث کار میں بیٹھ گیا۔ وہ شخص گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آیا اور کار اسٹارٹ کردی۔ برف کا طوفان جاری تھا لیکن ڈرائیور مشینی مہارت کے ساتھ کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اُس وقت سہ پہر کے ڈھائی بجے تھے لیکن طوفان کی وجہ سے نظر دو سو گز سے زیادہ دیکھنے سے قاصر تھی۔

''کتنی دور جانا ہے ہمیں؟'' حارث نے پوچھا۔

''چند میل۔''

''تم کس کے لیے کام کرتے ہو؟''

''رین فیلڈ کے لیے۔''

''تمہارا نام کیا ہے؟''

''میڈوز۔''

''تمہارا تعلق یہیں سے ہے؟''

''انٹوریو سے۔'' طویل القامت ڈرائیور نے کہا پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد بولا۔ ''اگر آپ ایک پیس میں اپنی منزل پر پہنچنا چاہتے ہیں تو سوالات موقوف کر دیں۔

یہاں ڈرائیونگ کے لیے ارتکاز ضروری ہے۔''

حارث کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا نیچے بندرگاہ پر چار پانچ اسٹیمر اور سات آٹھ ماہی گیری کی کشتیاں کھڑی تھیں۔ کار بالآخر ایک فیکٹری کی حدود میں داخل ہو گئی۔ سائن بورڈ پر آلٹن ڈیری تحریر تھا۔

''بلڈنگ کا وسطی دروازہ۔'' ڈرائیور نے کہا۔ وہ مختصر ترین گفتگو کا عادی معلوم ہوتا تھا۔

حارث نے اپنا بریف کیس سنبھالا اور کار سے اتر آیا۔ وہ دو منزلہ عمارت تھی۔ دروازے تک پہنچتے پہنچتے اُسے تھرتھری چڑھ گئی۔ اندر ایک ہال تھا۔ جس میں زینہ بھی تھا۔ زینوں کے اوپر دروازہ تھا۔ وہ بڑا سا کمرا شاید لیب کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ وہاں موجود آلات سے یہی اندازہ ہو رہا تھا۔ حارث نے کمرے میں داخل ہو کر اپنا بریف کیس اسٹول پر رکھا اور گھڑی میں وقت دیکھا۔ ساڑھے تین بجے تھے، جبکہ میٹنگ کا وقت تین بجے طے ہوا تھا۔ کمرے میں کئی بنچیں پڑی تھیں۔ لیکن حارث بیٹھنے کے بجائے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ سردی ہڈیوں میں سرایت کرتی محسوس ہو رہی تھی۔

اچانک قدموں کی آہٹ سنائی دی اور دروازہ کھلا اور ایک شخص کمرے میں داخل ہوا۔ اُس کی عمر پچاس کے لگ بھگ ہو گی۔ وہ فربہ اندام تھا۔ اپنے قد کے اعتبار سے اُس کا وزن کم از کم پچاس پونڈ زیادہ تھا۔ اس پچاس پونڈ کا ایک حصہ گوشت کی تہوں کی صورت میں چہرے پر لپٹا ہوا تھا اور باقی سینے سے نیچے توند کی شکل میں موجود تھا۔ اُس نے حارث کو دیکھ کر سر ہلایا اور اپنے بریف کیس کو بنچ پر رکھ دیا پھر اُس نے حارث کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ''میرا نام رین فیلڈ ہے۔'' اُس نے کہا۔ ''سلوکم نے تمہیں ضروری باتیں بتا دی ہوں گی۔ کیا بتایا گیا ہے تمہیں؟''

''کچھ زیادہ نہیں۔' حارث نے جواب دیا۔ ''مجھے مارکوس کو تلاش کرنیکا معاوضہ چالیس ہزار ڈالر ملے گا۔ دس ہزار مجھے مل چکے ہیں۔ اُس نے کہا تھا، مجھے یہاں پہنچ کر تم سے ملنا ہے میرا خیال تھا، وہ بھی یہیں ملے گا، وہ یہاں نہیں ہے کیا؟''

''نہیں۔'' رین فیلڈ نے چڑچڑے پن سے کہا چڑنے کی بات ہی تھی۔ سوالات

اُسے کرنے تھے نہ کہ حارث کو۔ ''سلوکم نے تمہیں بتایا تھا کہ تمہیں میرے ساتھ کام کرنا ہے؟''

'نام تو نہیں بتایا تھا تمہارا۔ البتہ کہا تھا کہ میں اکیلا نہیں ہوں گا۔''

'اگر ہمیں مارکوس کو نیو فاؤنڈ لینڈ میں تلاش کرنا ہے تو تیزی سے کام کرنا ہوگا۔ حلقہ بہت وسیع ہے تم مجھ سے تعاون کرو گے؟''

''یقیناً کروں گا۔''

''تمہیں معلوم ہے کہ رازداری کی وجہ سے تمہیں اتنا زیادہ معاوضہ دیا جا رہا ہے تمہیں سوالات سے بھی پرہیز کرنا ہوگا۔''

حارث سوچ میں پڑ گیا کہ اپنے شبہات کا اظہار اس وقت کرے یا سلوکم سے ملاقات کا انتظار کرے پھر اُس نے رین فیلڈ کو جانچنے کا فیصلہ کیا۔ ''سلوکم نے کہا تھا کہ وہ جگدلیش کارپوریشن کے ایک اہم کاروباری معاہدے کے سلسلے میں کام کر رہا ہے۔ مارکوس ان کا کاروباری حریف ہے۔ ہمیں اُسے تلاش کرنا ہے، تاکہ اُسے خریدا جا سکے، اگر بات یہی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں اور اگر بات کچھ اور ہے تو مجھے سوچنا پڑے گا۔ چالیس ہزار ڈالر کے معاوضے سے تو ایسا لگتا ہے جیسے مارکوس کو تلاش کر کے ٹھکانے لگانا ہے اور اُسے تلاش کرنا میرا کام ہے کیا خیال ہے تمہارا؟''

رین فیلڈ گویا بولنے سے پہلے لفظوں کو تول رہا تھا۔ بالآخر اُس نے سرد لہجے میں کہا۔ ''یہ سب کچھ تم سلوکم سے دریافت کرنا، مجھے بھی احکامات اسی سے ملتے ہیں۔''

'میں نے ابھی تک دس ہزار خرچ نہیں کیے ہیں اور میں رقم واپس کرنے کا حق رکھتا ہوں۔''

رین فیلڈ نے پہلو بدلا، اپنا بریف کیس کھولا اور ایک لفافہ نکال کر حارث کی طرف بڑھایا۔ ''یہ بیس ہزار ڈالر ہیں۔ اصل کہانی یہ ہے کہ مارکوس اور ہمارے باس ایک خطرناک بزنس ڈیل میں ملوث ہیں ہم مارکوس کو تلاش کر کے اُسے تحفظ فراہم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بات طے ہے کہ تم رفتہ رفتہ معتبر ٹھہرو گے اور تمہیں مزید اعتماد میں لیا جائے گا۔''

حارث نے لفافہ کھولکر اُس میں جھانکا پھر اُسے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔

''اپنے ہوٹل کا رُخ کرنے سے پہلے تمہیں سینٹ اوریل جانا ہوگا۔ وہاں تم سلوکم سے مل سکو گے، ٹھیک ہے؟'' رین فیلڈ نے کہا، حارث نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ''یہ ریوالور بھی رکھ لو۔'' رین فیلڈ نے اُس کی طرف ریوالور بڑھایا۔

حارث نے مضحکانہ انداز میں اُسے دیکھا۔ ''ابھی تم پُر امن گفتگو کر رہے تھے اور اب یہ ریوالور......؟''

''یہ سب کچھ سلوکم سے پوچھنا۔'' رین فیلڈ نے چڑ کر کہا۔ ''آؤ میرے ساتھ......''

وہ جس کار میں ائیرپورٹ سے آیا تھا اب بھی باہر موجود تھی۔ رین فیلڈ نے حارث کو ڈرائیور سے متعارف کرایا۔ ''یہ میڈوز ہے۔'' پھر اُس نے میڈوز سے کہا۔ ''ہمیں سینٹ اوریل چلنا ہے۔''

☆=====☆=====☆

کار دس منٹ مین روڈ پر چلنے کے بعد ایک ذیلی سڑک پر مڑ گئی۔ ''میڈوز مقامی پولیس میں کام کر چکا ہے۔'' رین فیلڈ نے حارث کو بتایا'' درحقیقت ہم سبھی سابق پولیس مین ہیں۔ میں نیو یارک پولیس میں رہا ہوں۔''

حارث نے سکون کا سانس لیا۔ ایسا لگا جیسے وہ اپنوں میں آ گیا ہو۔ اس سیٹ اپ کا ایک مطلب یہ بھی تھا کہ ہدایات سنو اور ان پر عمل کرو، سوالات مت کرو، اُس نے سلوکم سے اور اب رین فیلڈ سے کہا تھا کہ وہ رقم واپس کرنے کا حق محفوظ رکھتا ہے۔ سوال یہ تھا کہ وہ اس طرح کس کو بے وقوف بنا رہا ہے؟ خود کو یا اور کسی کو؟ بوڑھا باپ اسی کی وجہ سے مقروض ہوا تھا اور اب اُسے وہ قرض ادا کرنا تھا۔ دنیا میں اور ایسا کون تھا جو ایک کام کا معاوضہ چالیس ہزار ڈالر دیتا۔ تیس ہزار تو اُسے اس وقت تک مل چکے تھے۔ اس صورت حال میں آئی ہوئی رقم واپس کرنے کا تصور بہت بڑی خود فریبی تھی۔

''تمہیں معلوم ہے، حارث پولیس سے کس طرح نکالا گیا تھا؟'' رین فیلڈ نے میڈوز سے پوچھا۔ ''زبردست ہنگامہ ہوا تھا......''

حارث نے فوراً ہی موٹے رین فیلڈ کو ٹوک دیا۔ ''میں اس کیس کے سلسلے میں گفتگو پسند نہیں کرتا۔''

"چھوڑو بھی، یہ گھر کی بات ہے۔ پولیس کا محکمہ ہم لوگوں کے درمیان قدر مشترک ہے۔" رین فیلڈ نے کہا اور کیس کی پوری تفصیل میڈوز کو سنا دی۔ میڈوز نے خاموشی سے سنا اور کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا۔ حسب سابق اُس کی پوری توجہ ڈرائیونگ کی طرف تھی۔ سڑک سنسان تھی۔ ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھا۔ حارث کھڑکی سے باہر گزرتے ہوئے مناظر دیکھتا رہا۔ حدنظر تک برف ہی برف تھی۔ کار میں سردی نہ ہوتی، تب بھی باہر کے مناظر سردی کا احساس دلانے کے لئے بہت کافی تھے۔

"تم نے مقدمے کے بعد پولیس کی ملازمت سے استعفیٰ کیوں دے دیا تھا۔" میڈوز نے پانچ منٹ بعد پوچھا۔

"میرے خیال میں یہی مناسب تھا۔" حارث نے جواب دیا۔

"استعفیٰ کیوں؟" میڈوز کا لہجہ سرد تھا۔ "استعفیٰ کی کیا بات تھی۔ تم نے غلطی کی۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارا کام کس قدر اعصاب شکن ہے۔ ڈیفرس جیسے لوگ پاگل بھی ہو جاتے ہیں۔ جب تم بری ہو گئے تھے تو استعفیٰ دینے کی کیا ضرورت تھی؟"

حارث نے کوئی جواب نہ دیا، جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اس طرح میڈوز کے جارحانہ انداز کی حوصلہ افزائی ہوتی۔ جو کچھ ہوا تھا اُس نے اُس کی رُوح کو بیمار کر دیا تھا پھر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ پولیس کی ملازمت کے ذریعے وہ ۳۳ ہزار ڈالر کا قرض کسی بھی طرح ادا نہیں کرسکتا تھا۔

سڑک نے جنوب مغرب کی طرف بل کھایا تھا۔ کار بدستور ساحل کے متوازی سفر کر رہی تھی۔ رین فیلڈ نے میڈوز سے کچھ پوچھا، میڈوز نے جواب دیا۔ لیکن حارث نے کچھ نہیں سنا۔ پھر رین فیلڈ حارث کی طرف متوجہ ہوا۔ "میں تمہیں سینٹ اوریل کے بارے میں بتا دوں، چھوٹا سا علاقہ ہے۔ آبادی ڈھائی سو کے لگ بھگ ہوگی۔ کھاڑی کے پاس ایک بڑا مکان ہے، جس میں ڈاکٹر ایکلن نامی ایک شخص رہتا ہے۔" اس نے حارث کو بہ غور دیکھتے ہوئے کہا۔ شاید وہ اس نام پر اُس کا ردعمل دیکھنا چاہتا تھا۔ "ایکلن کے بارے میں سن لو ہمیں ممکنہ طور پر وہی مارکوس تک پہنچا سکتا ہے۔ ڈاکٹر ایکلن پیدائشی طور پر آسٹرین ہے اُس نے انٹرنیشنل لا میں ڈاکٹریٹ کی ہے ۱۹۳۷ء میں وہ امریکا آیا۔ ۱۹۶۳ء

میں کینیڈا کی شہریت حاصل کی۔ بہ ظاہر نہ کوئی اس کا ساتھی ہے نہ ملازم، بہ وقت ضرورت امریکی حکومت پیچیدہ معاملات میں اُسے بروکر کی حیثیت سے استعمال کرتی ہے۔ فرض کرو، امریکی حکومت، روسیوں سے خفیہ طور پر کوئی چیز خریدنا چاہتی ہے یا معاملہ برعکس ہے۔ ایسے مواقع پر ڈاکٹر ایکلن ہی کو استعمال کیا جاتا ہے۔"

"کیا مطلب؟ میں سمجھا نہیں۔" حارث نے کہا۔

"تین سال پہلے امریکا کو ماسکو کے تربیت یافتہ فلسطینیوں کی فہرست درکار تھی۔ دوسری طرف اُن فلسطینیوں نے روسیوں کو مایوس کیا تھا۔ چنانچہ روسیوں نے ایکلن کے توسط سے وہ فہرست فروخت کر دی۔" رینفیلڈ نے وضاحت کی۔ "سودا ڈیڑھ لاکھ ڈالر میں ہوا تھا۔ امریکی انٹیلی جنس نے ایک لاکھ اور اسرائیلیوں نے پچاس ہزار ڈالر ادا کیے۔ ابھی دو سال پہلے روسی چینیوں کے بنائے ہوئے اینٹی ریڈار سے خائف تھے۔ امریکیوں کے پاس اس سلسلے میں مکمل معلومات تھیں، جو اُن کے نکتہ نظر سے غیر اہم تھیں۔ اُنھوں نے ایکلن کے ذریعے وہ تمام معلومات ماسکو کو فراہم کر دیں۔ یہ ایکلن بہت کارآمد آدمی ہے...... رابطے کے لئے۔ وہ صرف اور صرف دولت کے لیے کام کرتا ہے لیکن وہ یہ بھی جانتا ہے کہ جب بھی وہ ضرر رساں ثابت ہوا، حرف غلط کی طرح مٹا دیا جائے گا۔"

"سوال یہ ہے کہ مارکوس سے اس کا کیا تعلق ہے؟"

"ہم یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔" رین فیلڈ کے لہجے میں یقین کی کمی تھی۔ "سلوکم سے پوچھ لینا وہی ہمارا باس ہے، میں تم اور میڈوز برابر کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

حارث خاموش ہو گیا۔ برف باری تھم گئی تھی۔ بادل تیزی سے جنوب کی طرف جا رہے تھے۔ نیلا آسمان نظر آنے لگا تھا پانچ بجنے میں بیس منٹ پر رین فیلڈ نے اعلان کیا کہ وہ سینٹ اور ریل پہنچ گئے ہیں۔ حارث نے باہر دیکھا۔ موٹر کاٹتے ہی اُسے سینٹ اوریل کا قصبہ نظر آیا جو خلیج کے ایک پہلو کی سمت بسا ہوا تھا۔

"یہاں کشتیوں کے ذریعے سامان آتا جاتا رہتا ہے۔" رین فیلڈ نے پورٹ پر لنگر انداز اسٹیمروں کے سلسلے میں وضاحت کی۔ "اگست کا مہینہ ماہی گیری کا موسم ہوتا ہے۔ اُس وقت یہاں کی آبادی ساڑھے تین سو تک پہنچ جاتی ہے۔ یہاں ایک ہوٹل، کرائے پر

اُٹھنے والے چھ کاٹیج اور دو بار ہیں۔‘‘

’’تم نیو فاؤنڈ لینڈ میں کب سے ہو؟‘‘ حارث نے پوچھا۔

’’دس دن سے...... اور اب ڈاکٹر ایکلن کا مکان دیکھو۔‘‘

حارث پہلے ہی اُس بڑے مکان کی طرف متوجہ تھا۔ وہ ایک میل کے برفانی میدان کے درمیان تھا اور خلیج سے مغرب کی سمت واقع تھا۔ سمندر کی لہریں ریت کے ٹیلے سے ٹکرا کر لوٹ جاتی تھیں۔ دوسری سمت ایک پہاڑی سڑک تھی، پہاڑ کی بلندی کا اندازہ کرنا مشکل تھا کیونکہ اُس کا بالائی حصہ بادلوں میں گھرا ہوا تھا۔ سمندر اور مکان کے درمیان صنوبر کے درختوں کا ایک جھنڈ اور جھاڑیاں حائل تھیں۔ مکان کی تعمیر میں بڑا حصہ لکڑی کا تھا، ہلکی ڈھلوانی چھت تھی۔ نیم دائرے کی شکل کے ڈرائیو وے میں اس وقت دو گاڑیاں موجود تھیں۔

وہاں سو کے قریب دو منزلہ مکانات تھے، جو بندرگاہ کے اوپر شمالی ڈھلوانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ ٹورسٹ ہاؤس کی تین منزلہ عمارت وہ واحد عمارت تھی جس کے سامنے سڑک موجود تھی۔ ٹورسٹ ہاؤس کے عین سامنے بندرگاہ کی سنگی دیوار تھی۔ دیوار کے عقب میں جیٹی تھی، جہاں دس بارہ کشتیاں بندھی ہوئی تھیں، ہوا میں مچھلی کی بساند رچی ہوئی تھی، اس وقت جیٹی سنسان تھی۔

کار رُکتے ہی وہ اُترے اور ہوٹل میں داخل ہو گئے، میڈوز آگے آگے تھا، ہال کی پیشانی پر مسز ڈالنز ٹورسٹ ہوم تحریر تھا، دروازے کی داہنی سمت چوبی سیڑھیاں تھیں۔ وہ اوپر چڑھ گئے۔ اوپر دو دروازے تھے، ایک سامنے اور دوسرا عقب میں۔ رین فیلڈ نے سامنے والے بیڈ روم کا دروازہ کھولا۔ سب سے پہلے چیز جو نظر آئی، وہ ایک سٹینڈ پر لگا ہوا ٹیلیسکوپک لینز والا کیمرا تھا۔ سلوکم کھڑکی کے پاس کھڑا تھا۔ اُس نے بڑھ کر حارث سے ہاتھ ملایا۔ ’’اس کا مطلب ہے، تم نے ارادہ تبدیل نہیں کیا۔ گڈ...... ویری گڈ۔‘‘ اُس نے آہستہ سے کہا۔

’’نہیں لیکن میرے ذہن میں کچھ سوالات بہ دستور سرسرا رہے ہیں۔‘‘

سلوکم نے کندھے جھٹک دیے، گویا سوالات کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ وہ اُس کا ہاتھ

تھام کر کھڑکی کے پاس لے گیا۔ ’’یہ ڈاکٹر ایکلن کا مکان ہے، ہمیں یقین ہے کہ مارکوس وہاں ضرور آئے گا۔ جیسے ہی تم اُسے مکان میں داخل ہوتے دیکھو، ہمیں بتا دو بس اتنا سا کام ہے تمھارا۔‘‘ اُس نے کہا۔

حارث نے ٹیلیسکوپک لینز سے عمارت کو دیکھا۔ لینز بے حد طاقت ور تھا۔ ایک میل کا فاصلہ اُس کے سامنے بے حیثیت نظر آ رہا تھا۔ ’’اور میرے سوالات؟‘‘ حارث نے کہا۔

’’پوچھو۔‘‘

’’تمہارا کہنا ہے کہ میں واحد آدمی ہوں جو مارکوس کو شناخت کر سکتا ہوں، یہ کیسے ممکن ہے جبکہ مارکوس لاس اینجلز اور نیو یارک میں بزنس کرتا رہا ہے۔‘‘

’’وہ امریکی نہیں ہے چنانچہ ہمیں نہ اُس کی تصویر میسر آئی اور نہ ایف بی آئی کے پرنٹس۔ وہ صرف لاس اینجلز پولیس کمپیوٹر کی یاداشت میں محفوظ ہے اور اُس کیس کی تفتیش تم نے کی تھی وہ کبھی گرفتار نہیں ہوا۔‘‘

حارث نے اسٹینڈ کو گھما کر گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ ’’دوسرا سوال، مجھے ریوالور کی کیا ضرورت پڑ سکتی ہے؟‘‘ اُس نے کہا۔

’’اوہ، یہ بات مجھے پہلے بتا دینا چاہیے تھی۔ مجھے یقین ہے کہ اگر مارکوس نے تمہیں پہلے دیکھ لیا تو وہ تمہیں قتل کرنے کی کوشش کرے گا۔‘‘

’’یہ کیسے ممکن ہے میرے اور اُس کے تعلقات کبھی ایسے نہیں رہے۔‘‘

’’صورت حال یہ ہے کہ یہ داؤ بہت لمبا ہے۔‘‘

’’تب تو بہتر ہے کہ تم مجھے اس کے متعلق بتاؤ۔‘‘

’’ہاں ٹھیک ہے۔ آؤ چل کر ایکلن کے مکان کو قریب سے دیکھیں۔ میں تمہیں اس ڈیل کے متعلق بتاتا ہوں......‘‘

☆=====☆=====☆

ہال میں مسز ڈالین ویکیوم کلینر کے ذریعے صفائی میں مصروف تھی۔ اُس نے اُنھیں دیکھ کر سر کو خفیف سی جنبش دی۔ ’’خوش قسمتی سے یہ اُونچا سنتی ہے۔‘‘ سلوکم نے حارث کو

بتایا۔

''تم ایکلن کے مکان کی کب سے نگرانی کر رہے ہو؟''

''دس دن سے۔''

''اس دوران ایکلن کے ملاقاتیوں کی تصویریں مجھے دکھاؤ گے؟''

''اس کی ضرورت نہیں، وہ سب جانے پہچانے مقامی آدمی ہیں۔''

''یہ کیسے پتا چلے گا کہ اُسے اپنی نگرانی کا علم ہوگیا ہے؟''

''جب بھی ایسا ہوا، وہ مکان چھوڑ جائے گا۔''

ٹورسٹ ہوم کے عقب میں سلوکم کی کار موجود تھی۔ وہ کار میں بیٹھ گئے۔ سلوکم نے کار اسٹارٹ کر دی۔ اُس کا رخ خلیج کی طرف تھا۔ ''میں اختصار سے کام لوں گا۔ سرمایہ داروں کا ایک گروپ لاطینی امریکا کے ایک ملک میں اثر ونفوذ خریدنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مارکوس اور ایکلن اس سلسلے میں ہونیوالی سودے بازی سے متعلق ہیں۔'' سلوکم نے بتایا۔ ''اس میں تین فریق ہیں، ایک وہ ملک، مارکوس جس کی نمائندگی کر رہا ہے، دوسرے وہ سرمایہ دار جن کی نمائندگی میں کر رہا ہوں۔ ایکلن رابطے کے طور پر کام کر رہا ہے۔''

''اس ملک کا نام؟''

''یہ میں تمہیں نہیں بتا سکوں گا۔ اس کی کوئی اہمیت بھی نہیں ہے، ہم منتظر ہیں کہ مارکوس ہم سے رابطہ قائم کرے گا۔ ہم پر دباؤ کم نہیں ہے۔ سرمایہ داروں کا گروپ چاہتا ہے کہ چار ہفتے کے اندر اندر مذاکرات مکمل ہو جائیں لیکن مارکوس کا اب تک کوئی پتا نہیں ہے۔ البتہ ہمیں اتنا معلوم ہوگیا ہے کہ اُس کی گرل فرینڈ سینٹ جان میں موجود ہے۔''

اب وہ ایکلن کے مکان کے بہت قریب سے گزر رہے تھے، مکان پر سکوت طاری تھا۔ صرف ڈرائیو وے میں کھڑی ہوئی دو کاریں مکان کی آبادی کی گواہی دے رہی تھیں۔

حارث سوچ رہا تھا کہ اب بھی اسے کام کی معلومات حاصل نہیں ہوسکی ہیں اُس کے بنیادی سوالات کی تشفی نہیں ہوئی تھی۔

اچانک سلوکم نے کار پارک کر دی۔ وہ نیچے اُتر آئے۔ اب وہ پیدل اُس سمت میں سفر کر رہے تھے۔ سلوکم آگے آگے تھا۔ وہ برف پر سڑک کے متوازی، درختوں کی آڑ لے

کر بڑھتے رہے۔ بیس منٹ بعد ایکلن کا مکان پھر اُن کی نظروں کے سامنے تھا۔ راستے میں ایک جگہ سلوکم لڑکھڑایا اور اُس کا پاؤں برف کے نیچے موجود پانی میں چلا گیا۔ سلوکم زیر لب کچھ کہہ کر رہ گیا۔ حارث کو وہ سب کچھ بے حد غیر حقیقی لگ رہا تھا۔ وہ صنوبر کے جھنڈ کے درمیان آخری ڈھلان کی طرف بڑھتے رہے۔ بالآخر وہ برف سے ڈھکی ہوئی ایک چٹان تک پہنچ گئے۔ وہاں سے خلیج کا منظر بھی دکھائی دے رہا تھا اور ایکلن کا مکان صرف چوتھائی میل دور تھا۔

پہلی بار حارث کو مکان کی وسعت کا اندازہ ہوا۔ مکان کی ہر منزل پر کم از کم چھ کمرے ہوں گے۔ چھت پر ٹی وی کا پندرہ فٹ اونچا ایریل تھا۔ ایسے ایریل اسے ہر مکان کی چھت پر نظر آئے تھے۔ سلوکم کچھ دیر سانس سنبھلنے کا انتظار کرتا رہا پھر بولا۔ ''تین ہفتے پہلے ایک گڑبڑ ہوگئی، ایک ایسے سرمایہ دار کی کمپنی کے ملازم کو پام اسپرنگز میں قتل کر دیا گیا جو اس کاروباری سودے میں شریک ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ قتل کا تعلق اس کاروباری معاہدے سے ہے بلکہ مارکوس سے ہے۔'' سلوکم نے حارث کو بغور دیکھا۔ ''اسی لیے میں ضرور سمجھتا ہوں کہ تم مسلح رہو، ٹھیک ہے؟''

حارث نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔

''اور یہ کار بھی تم ہی رکھو جو میرے پاس ہے۔''

کار کی طرف واپس آتے ہی سلوکم نے ڈکی کھولی کر ایک بیگ نکالا اور بیگ میں سے ایک ریوالور نکال کر حارث کو دیا۔ اس کے علاوہ کارتوسوں کا ایک ڈبا اور ایک دوربین بھی تھی۔ حارث نے ریوالور لوڈ کیا۔

''آخری سوال۔'' اُس نے کہا۔ یہ ہے کہ مجھے مارکوس کو کب تک تلاش کرنا ہے؟''

ابھی تم نے کہا کہ تمہارے پاس صرف چار ہفتے ہیں؟''

''تین ہفتے کہو، اگر بات تین ہفتے سے آگے گئی تو تمہیں اضافی معاوضہ ملے گا۔ اب میرا خیال ہے کہ تم مزید سوالات کے بغیر بھی اپنا کام کر سکو گے۔'' حارث نے اثبات میں سر ہلایا۔ سلوکم نے بھی سر ہلایا۔ ''گڈ۔'' اُس نے آہستہ سے کہا۔

واپسی کے سفر میں حارث نے کار ڈرائیو کی۔ سلوکم ٹورسٹ ہاؤس اُترا اور اُس نے

حارث سے کہا کہ وہ رین فیلڈ کو اپنے ساتھ سینٹ جان لے جائے۔

سینٹ جان تک کا ایک گھنٹے کا سفر خاموشی سے کٹا۔ سینٹ جان میں داخل ہونے کے بعد رین فیلڈ، حارث کی رہنمائی کرتا رہا۔ اُس نے ایک اپارٹمنٹ بلڈنگ کی تیسری منزل کی کھڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حارث کو بتایا۔ ''مارکوس کی محبوبہ یہاں رہتی ہے۔ میڈوز نے ٹیلی گراف کے کھمبے پر چڑھ کر ایکلن کے ٹیلی فون کے لیے ایک الیکٹرونک بگ لگایا تھا۔ اس کی بدولت ہمیں امریکا سے ایک لڑکی کی کال ریسیو کرنے کا موقع ملا۔ لڑکی کی ایکلن سے بات نہیں ہوسکی تاہم اُس نے اپنا نمبر چھوڑا تھا۔ اُس نمبر کے ذریعے ہم نے سراغ لگایا۔ وہ لڑکی نیو یارک میں مسز مارکوس کے نام سے مقیم تھی، ہم نے اُس پر نظر رکھی پھر وہ یہاں آ گئی۔ میڈوز نے موقع پا کر ایک بگ اُس کے ٹیلی فون کے ساتھ بھی اٹیچ کر دیا۔'' رین فیلڈ نے پھر کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ ''اب ہم کسی ایسی کال کے منتظر ہیں، جو مارکوس کی ہو۔ اس سلسلے میں بھی تم ہی ہماری مدد کرو گے۔ یوں تمہیں دُہرا کام کرنا ہوگا۔ تم یہاں رہو گے تو میں سینٹ اوریل میں ایکلن کے گھر آنے والوں کی تصویریں لیتا رہوں گا۔''

حارث نے اپنی گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ سات بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ ''فی الوقت تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟'' اُس نے پوچھا۔

''لاٹن میں تمہارے لیے کمرا لے لیا گیا ہے، کمرے میں ریسیور موجود ہے، جس کے ذریعے تم اس نام نہاد مسز مارکوس کی نقل و حرکت سے باخبر رہ سکتے ہو، میں تمہیں کمرے میں چل کر سب کچھ سمجھا دوں گا۔''

ہوٹل جدید طرز کا تھا۔ حارث کا کمرا تیسری منزل پر تھا۔ بیڈ روم سے پہاڑی کا منظر نظر آتا تھا۔ رین فیلڈ نے بگ کا ریسیور سونی کے کیسٹ پلیئر، ریڈیو میں چھپا رکھا تھا۔ بگ لڑکی کے اپارٹمنٹ میں ٹیلی فون میں نصب تھا، اس کے ذریعے صرف فون کالز ہی نہیں، ڈرائینگ روم میں ہونے والی گفتگو بھی سنی جا سکتی تھی۔ رین فیلڈ نے ریڈیو آن کیا۔ یوں وہ چوتھائی میل دور اُس لڑکی کی ذاتی دُنیا میں داخل ہوگئے۔ پہلی آواز جو حارث نے سنی، قدموں کی آہٹ کی تھی، پھر خاموشی چھا گئی۔

''میں منیر ہوٹل میں ہوں۔ ریسیور پر کوئی کام کی بات سنو تو مجھے مطلع کر دینا۔ میرا نمبر تمہیں منیر کے استقبالیہ سے مل جائے گا۔''

''لڑکی کا نام کیا ہے؟''

''الزبتھ پیرٹ۔''

رین فیلڈ کے جانے کے بعد حارث بستر پر نیم دراز ہوگیا۔ اُس نے روم سروس کو فون کر کے کھانا منگوایا۔ اس دوران اُس نے نہا دھو کر لباس تبدیل کر لیا پھر اس نے ریڈیو آن کیا۔ لڑکی برتن دھو رہی تھی۔

☆=====☆=====☆

جگدیش، البرٹ کے بجرے پر اُس کا مہمان تھا۔ وہ البرٹ سے پہلے بھی تین بار مل چکا تھا لیکن تنہائی میں یہ ان کی پہلی ملاقات تھی۔ جگدیش نے البرٹ کو کبھی پسند نہیں کیا تھا لیکن اب صورت حال مختلف تھی۔ البرٹ اُن بارہ سرمایہ داروں میں شامل تھا جو نکاراگوا کو خریدنے میں دلچسپی رکھتے تھے۔ یہ ملاقات بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔

کھانے کے بعد کافی پیش کی گئی اور ویٹر کیبن سے نکل گئے۔ البرٹ نے تمہید میں وقت ضائع کیے بغیر مطلب کی بات چھیڑی۔ ''مجھے سبھاش سے معلوم ہوا ہے کہ تمہارا ایک ملازم قتل ہو گیا ہے، اسی ڈیل کے سلسلے میں، تمہیں یقین ہے کہ یہ کمیونسٹ گوریلوں کی حرکت نہیں ہے؟''

''نہیں، کمیونسٹ گوریلے اتنی اہلیت نہیں رکھتے۔'' جگدیش کے لہجے میں یقین تھا حالانکہ اندر سے وہ اتنا پُر اعتماد نہیں تھا۔ پارکر نہ جانے کیسے اُس کی خفیہ فائلوں تک پہنچ گیا تھا۔ اُسے صحرا میں قتل کیا گیا تھا، لیکن کیوں؟ کیا اس قتل کا تعلق نکاراگوا کے سودے سے تھا یا وہ پارکر کی کسی ذاتی حماقت کا شاخسانہ تھا۔ ''میرے خیال میں پارکر والے واقعے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔''

البرٹ نے کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ ''میرے آدمی تیزی سے کاغذی کام کر رہے ہیں لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنی جلدی کیا ہے، ضروری ہے کہ سب کچھ چار ہفتوں میں مکمل ہو جائے؟''

''مسئلہ جنرل انٹونیو کا ہے۔'' جگدیش نے جواب دیا۔ ''اس کا مزاج پل پل بدلتا ہے میرا خیال ہے، ہم ایک ماہ تک تو اُسے سنبھال لیں گے۔ بہرحال، وہ بہت تیزی سے ارادے بدلتا ہے۔''

ٹھیک ہے۔ اور ہاں، میرے آدمیوں نے بتایا ہے کہ سرمایہ کاری کے تناسب کے اعتبار سے تم دیگر پارٹنرز کے مقابلے میں دس فیصد زیادہ منافع لے رہے ہو، اس کا سبب؟''

''یہ میری اس محنت کا صلہ ہے جس سلسلے میں، میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ اس ڈیل کے سلسلے میں میرا بہت وقت ضائع ہو رہا ہے۔ مجھے اپنے کاروبار کی طرف سے غافل رہنا پڑا ہے۔''

بکواس۔'' البرٹ نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔ ''میں سمجھ گیا کہ ہاورڈ ہیوز اور سہاش تمہیں کیوں پسند کرتے ہیں، تم بدمعاش ہو۔''

جگدیش کو غصہ آ گیا۔ زندگی میں کبھی کسی نے اُسے اُس کے منہ پر بدمعاش کہنے کی جرات نہیں کی تھی۔ ایک لمحے کو وہ اُلجھ گیا۔ جانتا تھا کہ البرٹ معذرت کرنے والوں میں سے نہیں ہے، ویسے بھی نکاراگوا کا سودا زیادہ اہم تھا۔ بہتر یہی تھا کہ وہ اس وقت اس توہین کو پی جائے اور سودے کی تکمیل کے بعد اس کا بدلہ لے۔ یہ تو طے تھا کہ البرٹ کو اپنے ان لفظوں پر پچھتانا پڑے گا۔

البرٹ اُس کے ردعمل سے مطلق بے خبر تھا۔ اُس نے پُرخیال لہجے میں کہا۔ ''یہ سودا دنیا پر کب اور کس طرح کھلے گا۔ میرا خیال ہے، اُس وقت تک تمام پارٹنرز کو خاموش اور محتاط رہنا ہوگا۔''

''ہاں، اس سیٹ اپ میں کسی پارٹنر کو ملوث نہیں کیا جائے گا۔''

''سیٹ اپ کون تیار کر رہا ہے؟ سودے کے...... اور ہمارے تحفظ کی ذمے داری کس کی ہے؟ ہمیں یہ بھی خیال رکھنا ہے...... کہ پام اسپرنگز میں پارکر کے قتل جیسے واقعات کا اعادہ نہ ہو، صفائی کا کام کون کر رہا ہے؟''

''ہیں کچھ لوگ...... سابق پولیس مین چھوٹے لوگ۔''

''چھوٹے لوگ۔'' البرٹ نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔ ''محتاط رہنا میں نے

عمر بھر یہی دیکھا ہے کہ چھوٹے لوگ ہی اہم ہوتے ہیں۔ وہ اچانک تمہارے پیروں کے نیچے آئیں گے اور اگلے ہی لمحے تم خود کو منہ کے بل گرا پاؤ گے۔''

☆======☆=====☆

حارث ساڑھے آٹھ بجے بیدار ہوا۔ یہ یاد کرنے میں اُسے کچھ دیر لگی کہ وہ کہاں ہے اور کیوں ہے۔ باتھ روم سے نکلتے ہی اُس نے روم سروس کو فون کر کے ناشتا طلب کیا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر اُس نے ریڈیو آن کر دیا پھر وہ اخبار پڑھتا رہا۔ اب وہ ایک بار پھر اپنی یہاں آمد کے سلسلے میں اُلجھ رہا تھا۔ کیا یہ باپ کے قرض کی ادائیگی کی موثر ترین صورت تھی...... یا یہ جیل کا راستہ تھا...... مختصر ترین راستہ! وہ اپنی ایک کمزوری سے بخوبی واقف تھا۔ اُس نے زندگی کے اہم ترین فیصلے کرتے ہوئے ہمیشہ عجلت سے کام لیا تھا۔ مثلاً پولیس کی ملازمت کا فیصلہ، اس کے زمانہ طالب علمی کے ایک ساتھی نے جو خود بھی پولیس مین تھا، اُسے پولیس کی ملازمت کا مشورہ دیا تھا اور وہ اگلے ہی دن اس کے لیے درخواست فارم لے آیا تھا۔ ایک ہفتے بعد اُس نے ڈیوٹی بھی جوائن کر لی تھی پھر اُس نے شادی کا فیصلہ بھی سرعت سے کیا تھا اور اُس کے بعد بیوی سے طلاق کا فیصلہ بھی اور اب اس کی تازہ ترین مثال یہ تھی کہ اس وقت وہ سینٹ جان کے ایک ہوٹل میں موجود تھا۔

ساڑھے نو بجے رین فیلڈ نے اُسے فون کیا۔ ''میں لابی میں ہوں، سلوکم نے تمہیں کال کیا تھا؟''

''نہیں۔'' اُس نے جواب دیا۔

''میں آ رہا ہوں۔''

چند لمحے بعد رین فیلڈ اُس کے کمرے میں داخل ہوا۔ ''میں سینٹ اوریل جا رہا ہوں، تم لڑکی کو چیک کرو گے۔ سوال یہ ہے کہ تمہارا طریقہ کار کیا ہوگا، بیٹھے رہو گے؟'' رین فیلڈ نے پوچھا۔

''ہاں، میں صرف اس صورت میں یہاں سے ہٹوں گا جب مجھے لڑکی کے کسی ملاقاتی کا تعاب کرنا ہوگا۔''

''مناسب ہے۔'' رین فیلڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''تم یقیناً پولیس میں بھی فعال

رہے ہوگے۔''

''ہاں، میں میز پر بیٹھ کر کام کرنیوالا نہیں ہوں۔'' حارث نے کہا۔ ''سلوکم کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟''

''میں اس کے احکامات کی تعمیل کرتا ہوں اور بس۔''

''اور کام کے بارے میں محدود معلومات کے سلسلے میں تمہیں کوئی اعتراض نہیں؟'' حارث نے پوچھا۔

''مجھے کیا پڑی ہے اعتراض کرنے کی، لیکن حارث نے اس کے انداز میں خفیف سی ہچکچاہٹ بھانپ لی۔

''بہرحال معلومات میں اضافہ ہو تو اُس میں مجھے بھی شریک کر لینا۔'' حارث نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' رین فیلڈ نے کندھا جھٹکتے ہوئے کہا۔ ''اب میں چلتا ہوں۔'' سلوکم تمہیں گیارہ بجے کے قریب فون کرے گا۔''

آدھے گھنٹے بعد حارث ہوٹل سے نکلا۔ اُس نے ایک اسٹور سے پارکا (لمبا کوٹ) اور کچھ گرم کپڑے خریدے، درجہ حرارت صفر سے نیچے چلا گیا تھا۔ وہ ہوٹل واپس آیا اور سلوکم کی کال کا انتظار کرتا رہا لیکن دو پہر ہوگئی، سلوکم نے فون نہیں کیا۔ حارث باہر نکلا اور کار میں آ بیٹھا۔ ساڑھے بارہ بجے وہ اس اپارٹمنٹ ہاؤس کے سامنے موجود تھا، جس میں وہ لڑکی مقیم تھی۔

موسم ایسا تھا کہ انجن سرد ہونے کا خطرہ رہتا تھا۔ وہ ہر بیس منٹ بعد انجن سٹارٹ کرتا رہا۔ ڈیڑھ بجے اس کھڑکی کا پردہ ہٹا، جس کی نشاندہی رین فیلڈ نے کی تھی۔ سڑک سنسان تھی، حارث سوچتا رہا۔ ادھوری معلومات کی روشنی میں ہدایت کے مطابق کام کیوں کیا جائے۔ یہ ممکن تھا کہ لڑکی اُسے وہ بات بتا دے، جو سلوکم اُس سے چھپا رہا ہے۔ کیوں نہ سیدھا لڑکی کے پاس جایا جائے اور اُس سے پوچھ لیا جائے۔ سوال یہ تھا کہ کیا لڑکی اُسے خود تک پہنچنے دے گی یا وہ چوکیدار سے آگے نہیں بڑھ سکے گا۔ شیشے کے دو پٹ والے دروازے کے فوراً بعد ایک میز تھی، کرسی پر ایک بڈھا شخص بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ اُس نے

ایک بار بھی نظر نہیں اُٹھائی تھی۔

وہ کار کے سرد ماحول میں بیٹھا خود اُلجھتا رہا۔ پردے اُٹھنے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ کہیں جانے کے لیے تیار ہو رہی ہو۔ اس صورت میں وہ اس کا پیچھا کرسکتا ہے۔ ممکن ہے، اس صورت میں کسی اہم شخصیت سے واقف ہونے کا موقع مل جائے۔ بالآخر اُس نے طے کیا کہ اگر وہ آدھے گھنٹے کے اندر باہر نہ نکلی تو وہ اندر جا کر اُس سے ملنے کی کوشش کرے گا۔

آدھا گھنٹا پورا ہوتے ہی حارث کار سے نکلا، سڑک کراس کی اور گلاس ڈور کو دھکیلتا ہوا اپارٹمنٹ ہاؤس میں داخل ہوا۔ ''مارکوس...... مجھے مسٹر مارکوس سے ملنا ہے۔'' اُس نے ڈور مین کو بتایا۔

''مارکوس۔'' بڈھا چند لمحے اپنے ذہن پر زور دیتا رہا پھر اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''مس پیرٹ تو یہیں رہتی ہیں نا؟'' حارث نے پوچھا۔

بڈھا ایک لمحے کو ہچکچایا پھر اُس کی آنکھوں میں شک کی پرچھائیاں لرزنے لگیں، تاہم اُس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''جی ہاں۔''

''میرا نام حارث سعید ہے۔''

''میں اُن سے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ تم سے ملنا پسند کریں گی۔'' بڈھے نے کہا اور ریسیور اُٹھایا۔ ''مس پروتھ۔'' اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''مسٹر......؟''

''حارث سعید، اُن سے کہو کہ میں مسٹر مارکوس کا دوست ہوں۔''

بڈھے نے ماؤتھ پیس میں وہی سب کچھ کہا پھر کچھ دیر سنتا رہا۔ آخر میں...... جی بہتر ہے، کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ وہ اب پہلے سے زیادہ مشکوک نظر آ رہا تھا اور حارث کو غور سے بھی دیکھ رہا تھا، جیسے اُس کا حلیہ ذہن نشین کر رہا ہو، ایک لمحے بعد لفٹ کا دروازہ کھلا۔ وہ سیدھی حارث کی طرف بڑھی۔ ''میں تو تمہیں نہیں جانتی۔'' اُس نے کہا اور چند قدم کے فاصلے پر ٹھہر گئی۔

''میں مارکوس سے واقف ہوں۔'' حارث نے کہا۔

''اچھا، مجھے بھی بتاؤ، وہ کون ہے۔'' لڑکی کا لہجہ نرم تھا۔

’’میں تنہائی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔‘‘ حارث نے ڈورمین کو دیکھتے ہوئے کہا۔
ڈورمین بے چینی سے پہلو بدل کر رہ گیا۔

وہ کچھ دیر سوچتی اور اُسے بغور دیکھتی رہی پھر بولی، ’’چلو اُوپر۔‘‘ اس کے بعد وہ بڑھے ڈورمین سے مخاطب ہوئی۔ ’’مسٹر اینجلو، پانچ منٹ بعد مجھے فون کرنا۔ میں بتاؤں گی کہ یہ صاحب واپس جا رہے ہیں یا نہیں۔‘‘

’’بہت بہتر خاتون۔‘‘

وہ دونوں لفٹ میں داخل ہوئے۔ حارث نے پہلی بار اُسے غور سے دیکھا۔ وہ خاصی خوبصورت تھی، دوسری طرف وہ بھی اُسے بغور دیکھ رہی تھی۔

تیسری منزل پر لفٹ کا دروازہ کھلا اور وہ اسے اپنے اپارٹمنٹ میں لے آئی۔ اپارٹمنٹ کا دروازہ وہ کھلا ہی چھوڑ آئی تھی۔ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر وہ رک گئی۔ ’’ہاں، اب بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟‘‘

’’میں مارکوس سے تین سال پہلے لاس اینجلز میں ملا تھا، میں یقیناً اسے یاد ہوں گا۔‘‘

’’لیکن میں تو مارکوس کو نہیں جانتی۔‘‘

’’ایک منٹ۔‘‘ حارث نے ہاتھ اُٹھا کر کہا پھر اُس نے کمرے کا جائزہ لیا۔ ٹیلی فون کی طرف بڑھا اور ریسیور اُٹھا لیا۔ اُس نے ریسیور لا کے صوفے پر رکھا اور اُس کے اوپر دو نرم کشن رکھ دیئے۔ لڑکی حیرت سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ ’’اس فون میں بگ موجود ہے۔‘‘ حارث نے وضاحت کی۔

’’تم کون ہو اور تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟‘‘

’’جن لوگوں نے یہ بگ فٹ کیا ہے، میں اُن کے لیے کام کر رہا ہوں، مجھے مارکوس کی تلاش پر مامور کیا گیا ہے، معاوضہ بہت اچھا ہے۔ اُن لوگوں کو صرف اتنا علم ہے کہ تم مارکوس کی دوست ہو اور یہاں رہتی ہو، میں نے یہ کام صرف اس لیے قبول کیا کہ مجھے رقم کی ضرورت تھی لیکن میرا خیال ہے مارکوس مجھے زیادہ رقم دے سکتا ہے۔‘‘

لڑکی بدستور اُسے گھورتی رہی، اُسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ لڑکی نے ریسیور اُٹھایا اور ماؤتھ پیس میں کہا۔ ’’شکریہ مسٹر اینجلز، میرا مہمان کچھ دیر ٹھہرے گا۔‘‘ پھر اُس نے ریسور

دوبارہ کشن کے نیچے دبا دیا۔ اب وہ حارث سے مخاطب ہوئی۔ ’’میں مارکوس نام کے کسی آدمی سے واقف نہیں ہوں۔‘‘

’’تم جانتی ہو اُسے میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے اُس کی بات کرا دو، فون پر ہی سہی۔‘‘

اس بار وہ دیر تک سوچتی رہی۔ شاید فیصلہ بہت پیچیدہ تھا۔ ’’ٹھیک ہے، میں کسی فون بوتھ سے اُسے فون نہیں کروں گی۔‘‘ حارث نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ لڑکی نے بیڈ روم کا دروازہ مقفل کیا۔ اپنا فرکوٹ پہنا اور پرس سنبھالتے ہوئے بولی۔ ’’بیڈ روم میں گھسنے کی کوشش نہ کرنا۔‘‘ پھر وہ اپارٹمنٹ سے نکل گئی۔ حارث کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔

ایک منٹ بعد لڑکی اپارٹمنٹ ہاؤس کے دروازے سے نمودار ہوئی اور تیز قدموں سے چلتی ہوئی پہلے موڑ تک پہنچی اور نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ حارث سوچتا رہ گیا کہ کہیں اُس نے لڑکی کو کھو تو نہیں دیا پھر سر جھٹک کر وہ کچن کی طرف گیا۔ فریج سے برانڈی کی بوتل نکال کر اُس نے ایک جام بنایا اور کھڑکی کی طرف پلٹ آیا۔ کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔ اُس نے ریسیور اُٹھایا۔ ’’نیچے آ جاؤ۔‘‘ دوسری طرف سے لڑکی کی آواز سنائی دی۔

حارث اپارٹمنٹ سے نکلا اور نیچے آیا۔ وہ ہال میں کھڑی تھی۔ اُس کو لفٹ سے نکلتا دیکھ کر باہر کی طرف چل دی۔ حارث لپک کر اُس کے پاس پہنچا۔

’’پانچ منٹ بعد تم مارکوس سے بات کر سکو گے۔‘‘ اس نے کہا۔ ’’وہ خود رنگ کرے گا۔‘‘

حارث اُس کے ساتھ چلتا رہا، موڑ کے کوئی سو گز آگے وہ فون بوتھ تھا۔ اس وقت بوتھ میں کوئی شخص کال کرنے میں مصروف تھا۔ وہ سردی میں ٹھٹھرتے انتظار کرتے رہے۔ لڑکی کا بدن کپکپا رہا تھا۔ خدا خدا کر کے بوتھ خالی ہوا۔ وہ فون بوتھ میں گھسے۔ فوراً ہی فون کی گھنٹی بجی۔ الزبتھ نے ریسیور اُٹھایا۔ ’’ہاں، موجود ہے۔‘‘ یہ کہہ کر اُس نے ریسیور حارث کو دے دیا۔ تین سال سے رابطہ نہ ہونے کے باوجود حارث نے اُس کی آواز پہچان لی۔

’’الزبتھ نے تمہیں بتایا......‘‘

’’ہاں، یہ بتاؤ، تمہیں کس نے یہ کام سونپا ہے۔‘‘

”یہ تمام باتیں ملنے پر ہوں گی۔“

اچانک مارکوس کے لہجے میں تھکن اور فکر مندی اُتر آئی۔ ”میں اُس پرندے کی طرح ہوں جو فضا میں بے سود چکرا رہا ہو۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا، کیا کروں، تمہارے سلسلے میں بھی یہی کیفیت ہے۔“

حارث کو اُس کی آواز میں خوف جھلکتا ہوا محسوس ہوا۔ تم کسی مشکل میں ہو؟“ اُس نے پوچھا۔ ”اور اگر ہو تو کس کی طرف سے؟“

”طویل کہانی ہے۔ یہ بتاؤ کہ جنھوں نے تمہیں الزبتھ کے پیچھے لگایا، اُنھوں نے تمہیں سودے کی نوعیت کے متعلق بھی بتایا؟“

”ہاں، لاطینی امریکا کا ایک ملک......“

”کون سا ملک؟“

”وہ مجھے چالیس ہزار ڈالر دے رہے ہیں۔ تم اپنی پیش کش کے بارے میں بتاؤ۔“

دوسری طرف چند لمحے خاموشی رہی جیسے مارکوس ذہنی طور پر حساب کتاب میں مصروف ہو، پھر اُس کی آواز اُبھری۔ ”میں تمہیں اس سے زیادہ دوں گا، میں تم سے کام بھی لے سکتا ہوں، تم کہاں ٹھہرے ہوئے ہو؟“

”ہالٹن میں۔“

”ٹھیک ہے، میں تمہیں پانچ بجے الزبتھ کے اپارٹمنٹ میں کال کروں گا۔“

”لیکن وہ تو بگڈ ہے۔“

”میں تمہیں صرف وقت دوں گا۔ اُس وقت پر تم اسی بوتھ میں پہنچ جانا، جہاں سے کال کر رہے ہو اور حارث، محتاط رہنا بہت خطرناک معاملہ ہے، اب ریسیور الزبتھ کو دے دو۔“

حارث نے ریسیور الزبتھ کو دے دیا، جو معموں میں بات کرتی رہی پھر اُس نے ریسیور ہک پر لٹکا دیا۔ وہ باہر نکل آئے۔ اپارٹمنٹ کے دروازے پر وہ رکی۔ ”تم پانچ بجے آنا، کال کے وقت۔“ اُس نے حارث سے کہا۔

”میں اپنا وہ جام اوپر ہی چھوڑ آیا تھا۔“ حارث نے شیشے کا دروازہ دھکیلتے ہوئے

کہا۔ الزبتھ نے مزید بحث نہیں کی۔

اپارٹمنٹ پہنچتے ہی وہ کچن میں چلی گئی۔ حارث جام اُٹھا کر کھڑکی کی طرف چل دیا۔

”کچھ کھاؤ گے؟“ الزبتھ نے کچن میں سے پوچھا۔

”اگر کچھ مل سکا تو انکار نہیں کروں گا۔“ حارث نے کہا اور کچن کی طرف چل دیا۔

”تم مارکوس سے آخری بار کب ملی تھیں؟ وہ کہاں رہ رہا ہے؟“ اُس نے پوچھا۔

وہ فرائنگ پین میں انڈے توڑ رہی تھی۔ ”بارہ دن پہلے نیویارک میں ملی تھی اُس سے۔“ اُس نے نظریں اُٹھائے بغیر جواب دیا۔ ”یہاں آنے کے بعد سے نہیں ملی ہوں۔ دو دن پہلے فون کر کے اُس نے مجھے ایک نمبر دیا تھا۔“

”مجھے مل سکتا ہے وہ نمبر؟“

”نہیں۔“ الزبتھ نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔ ”یہ بتاؤ، تم اس کے مخالفین کے لیے کام کیوں کر رہے ہو؟“

”اب سے دس منٹ پہلے تک میں سمجھ رہا تھا کہ صورت حال میرے قابو میں ہے۔“ حارث نے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ ہے کہ نیچے ہرے رنگ کی ایک شیورلیٹ موجود ہے۔ اُس میں بیٹھے ہوئے شخص نے فون بوتھ تک ہمارا تعاقب کیا تھا۔“

الزبتھ نے فرائنگ پین چولھے سے اُتار کر ایک طرف رکھا اور چند لمحے خالی خالی نگاہوں سے حارث کو تکتی رہی پھر وہ کچن سے نکل کر ڈرائنگ روم کی کھڑکی کی طرف بڑھ گئی۔ حارث اُس کے پیچھے تھا۔ الزبتھ نے کھڑکی سے دیکھا نیچے واقعی ہری شیورلیٹ موجود تھی۔ البتہ وہ کار میں موجود شخص کے خدوخال نہیں دیکھ سکی۔ ”تمہیں یقین ہے کہ اُس نے ہمارا تعاقب کیا تھا؟“ اُس نے حارث سے پوچھا۔

حارث نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ اُسے بہ غور دیکھ رہا تھا پہلے اُس کے چہرے پر اُلجھن تھی لیکن اب اُلجھن کی جگہ خوف نے لے لی تھی۔ وہ کچن میں گیا۔ اس بار اُس دو جام بنائے۔ وہ واپس آیا تو الزبتھ بدستور کھڑکی سے جھانک رہی تھی، اُس کے چہرے پر

تشویش اور خوف کے سائے لرز رہے تھے۔ حارث نے جام اُس کی طرف بڑھایا۔ اُس نے جام لیا اور تھکے تھکے انداز میں کاوچ پر ڈھیر ہوگئی۔

حارث اُس کے برابر ہی بیٹھ گیا۔ مارکوس نے کبھی تمہیں میرے بارے میں بتایا؟'' اُس نے پوچھا۔ الزبتھ نے نفی میں سر ہلایا۔ ''ہم لاس اینجلز میں ملے تھے۔'' حارث نے اُسے بتایا۔ ''میں پولیس میں تھا مجھے پانچ لاکھ ڈالر کا فراڈ کا کیس تفتیش کے لیے دیا گیا۔ مارکوس سرغنہ تھا، کیس میں چند افراد اور ملوث تھے۔ مارکوس نے بڑی صفائی سے کام کیا تھا اور جانتا تھا کہ اُسے گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔ وہ اکثر مجھے مدعو کرتا تھا کہ میں اُسے تفتیش کے متعلق بتاؤں۔ اُس کے پارٹنرز کے خلاف تحقیقات جاری تھیں لیکن وہ بہت مطمئن تھا۔ اُس کی بدمعاشی کے باوجود میں اُس کی ذہانت کو سراہے بغیر نہ رہ سکا۔''

''مجھے بتاؤ، یہ نیچے موجود شخص کون ہے؟'' الزبتھ نے تیز لہجے میں پوچھا۔ شاید اُس کا خیال تھا کہ وہ اُس سے حقیقت چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔

''مجھے نہیں معلوم لیکن تم فکر نہ کرو...... وہ اُوپر آیا تو میں اُس سے نمٹ لوں گا، میرے پاس ریوالور ہے۔''

''ایسے ہی شوٹ کر دو گے، بغیر جانے بوجھے؟ کیا پتا، اس کا تعلق پولیس سے ہو۔''

حارث اُس لمحے اس خوبصورت لڑکی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا جو مارکوس کے جال میں بری طرح پھنسی ہوئی تھی۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ اس کے ساتھ کیا رویہ رکھے، اگر اُس سے کوئی کام کی بات اگلوائی تھی تو ضروری تھا کہ وہ اُسے خوفزدہ ہونے سے بچائے۔ ''تم فکر نہ کرو، میں شناختی کاغذات دیکھے بغیر کبھی کسی کو شوٹ نہیں کرتا۔'' اُس نے کہا۔

الزبتھ نے چونک کر اُسے دیکھا پھر اُسے احساس ہوا کہ وہ مذاق کر رہا ہے۔ اُس نے جام سے دو طویل گھونٹ لیے، حارث نے کچن میں جا کر چولہا بجھا دیا۔ اُس نے کھانے کا پروگرام ملتوی کر دیا۔ الزبتھ سے سوالات کرنا کھانے سے زیادہ اہم تھا۔ اُس نے جلدی سے دو جام بنائے۔

الزبتھ نے کہا۔ ''میں اور نہیں پیوں گی۔''

''بس، ایک جام اور۔'' حارث نے اصرار کیا۔ ''اگر مجھے رقم کی ضرورت نہ ہوتی تو میں یہ کام کبھی قبول نہ کرتا۔ مجھے مکمل معلومات فراہم نہیں کی گئیں۔'' وہ کچن سے نکل آیا۔

الزبتھ نے جام تھامتے ہوئے کہا۔ ''حالانکہ اس کی وجہ سے مارکوس کے لیے خطرات بڑھ گئے ہیں۔''

''میرے خیال میں وہ پہلے ہی اپنے لیے مصیبتیں خرید چکا تھا۔ اُس نے تمہیں بھی مصیبت میں پھنسا دیا، تم مجھے کچھ بتانا پسند کرو گی؟''

الزبتھ خاموش رہی اگلے ایک گھنٹے حارث اُسے پلاتا رہا۔ اور وہ تھوڑا تھوڑا کر کے کھلتی رہی۔ اُس نے بتایا کہ وہ پہلی بار مارکوس سے کب اور کیسے ملی تھی، یہ بات قطعاً غیر اہم تھی لیکن خوش آئند بھی تھی کہ وہ کھل رہی ہے۔ حارث اس دوران اُسے اپنے بارے میں بتاتا رہا۔ وہ بڑی توجہ سے سنتی رہی۔ حارث نے اپنی زندگی اُس کے سامنے پوری طرح کھول کر رکھ دی۔

اچانک حارث کو احساس ہوا کہ الزبتھ پریشان ہے ۔ مارکوس کی کال کے بعد سے...... مارکوس نے اُس سے نہ جانے کیا کہا ہوگا پھر الزبتھ کی اچانک بے تکلفی نے اُسے سب کچھ سمجھا دیا، اس بے تکلفی میں بھی کھنچاؤ تھا کراہیت تھی۔

''اُس نے تم سے یہی کہا ہے نا کہ اپنے حسن کی رشوت دے کر مجھ سے معلومات حاصل کرو۔''

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''مجھے رشوت کی ضرورت نہیں۔ میں نے تو ویسے ہی تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے۔''

حارث نے گھڑی پر نگاہ ڈالی اور بولا۔ ''سوا چھ بجے ہیں۔ اُس نے پانچ بجے فون کرنے کو کہا تھا۔ میں ہوٹل ہالٹن میں ہوں، کوئی خطرہ محسوس کرو تو مجھے فون کر دینا۔ مارکوس رابطہ قائم کرے تو بھی مجھے فون کر دینا۔ اپارٹمنٹ تک ہی محدود رہنا، آدمی کو پہچانے بغیر کبھی دروازہ نہ کھولنا۔ تمہیں اب محتاط رہنا ہوگا۔''

وہ نیچے اترا اور اپنی کار میں آ بیٹھا۔ سبز شیورلیٹ موجود نہیں تھی۔ وہ کار میں بیٹھا رہا۔ آٹھ بجے الزبتھ کے اپارٹمنٹ کی بتی بجھ گئی۔ سبز شیورلیٹ ابھی تک واپس نہیں آئی

تھی۔ اُس نے انجن اسٹارٹ کیا اور کار آگے بڑھا دی۔ ہوٹل پہنچتے ہی اُس نے روم سروس کو فون کر کے کھانا منگویا۔ اُس نے فون رکھا ہی تھا کہ گھنٹی بجی۔ دوسری طرف سے سلوکم بول رہا تھا۔ میں ہال میں ہوں، اوپر آ رہا ہوں۔'' سلوکم نے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔

دو منٹ بعد دروازہ کھلا اور سلوکم کمرے میں داخل ہوا۔ وہ بہت غصے میں تھا۔ ''لڑکی کے اپارٹمنٹ میں کیا ہوا؟ تم نے کہا...... ایک منٹ، اس کے بعد ہمارا ریسیور خاموش ہو گیا۔ تم نے گڑبڑ کی...... کیوں؟''

حارث سنبھل کر بیٹھ گیا۔ ''میں اپنے کام کے بارے میں تفصیل سے جاننا چاہتا ہوں۔''

''مجھ سے سیدھی سیدھی بات کرو، ہمارے ساتھ ہو یا ہمارا ساتھ چھوڑ رہے ہو؟'' سلوکم نے سخت لہجے میں پوچھا۔

''ممکن ہے، تمہارا ساتھ چھوڑ دوں، اس صورت میں تمھارا ردعمل کیا ہوگا؟''

سلوکم ایک لمحے کو فکرمند نظر آیا۔'' معاوضہ بڑھانا چاہتے ہو؟ کتنا؟''

حارث نے نفی میں سر ہلایا۔ ''تم جانتے ہو، بات صرف اتنی سی ہے کہ میں معاملے کی نوعیت سے پوری طرح واقف ہونا چاہتا ہوں۔ میں نے تمہارے بگ کو بیکار کر کے لڑکی سے یہی بات پوچھی اور پھر مارکوس سے۔''

''کیا! کیا تم مارکوس سے بھی مل لیے؟'' سلوکم نے ہیجانی لہجے میں کہا۔

''نہیں، فون پر بات کی تھی۔''

''ناممکن، کال کی حد تک بگ کام کر رہا تھا۔''

''لڑکی مجھے ایک فون بوتھ میں لے گئی تھی، مارکوس نے وہاں رنگ کیا تھا۔''

''کیا بات ہوئی؟''

''کوئی کام کی بات نہیں ہوئی، اُس نے دوبارہ فون کرنے کو کہا تھا لیکن نہیں کیا۔ وہ خوفزدہ معلوم ہو رہا تھا۔''

''خوفزدہ! کس بات سے؟''

''یہ تو مجھے معلوم نہیں۔''

''کال لوکل تھی؟''

''میرا اندازہ تو یہی ہے کہ وہ یہیں موجود ہے۔''

''لعنت ہے، تو پھر وہ رابطہ کیوں نہیں کرتا ایکلن سے۔ ہمارے پاس سودا مکمل کرنے کے لیے صرف چار ہفتے کی مہلت ہے اور وہ مردود رابطہ قائم نہیں کر رہا ہے۔''

حارث نے بہ غور اُسے دیکھا۔ وہ فکرمند بھی تھا اور نروس بھی۔ ''میرے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے۔''

سلوکم چند لمحے اُسے نگاہوں میں تولتا رہا۔ پھر اُس نے پوچھا۔ ''اب تم کیا کرو گے؟''

''کھانا کھاؤں گا، وہ سونے کے لیے لیٹ چکی ہے۔''

''اور صبح؟''

''صبح معمول کے مطابق اُس کی نگرانی کروں گا۔''

اُسی وقت ویٹر کھانا لے آیا۔ ویٹر کے جانے کے بعد حارث نے کھانے پر جھکتے ہوئے کہا۔ ''سبز شیورلیٹ میں ایک شخص لڑکی کے اپارٹمنٹ کی نگرانی کر رہا تھا۔''

سلوکم جو باہر جانے کے لیے دروازہ کھول چکا تھا، بری طرح چونکا۔ ''کیا...... نگرانی؟'' حارث نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''لیکن یہ ناممکن ہے۔''

''اُس نے فون بوتھ تک ہمارا تعاقب کیا تھا اور پھر دوبارہ کار میں جا بیٹھا تھا۔ سات بجے تک وہ موجود رہا پھر پولیس والوں کی طرح جیسے اپنی ڈیوٹی پوری کر کے چلا گیا۔''

''کیا بکواس ہے، میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا۔'' سلوکم جھنجھلا گیا۔ ''کل اگر وہ نظر آئے تو اسے چیک کرو۔ پہلا کام یہی ہے کہ معلوم کرو، وہ کون ہے؟ میں رین فیلڈ کو لڑکی کی ڈیوٹی پر لگا دوں گا۔'' یہ کہہ کر وہ کمرے سے نکل گیا۔

☆=====☆======☆

سہاش مانا گوآ میں جنرل انٹونیو سے چوتھی ملاقات کے لیے آیا تھا۔ وہاں اس کا استقبال ایسے کیا گیا جیسے وہ کسی ملک کا سربراہ ہو اور سرکاری دورے پر آیا ہو۔ اُسے وہیل چیئر پر لایا گیا تھا اور اُس کے ہمراہ ایک پورا وفد بھی تھا۔ جنرل انٹونیو نے معذرت خواہانہ

انداز میں مملکت کے اہم عہدے داروں سے سہاش کا تعارف کرایا۔ اُس کا انداز ایسا تھا، جیسے وہ سہاش کو زحمت دے رہا ہو۔ لیکن سہاش اُن تمام لوگوں کی اہمیت سے بخوبی واقف تھا۔ وہ محض وزراء اور سیکریٹری نہیں، وہ لوگ تھے جن کے بل پر انٹو نیو اپنا اقتدار قائم رکھے ہوئے تھا۔ سہاش کو محل کے مہمان خانے میں لایا گیا جسے اس کے لیے بطور خاص آراستہ کیا گیا تھا۔

کچھ دیر بعد سہاش اور جنرل انٹو نیو مہمان خانے میں تنہا رہ گئے۔ ''میرا خیال ہے، مذاکرت مکمل ہو چکے ہیں مسٹر گپتا اور صرف معاہدے پر دستخط ہونے ہیں۔'' جنرل نے کہا۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس ملاقات کا مقصد کیا ہے؟''

''ایک تو میں اپنے ڈیزائنرز کو محل کا مشرقی حصہ دکھانا چاہتا تھا تاکہ وہ اس میں تبدیلیوں کی پلاننگ کرسکیں۔ دوسرے ہمارے مذاکرات کے ایک نکتے پر کام نہیں ہوا۔ اہم نہ سہی لیکن وہ مسئلہ حل ہو جانا چاہیے۔''

''اب تم مجھ سے کیا چاہتے ہو مسٹر گپتا؟، جنرل کے لہجے میں بیزاری تھی۔ اُس کی دانست میں سہاش اور اُس کے ساتھی سرمایہ داروں نے زبردست سودے بازی کی تھی۔ اب مزید کوئی مطالبہ اُس کے نزدیک قابل غور نہیں ہو سکتا تھا۔

''ایک ماہ پہلے بات ہوئی تھی۔ تم نے کہا تھا کہ تم اپنی انٹیلی جنس کے ذریعے اس سودے کے سلسلے میں امریکی حکومت کے ردعمل کا اندازہ لگاؤ گے۔ میں بنیادی طور پر بھارتی ہوں لیکن مجھ سمیت میرے تمام ساتھیوں کی بیشتر صنعتیں امریکا ہی میں قائم ہیں۔ امریکی حکومت کے ردعمل کی ہمارے نزدیک بہت زیادہ اہمیت ہے۔''

جنرل چند لمحے سوچنے کے بعد بولا۔ ''موجودہ امریکی صدر بے حد نرم مزاج ہے۔ وہ اور اُس کی انٹیلی جنس کو دو باتوں کا علم ہے پہلی تو یہ ہے کہ اس ملک میں سموزا فیملی کے اقتدار کے دن گنے جا چکے ہیں، دوسری یہ کہ یہاں کمیونسٹوں کا اثر ونفوذ بڑھ رہا ہے، میرا اور میری انٹیلی جنس کا خیال ہے کہ وہ کمیونسٹ حکومت پر آپ لوگوں کی سرمایہ دارانہ حکومت کو ترجیح دیں گے۔''

''کمال ہے، ویت نام میں جو کچھ ہوا۔ وہ بالکل مختلف تھا۔'' سہاش نے اعتراض

کیا۔'' وہاں امریکی حکومت نے دس لاکھ آدمی مار دیے اور آخر میں ویت نام کو کمیونسٹوں کے سپرد کر دیا۔''

''مسٹر گپتا۔ تمہارا سٹائل خالص امریکی ہے تم سمجھتے ہو کہ ہر مسئلے کا حل منصوبہ بندی ہے لیکن اس بار تم کوئی جہاز نہیں بلکہ ایک بڑا ملک خرید رہے ہو، جہاز کے ساتھ عملہ ہوتا ہے۔ اس عملے کو قابو میں رکھنا ہوتا ہے۔ پھر سمندری سفر ہموار بھی ہوتا ہے اور طوفانی بھی اور طوفان کی آمد کا پہلے سے علم نہیں ہوتا۔ طوفان کو گفت وشنید اور مذاکرات کے ذریعے نہیں روکا جا سکتا۔ ہم چالیس سال سے یہ ملک چلا رہے ہیں اور ہمیں امریکی حکومت کی مدد حاصل رہی ہے لیکن اب امریکا ہماری مدد سے ہاتھ کھینچ رہا ہے۔ یہ فیشن ہے تم اور تمہارے ساتھی اس سودے کے ذریعے اس ملک کو بچا لو گے، ورنہ یہی حال رہا تو بیس سال بعد جنوبی امریکا کا ہر دارالحکومت ہوانا ہوگا اور ہر ملک کیوبا۔''

''میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں۔ میں اور میرے ساتھی پیچھے ہٹنے والے نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں، تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔''

''مسٹر گپتا! سات ماہ سے مذاکرات چل رہے ہیں، معاہدے پر دستخط کے لیے تین مقرر کردہ تاریخیں گزر چکی ہیں۔ اب یہ چوتھی تاریخ ہے ۵ جون...... اور آخری تاریخ ہے۔''

''ہاں، بشرطیکہ تم اور تمہارے مشیر ہمیں آخری آئٹم فراہم کر دیں۔''

''وہ کیا؟'' جنرل نے بیزاری سے پوچھا۔

''تم نے اور تمہاری گورنمنٹ نے مجھے جو اعداد وشمار کی فائلیں اور ضروری کاغذات فراہم کیے ہیں، اُن کا وزن ایک ٹن سے زیادہ ہے۔ ہمارے لیے یہ دردسر بن گیا ہے ہم گوشواروں کے آدمی ہیں۔''

''میں سمجھا نہیں۔''

''میں چاہتا ہوں کہ تمہارے آدمی ہمیں ایک مکمل فہرست فراہم کر دیں۔ پہلے دن سے پچاسویں دن تک۔ پہلا دن معاہدے پر دستخط کا ہے۔ اس روز جنرل سینڈر کی جگہ ہمارے آدمی جنرل زیڈیا کی تقرری کا علان ہوگا۔ اُس روز محل، ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن کی

حفاظت کا خصوصی بندوبست کیا جائے گا۔ جنرل سینڈر عوام میں مقبول ہے، چنانچہ کچھ علاقوں میں کرفیو کے امکانات کو بھی پیشِ نظر رکھنا ہوگا۔ پہلے ہفتے کے اختتام پر پولیس چیف کی تبدیلی ہوگی۔ تم میری بات سمجھ رہے ہونا؟''

''اس سلسلے میں تمام جزئیات پہلے ہی طے پا چکی ہیں۔'' جنرل انٹونیو نے کہا۔

''میں ان جزئیات کو ایک دستاویز کی شکل میں دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ میرے پارٹنرز مطمئن ہو جائیں۔'' سہاش نے کہا۔ ''اس طرح سب کچھ زیادہ سے زیادہ سو صفحات پر سمٹ جائے گا، پچاس دن کے متعلق سو صفحات، تم کس موقع پر کس ردِعمل کی توقع کر رہے ہو اور اُس سے کس طرح نمٹو گے۔ وہ پچاس دن تم کیسے گزارو گے، میں یہاں پچاسویں دن آؤں گا۔ میرے ساتھ اعداد و شمار کے ماہر نہیں لیکن بے حد ذہین ہیں۔ مجھے ان کی ذہانت کو صحیح طور پر استعمال کرنا ہے۔ یہ صورت حال ایک چیلنج ہے۔ اس سے پہلے کبھی کسی ملک کا انتظام جینس کاروباریوں نے نہیں سنبھالا، سمجھ رہے ہونا۔''

☆=====☆======☆

حارث اپنے ہوٹل سے الزبتھ کے اپارٹمنٹ ہاؤس کے لیے نکلا تو شہر سے کُہر چھٹ رہی تھی۔ البتہ بندرگاہ کا علاقہ اب بھی کہر کی لپیٹ میں تھا۔ تین گھنٹے تک وہ اپنی کار میں بیٹھا الزبتھ کے اپارٹمنٹ کی بند کھڑکی کو تکتا رہا۔ اس دوران وہ وقفے وقفے سے انجن اسٹارٹ رکھتا رہا تھا۔ اب گیارہ بجے تھے۔ مارکوس کی تلاش شروع کیے اُسے تیسرا دن تھا۔ اُسے اپنے اہم ترین سوالوں کا اب تک کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ وہ ایک پیچدہ کھیل میں ملوث تھا، جس کا ایک ہی ضابطہ تھا اور وہ یہ کہ اسے ہر ضابطے سے محروم رکھا جائے۔ اُس کی چھٹی حس بتا رہی تھی کہ کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے...... ہو کر رہے گا۔

اُس نے گھڑی دیکھی اور فیصلہ کیا کہ الزبتھ اب یقیناً اُٹھ گئی ہوگی۔ اُسے اوپر جانا چاہیے۔ ابھی وہ کار سے نکلنے کے متعلق سوچ ہی رہا تھا کہ اُس کی نظر عقب نما آئینے کی طرف اُٹھ گئی۔ ایک سُرخ کار اُس کی کار کے عین پیچھے پارک کی جا رہی تھی۔ کار میں چار افراد تھے لیکن وہ دھندلائے ہوئے ونڈ اسکرین کی وجہ سے اُن کی شکلیں دیکھنے سے قاصر تھا۔ ویسے بھی انھوں نے اپنے اپنے پارکا کے کالر اُٹھا رکھے تھے۔ کار کے اندر ماحول اتنا

سرد تو نہیں ہوتا۔ ابھی وہ غور ہی کر رہا تھا کہ سرخ کار کا ڈرائیور باہر نکلا۔ اُس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اُس نے اندھا دھند حارث کی کار پر فائرنگ شروع کر دی۔

ایک لمحے کو تو حارث بُت بن کر رہ گیا پھر اُس نے تیزی سے اپنی کار اسٹارٹ کی۔ اُس کی کار کے عقبی پہیوں نے برف اُڑائی۔ فائر کرنے والا اُس برف کی زد میں آیا۔ حارث کی کار گولی کی طرح آگے بڑھی۔ اُس شخص نے مزید دو فائر کیے اور پھر جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ پر چھلانگ لگا دی۔

حارث نے اپنی کار کو بائیں جانب موڑا۔ اُسے کہیں موقع پا کر کار روکنی تھی۔ اُس کا ریوالور کار کی ڈکی میں رکھے ہوئے بیگ میں تھا۔ ریوالور نکالنے کے بعد اُسے اُن کا پیچھا کرنا تھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ کون ہیں اور اس اچانک دیوانگی کا کیا مقصد ہے۔ سو گز آگے ایک چوراہے پر اُس نے کار موڑی اور بریک لگائے پھر اُس نے لپک کر ڈکی کھول کر بیگ میں سے اپنا ریوالور نکالا۔ اس دوران سرخ کار چوراہے سے سیدھی نکلی چلی گئی۔ اُس نے کار اسٹارٹ کی، یوٹرن لیا اور اپنی کار کو اُس سڑک پر دوڑایا، جس پر سرخ کار گئی تھی۔ دس منٹ بعد اُسے اندازہ ہو گیا کہ تعاقب بے سود ہے۔ سرخ کار کسی بھی موڑ پر مڑ گئی ہو گی۔

پندرہ منٹ بعد وہ اپارٹمنٹ ہاؤس کی طرف واپس آیا، اُس نے گاڑی کچھ پیچھے کھڑی کی جہاں فائرنگ ہوئی تھی، وہاں دس بارہ افراد جمع تھے۔ وہ ہیجانی انداز میں اشارے کرتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ پھر حارث نے ایک پولیس کار کو جائے وقوعہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ حارث اپنی کار سے اُترا اُس نے دیکھ لیا تھا کہ اپارٹمنٹ ہاؤس کا ڈور مین بھی ہجوم میں موجود ہے۔ اُس نے خاموشی سے سڑک کراس کی اور لفٹ میں بیٹھ کر تیسری منزل پر جا اترا۔

الزبتھ کا چہرہ چغلی کھا رہا تھا کہ وہ گزشتہ رات ٹھیک طرح سے نہیں سو سکی ہے۔ تاہم اُس نے گرم جوشی سے حارث کا خیر مقدم کیا۔ ''یہ نیچے کیا ہو رہا ہے، پہلے فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں پھر لوگوں کا شور، اور ابھی میں نے پولیس کو آتے دیکھا ہے۔''

حارث نے سمجھ لیا کہ الزبتھ کو صورت حال کا بالکل علم نہیں ہے۔ ''مجھے نہیں معلوم،

شاید کوئی حادثہ ہوا ہے تمہارا ڈور مین بھی نیچے موجود نہیں تھا۔'' اُس نے جواب دیا۔

''مارکوس نے فون نہیں کیا۔'' الزبتھ نے اُسے بتایا۔

حارث کو کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ ''تو کیا تمھیں توقع تھی کہ وہ فون کرے گا؟ اُس نے پوچھا۔

'ہاں۔'

حارث اُسے کوٹ پہنتے دیکھتا رہا۔ ''کہیں جا رہی ہو؟''

''ہاں، مجھے باہر نکلے دس دن ہو گئے ہیں۔ اب میرا دم گھٹنے لگا ہے، میں پاگل ہو جاؤں گی۔'' الزبتھ نے تند لہجے میں کہا پھر پوچھا۔ ''وہ شیورلیٹ والا اب بھی نیچے موجود ہے؟''

''نہیں، اچھا چلو، دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ۔''

وہ باہر نکل آئے مجمع چھٹ چکا تھا۔ البتہ دو آدمی پولیس والوں سے باتیں کر رہے تھے..... وہ کار میں آ بیٹھے۔ حارث نے ہالٹن کے قریب ایک فرانسیسی ریسٹورنٹ کے سامنے کار روک دی۔ اُسی وقت اُسے سڑک کے دوسری طرف سبز شیورلیٹ نظر آئی۔ کار میں وہی آدمی موجود تھا، جسے اُس نے گزشتہ روز دیکھا تھا۔ اُس نے کار کے بارے میں بتا کر الزبتھ کو ہراساں کرنا مناسب نہ سمجھا۔

ریسٹورنٹ تقریباً خالی تھا۔ وہ دیر تک مینو سے الجھتے رہے۔ درحقیقت اُنھیں ایک دوسرے کی قربت عجیب لگ رہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا بات کی جائے۔ ویٹر کو آرڈر دینے کے بعد حارث نے ادھر ادھر کی باتیں کرنے کی کوشش کی لیکن اُسے اندازہ ہو گیا کہ یہ خاصا مشکل کام ہے۔ ایک طرف تو وہ خود پر نامعلوم افراد کے حملے کی وجہ سے الجھن میں تھا۔ دوسری طرف وہ اجنبی لڑکی جواب اُسے اجنبی نہیں لگتی تھی۔

''مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔'' حارث نے الزبتھ سے کہا۔

الزبتھ چند لمحے سوچتی رہی پھر بولی۔ ''میں نیویارک میں پیدا ہوئی۔ نو سال کی عمر تک وہیں رہی پھر میں دس سال یونان میں رہی۔ میرا باپ یونان میں پیدا ہوا تھا، وہ جتنی تیزی سے دولت کماتے تھے، اتنی ہی تیزی سے گنوانے کے عادی تھے۔ زندگی میں دوبارہ وہ

قلاش ہوئے، دونوں بار اُنھوں نے مجھے میری پھوپی کے پاس ایتھنز بھیج دیا۔ یونان کا طرز زندگی بے حد قدامت پسندانہ ہے۔ ۱۹ سال کی عمر میں، میں امریکا واپس آ گئی۔ چار سال بعد مارکوس سے ملاقات ہوئی۔ میں پانچ سال سے اُس کے ساتھ ہوں۔ زیادہ تر وقت میں اُس کی منتظر رہتی ہوں اور مجھے اُس کی فون کالز، تحفوں اور وعدوں کے سوا کچھ نہیں ملتا۔''

''تمھیں اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ وہ کیسا آدمی ہے؟''

''کیا فرق پڑتا ہے۔'' الزبتھ نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔ ''وہ اپنی فطرت سے مجبور ہے۔ میکسیکو میں چھ ماہ اُس نے بڑے ڈھنگ سے ایک بینک میں ملازمت کی لیکن اس تمام عرصے میں وہ ناخوش اور غیر مطمئن رہا۔ وہ صرف اپنے لیے کام کرنا چاہتا ہے اور ایسا صرف ایک ہی حیثیت میں ممکن ہے..... جھوٹ بولنا..... بے ایمانی کرنا، بس وہ ایسا ہی ہے۔ وہ خود کو بدل نہیں سکتا۔ میں نے بھی تھک ہار کر اپنی کوششیں ترک کر دیں۔''

حارث چند لمحے سوچتا رہا، پھر بولا۔ ''میرے خیال میں تمہارا تجزیہ سو فیصد درست ہے۔''

''اب تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔'' الزبتھ نے کہا۔

''کیا بتاؤں؟''

''تم شادی شدہ ہو، بچے ہیں تمہارے؟''

''میں تین سال شادی شدہ رہا پھر طلاق ہو گئی، بچہ کوئی نہیں۔''

''طلاق کیوں ہوئی؟''

''خود غرضی..... حماقتیں..... لیکن صرف میری۔''

''پھر بھی، کوئی وجہ تو ہو گی؟''

''میں نے شادی کر کے غلطی کی تھی۔ میں اپنے کام سے شادی کر چکا تھا۔ پولیس مین کی ملازمت ایسی ہی ہوتی ہے..... چوبیس گھنٹے کی۔ اس محکمے میں اپنی بقا کے لیے اپنے اعصاب کو ہمہ وقت کشیدہ رکھنا پڑتا ہے تاکہ کسی بھی وقت کسی بھی بحران کا مقابلہ کامیابی سے کیا جا سکے۔ ناکامی کا مطلب موت ہوتا ہے۔''

''بحران سے کیا مراد ہے تمہاری؟''

"دیکھو نا، فرض کرو، میں کسی کا چالان کر رہا ہوں، کوئی بھی شخص جس تیزی سے ڈرائیونگ لائسنس نکالتا ہے، اُسی تیزی سے ریوالور بھی نکال سکتا ہے۔ دنیا دیوانوں سے بھری ہوئی ہے، میں نے جس لڑکی سے شادی کی، وہ زندگی سے بھرپور تھی۔ میں نے سوچا، شاید مجھے زندگی متعارف کرا دے گی، یہ میری خودغرضی تھی، میں اسے استعمال کر رہا تھا لیکن بات بنی نہیں۔ وہ گھر پر میرا انتظار کرتی۔ کبھی ڈرتی ہوگی کہ کہیں میرے بجائے میری لاش گھر نہ آئے۔ میں واپس آتا تو شہر کی سڑکوں سے اعصابی کشیدگی سمیٹ کر ٹوٹا چٹختا آتا۔ اُس نے تین سال اذیت اُٹھائی اور پھر میرا ساتھ چھوڑ گئی۔ میرے خیال میں اُس نے ٹھیک کیا۔" اچانک حارث کو احساس ہوا کہ اُس نے یہ باتیں تو کبھی کسی قریبی شخص کو بھی نہیں بتائیں۔ اس کا کیا سبب ہو سکتا ہے۔ کیا اُس نے اس لیے یہ سب کچھ بتایا کہ وہ اجنبی ہے...... یا وہ چاہتا ہے کہ الزبتھ اُسے جانے، سمجھے۔

کھانا آ گیا تھا، وہ خاموشی سے کھانا کھاتے رہے۔ اچانک حارث کو اپنی طبیعت گری گری محسوس ہوئی۔ وہ اس کی وجہ سمجھنے کی کوشش کرتا رہا۔ سڑک پر موت اُس کی تلاش میں تھی لیکن وہ اس صورت حال سے نمٹنا جانتا تھا۔ وہ خود کو ٹٹولتا رہا لیکن یقینی سبب سے نظریں چُراتا رہا۔ وہ اپنے مقابل بیٹھی ہوئی لڑکی کے لیے کڑھ رہا تھا۔ جس کے دل پر مارکوس کی حکمرانی تھی۔

کھانے سے فراغت کے بعد اُس نے الزبتھ کو سبز شیورلیٹ کے بارے میں بتایا۔ وہ خوفزدہ نظر آنے لگی۔ "تم فکر نہ کرو۔ میرے پاس ریوالور ہے۔ میں اسے چیک کر کے ابھی آتا ہوں۔" اُس نے اُٹھتے ہوئے کہا پھر اُس نے ریزگاری کے لیے اپنی جیبیں ٹٹولیں۔ اُس کے پاس بیس ڈالر کے دو نوٹوں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ اُس نے الزبتھ سے کہا۔ الزبتھ نے اپنا بیگ کھول کر پانچ ڈالر کا نوٹ اُس کی طرف بڑھا دیا۔ بیگ میں کئی کریڈٹ کارڈ فولڈر موجود تھے۔ اُس نے الزبتھ سے بل منگوانے کو کہا اور فوراً واپس آنے کا وعدہ کر کے ریسٹورنٹ سے نکل آیا۔

اُس نے سڑک کراس کی اور سبز شیورلیٹ کے قریب سے گزرا۔ کار میں بیٹھے ہوئے شخص نے اُس کی طرف بالکل توجہ نہ دی۔ حارث نے اُس کا حلیہ ذہن میں محفوظ کیا۔ چند

قدم آگے ایک اپارٹمنٹ ہاؤس تھا۔ وہ اُس میں داخل ہو گیا۔ وہاں سے وہ سڑک پر نظر رکھ سکتا تھا۔ شیورلیٹ پر بھی اور ریسٹورنٹ کے دروازے پر بھی۔ الزبتھ نے ۲۵ منٹ اس کا انتظار کیا۔ وہ باہر نکلی تو فکرمند تھی۔ اُس کے چہرے پر اُلجھن کا تاثر بھی تھا۔ باہر نکل کر اُس نے چاروں طرف دیکھا پھر شاید اُس نے ویٹر سے کچھ کہا، جس نے فون کر کے ٹیکسی منگوائی۔ پانچ منٹ بعد ٹیکسی آئی۔ الزبتھ ٹیکسی میں بیٹھی ٹیکسی چل دی۔ اُس کا رخ اس کے اپارٹمنٹ ہاؤس کی طرف تھا۔ شیورلیٹ والا ٹیکسی کا تعاقب کر رہا تھا۔

حارث باہر نکلا اُس نے سڑک کراس کی اور ریسٹورنٹ میں چلا گیا۔ اس نے ویٹر سے الزبتھ کے بارے میں پوچھا۔ بل کے بارے میں دریافت کیا۔ پتا چلا کہ الزبتھ نے چالیس ڈالر کا بل ڈائنرز کلب کے کریڈٹ کارڈ کی شکل میں ادا کیا ہے۔ ویٹر کے انداز میں ناپسندیدگی تھی۔ حارث نے بیس ڈالر کے دو نوٹ نکال کر اُسے تھمائے اور کارڈ واپس لے لیا۔ کارڈ پر اُس کا نام الزبتھ مورس تحریر تھا۔

وہ ریسٹورنٹ سے نکلا اور اپنی کار میں اپارٹمنٹ ہاؤس کی طرف روانہ ہو گیا۔ اُس نے پورے بلاک کا چکر لگایا لیکن سبز شیورلیٹ کہیں موجود نہیں تھی۔ اُس نے اپنی کار ایک ٹرک کے عقب میں اسٹریٹ لیمپ کے قریب ہی پارک کر دی۔ اور الزبتھ کے اپارٹمنٹ میں چلا گیا۔ "کیا ہوا تھا؟" الزبتھ نے اُس سے پوچھا۔

میں نے سبز شیورلیٹ کا تعاقب کیا لیکن وہ کمبخت مجھے ڈاج دے گیا۔" حارث نے بتایا۔ "تم نے ریسٹورنٹ کا بل دے دیا ہوگا۔"

وہ مطمئن نظر آنے لگی۔ "معمولی سا بل تھا۔" اُس نے کہا۔ "یہ شخص کون ہو سکتا ہے، شیورلیٹ والا۔"

"ممکن ہے، کوئی پولیس والا ہو، تمہیں ایک بات بتاؤں، پچھلی بار جو میں یہاں آیا تھا تو نیچے رش کیوں تھا۔ ایک آدمی نے اپنی کار سے اُتر کر مجھ پر فائرنگ کی تھی۔ کار میں تین آدمی اور تھے۔ میں نے کار کا تعاقب کیا لیکن ذرا سی چوک کی وجہ سے وہ نکل گئے۔ میں نے تمہیں نہیں بتایا کیونکہ میں تمہیں ڈرانا نہیں چاہتا تھا لیکن تمہیں یہ علم ہونا چاہیئے کہ تم کتنی مصیبتوں میں گھری ہوئی ہو۔"

الزبتھ صوفے پر ٹک گئی۔ انداز سے لگتا تھا کہ کسی بھی لمحے رو پڑے گی لیکن پھر اُس نے خود کو سنبھال لیا۔ ''کون تھے وہ لوگ؟''

''یہ مجھے نہیں معلوم، بس اتنا بتا سکتا ہوں کہ سرخ کار تھی اور اس کے ڈرائیور نے مجھ پر فائرنگ کی تھی۔''

وہ کسی سوکھے پتے کی طرح لرزنے لگی۔ شاید تصور کر رہی تھی کہ کچھ لوگ اسے ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔

حارث کو احساس ہو گیا کہ وہ دو متضاد فیصلوں کے درمیان معلق ہے۔ ایک طرف تو وہ اسے نیو فاؤنڈ لینڈ سے چلے جانے کا مشورہ دینا چاہتا تھا۔ دوسری طرف وہ اسی کے ذریعے مارکوس کو تلاش کرنے کا خواہش مند تھا۔ وہ بہت سے سوالوں کے درمیان گھرا ہوا تھا۔ اور اُسے جواب الزبتھ سے مل سکتے تھے۔ ''تم نے تو ایسی کوئی سرخ کار نہیں دیکھی؟ میرے خیال میں وہ کریسلر تھی۔'' اُس نے پوچھا۔

الزبتھ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ تم نے مجھے اُسی وقت کیوں نہیں بتایا؟''

''میں تمہیں خوفزدہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے تم سے کچھ بات کرنا تھی۔ میں چاہتا ہوں کہ وقت کے ساتھ ساتھ تم مجھ پر اعتبار کرنا سیکھ لو، میں چاہتا ہوں، تم میرے سوالوں کے جواب دینے لگو۔''

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ حارث نے اُس کا ہاتھ تھاما اور اُسے دلاسا دیتا رہا۔ بالآخر اُس کے بدن کی لرزش موقوف ہوگئی۔ ''تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ تم یہاں کیوں آئے ہو؟'' اُس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''مجھے مارکوس کی تلاش ہے۔ وہ کچھ جانتا ہے اور مجھے خدشہ ہے کہ وہ مارا جائے گا۔''

وہ پھر رونے لگی، چند لمحے کی خاموشی کے بعد وہ بولی۔ ''کل مارکوس نے مجھے ہدایت کی تھی کہ میں تمہیں اپنے حسن کے دام میں اُلجھاؤں۔ تم نے بھانپ لیا تم نے صورت حال کا فائدہ اٹھایا۔ اب میں چاہتی ہوں...... تمہیں!''

حارث حیران رہ گیا۔ ابھی کچھ دیر پہلے ریسٹورنٹ میں وہ متاسف تھا کہ یہ حسین لڑکی مارکوس کی اسیر ہے۔ اُسے مارکوس کے علاوہ کوئی نظر نہیں آتا ہوگا لیکن اب...... اور وہ

جانتی تھی کہ وہ اُسے چاہنے لگا ہے اور وہ اُس کی چاہت کا مثبت جواب دے رہی تھی۔ اُس نے اُسے اظہار کی مجہول زحمت سے بچا لیا تھا۔

☆======☆=====☆

حارث کی آنکھ کھلی تو رات کی گناہ جیسی تاریکی کمرے کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھی۔ اُس نے اپنی زندگی میں آنے والی عورتوں کو یاد کرنے کی کوشش کی لیکن اُس کے تصور میں اُس کی بیوی کا چہرہ بھی نہ اُبھرا، جس کے ساتھ اُس نے تین سال گزارے تھے پھر بھی وہ جانتا تھا کہ اس لڑکی الزبتھ کو وہ مرتے دم تک نہیں بھول سکے گا۔

وہ اُس لڑکی کو مارکوس کے ڈوبتے ہوئے جہاز کے ساتھ غرقاب ہوتے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ مارکوس کو جلد یا بدیر ڈوبنا ہی تھا لیکن اُسے اندازہ تھا کہ فی الوقت الزبتھ سے اس موضوع پر بات کرنا بے سود ہوگا۔ وہ یہی سمجھے گی کہ وہ اُسے مارکوس سے چھیننا چاہتا ہے۔ یہ حقیقت تھی کہ وہ اب بھی مارکوس کی ڈوریوں سے بندھی ہوئی تھی اور وہ ان ڈوریوں کی عادی ہوگئی تھی۔ شاید وہ عمر بھر آزاد نہ ہو سکے۔ بعض اسیروں پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے، جب اُن کے نزدیک آزادی کا مفہوم بدل جاتا ہے۔ رہائی اسیری اور اسیری رہائی بن جاتی ہے۔ وہ ذہین تھی اور اُس کے دلائل بہ آسانی رد کر سکتی تھی۔ چنانچہ اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ خاموشی سے اُسے تحفظ فراہم کرتا رہے گا۔ دُشواری یہ تھی کہ اُسے ساتھ ہی ساتھ سلوکم کے لیے کام بھی کرنا تھا۔ اس اعتبار سے الزبتھ اس کام میں ایک نئی جہت کی حیثیت رکھتی تھی۔ اب اُسے مارکوس کو تلاش کر کے اُس کا سامنا کرنا تھا۔ الزبتھ کو ہمیشہ کے لیے اس کے چنگل سے آزاد کرانا تھا۔ اچھی خاصی دیو اور پری والی کہانی تھی۔

وہ اٹھا اور اُس نے کھڑکی کے پاس جا کر پردہ سرکاتے ہوئے جھانکا۔ باہر سبز شیورلیٹ موجود تھی لیکن ڈرائیور بدل گیا تھا۔ الزبتھ بھی اُس کے پیچھے چلی آئی تھی۔ اُس نے الزتبھ کو صورت حال سمجھائی، وہ پھر خوفزدہ ہوگئی لیکن اُس کے انداز کی بے پروائی محسوس کر کے اُس کا اعتماد بحال ہو گیا۔ ''تم اچھے آدمی ہو حارث سعید۔'' الزبتھ نے آہستہ سے کہا۔

''میں اب جاؤں گا۔''

کہاں؟ کیوں؟''

''مارکوس نے فون نہیں کیا اور میں نہیں سمجھتا کہ وہ یہاں آئے گا۔ تم مجھے اُس کا فون نمبر دو گی نہیں۔ میں یونہی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتا۔ میں نیچے جا کر اُس کار والے کو چیک کروں گا لیکن میں واپس آؤں گا۔ جب تک مارکوس نہیں ملتا۔ میں تمہاری جان نہیں چھوڑوں گا۔ سمجھیں؟ فی الوقت خدا حافظ۔''

وہ عمارت سے نکل کر سبز شیورلیٹ کی طرف بڑھا۔ وہ شیورلیٹ سے پچاس فٹ دور ہوگا کہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے کار اسٹارٹ کی اور اُس کی طرف دیکھے بغیر اُسے بھگا لے گیا۔ حارث اپنی کار کی طرف بڑھا۔ نہ جانے کیوں اُسے احساس ہو رہا تھا کہ سبز شیورلیٹ والوں کا تعلق پولیس سے ہے۔ اس احساس کی وجہ وہ نہیں جانتا تھا البتہ یہ وہ سوال تھا جو اُسے سلوکم سے کرنا تھا۔

وہ سوچنے لگا کہ اب کیا کرے۔ سلوکم یا رین فیلڈ سے رابطہ کر کے اُنھیں صورت حال سے آگاہ کرے یا...... ابھی وہ فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ اپارٹمنٹ ہاؤس کے دروازے پر ایک ٹیکسی رکی۔ ڈرائیور اُترا اور اُس نے ڈور مین سے کچھ کہا۔ ڈور مین نے ریسیور اُٹھایا اور کسی سے بات کی۔ اُسی لمحے الزبتھ کا اپارٹمنٹ تاریک ہو گیا۔ اس کا مطلب تھا کہ الزبتھ کہیں جا رہی ہے اور جا رہی ہے تو اُسے یقیناً فون پر ہدایات ملی ہوں گی۔ اب اگر حارث، سلوکم یا رین فیلڈ کو مطلع کرتا تو وہ بگ کی ریکارڈنگ کے ذریعے کال سن لیتے اور یہ مناسب نہیں تھا۔

وہ ابھی خود سے الجھ رہا تھا کہ الزبتھ نمودار ہوئی اور ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔ اُس کے انداز میں عجلت تھی۔ حارث فکر مند ہو گیا۔ تاہم اُس نے کار اسٹارٹ کر دی۔ اگلے ہی لمحے وہ ٹیکسی کا تعاقب کر رہا تھا۔ اُس نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ سبز شیورلیٹ بلکہ کوئی بھی کار اُس کے تعاقب میں نہیں تھی۔ اُس نے اطمینان کا سانس لیا اور تن بہ تقدیر ہو گیا۔

الزبتھ ایونیو پر پہنچ کر ڈرائیور نے ٹیکسی کی رفتار کم کی۔ شاید اُسے کسی مخصوص پتے کی تلاش تھی۔ بالآخر ٹیکسی ایک آفس بلاک کے سامنے رک گئی۔ داخلی دروازے پر بین انجینئرنگ کارپوریشن کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ الزبتھ نے اُتر کر ٹیکسی والے کو کرایہ دیا اور سڑک

کراس کر کے اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ وہ پانچ منٹ انتظار کرتی رہی لیکن گھنٹی کا کوئی ردعمل ظاہر نہیں ہوا۔

اُسی لمحے حارث کو کسی گاڑی کی آواز سنائی دی پھر اُس نے ایک کار کو اپنی کار کے برابر سے گزرتے دیکھا۔ وہ کار آفس بلاک کے سامنے رکی اور اُس میں سے ایک شخص اُترا۔ حارث نے اُس کا حلیہ ذہن نشین کر لیا۔ اُس شخص نے الزبتھ کو سر ہلا کر اشارہ کیا اور جیب سے چابیوں کا گچھا نکال کر دروازہ کھول دیا۔ وہ دونوں اندر چلے گئے، کوئی پانچ منٹ بعد ایک اور ٹیکسی آفس کے سامنے آ کر رکی۔ ڈرائیور نے ہارن دیا۔ الزبتھ آفس سے نکلی اور ٹیکسی میں آ بیٹھی۔ ٹیکسی فوراً ہی روانہ ہو گئی۔

حارث اُلجھن میں تھا اور جلد از جلد کسی فیصلے تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ الزبتھ کو نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ اس سے اُس کی معلومات میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ اُسے نئے سراغ کا پیچھا کرنا چاہیے۔ الزبتھ اپنے اپارٹمنٹ سے زیادہ دور نہیں تھی اور قوی امکان تھا کہ بہ خیر و خوبی واپس پہنچ جائے گی۔ اس کے لیے بہتر یہی تھا کہ اس نئے آدمی پر نظر رکھے۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ باہر آئے گا تو اُس کا تعاقب کرے گا ممکن ہے، وہ ایکلن کا نمائندہ ہو۔ ایکلن کو یقیناً اندازہ ہوگا کہ اُس کی نگرانی کی جا رہی ہے اور اُس کا فون ٹیپ کیا جا رہا ہے۔ ایسے میں وہ اپنا کام کسی غیر متعلق اور نامعلوم آدمی کے سپرد کر سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اُس نے اس سلسلے میں الزبتھ کو استعمال کرنے کے متعلق سوچا ہو۔

وہ کار میں بیٹھا اندازے قائم کرتا اور انھیں مسترد کرتا رہا۔ ایک سوال یہ بھی تھا کہ وہ اس شخص کے برآمد ہونے کا انتظار کب تک کرے گا۔ اُسے انتظار کرتے ہوئے خاصی دیر ہو گئی۔ اُس نے آفس میں گھسنے کے متعلق سوچا لیکن بلا وجہ خطرہ مول لینے کا کچھ فائدہ نہیں تھا۔ اُس شخص کو باہر تو آنا ہی تھا۔ وہ اُس آفس میں پوری رات تو نہیں گزار سکتا تھا۔ اچانک اُسے خیال آیا کہ بین انجینئرنگ کی عمارت کے دوسری طرف بھی تو کوئی سڑک ہو گی۔ الزبتھ کو گئے ہوئے آدھا گھنٹا ہو چکا تھا۔

وہ کار سے نکلا اور اپنا ریوالور ہاتھ میں لے کر عمارت کی طرف چل دیا۔ اُس نے

کھڑکیوں سے اندر جھانکنے کی کوشش کی۔ لیکن پردوں نے دیکھنے کے لیے کوئی رخنہ نہیں چھوڑا تھا۔ وہ عمارت کے ساتھ ساتھ کارنر تک چلا گیا۔ کارنر والی بغلی سڑک پر سبز شیورلیٹ موجود تھی۔ اُس کا انجن اسٹارٹ تھا پھر وہ عمارت کے عقبی حصے کی طرف گیا اور عمارت کے دروازے ٹٹولے، وہ مقفل تھے۔ وہ واپس مرکزی دروازے کی طرف آیا اور اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ کوئی ردعمل نہیں۔ تین منٹ بعد اُس نے دوبارہ گھنٹی بجائی۔ اس بار ردعمل سامنے آیا لیکن غیر متوقع، عمارت کی سائڈ سے کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ وہ یقینی طور پر سبز شیورلیٹ تھی اسے فوراً ہی احساس ہوگیا کہ اب وہ اُس کے تعاقب میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔

وہ پھر عمارت کے عقبی حصے کی طرف گیا۔ اس بار عقبی دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اُس نے دروازہ کھولا اور کوریڈور میں داخل ہوگیا۔ دائیں جانب والے آخری آفس میں روشنی تھی۔ اُس نے پہلے آفس کا دروازہ کھولا۔ اُس میں دو میزیں تھیں۔ ایک میز پر ٹائپ رائٹر موجود تھا۔ اس کے علاوہ چند کرسیاں تھیں۔ سفید فرش پر خون کے کئی دھبے تھے۔ دوسرا کمرا نسبتاً بڑا تھا۔ اُس میں بھی دو میزیں تھیں، بیرونی کمرے کی طرح اُس کا فرش بھی سفید تھا اور خون سے بری طرح لتھڑا ہوا تھا۔ وہ وہاں کھڑا صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا۔ خون کی مقدار بتاتی تھی کہ کوئی شخص شدید بلکہ ممکنہ طور پر مہلک حد تک زخمی ہوا ہے۔ ڈائنگ بورڈ کے برابر ہی ایک پرنٹ آؤٹ والا کیلکولیٹر رکھا تھا۔ اس کے علاوہ بھی چند ایک مشینیں تھیں۔ اُسے احساس ہوگیا کہ یہاں سے فوری طور پر نکل لینا بہتر رہے گا۔

وہ عقبی دروازے کی طرف جا رہا تھا پھر کچھ سوچ کر وہ رکا اور اُس نے لائٹ آف کر دی۔ وہ پلٹا ہی تھا کہ اُسے اندھیرے میں سُرخ روشنی چمکتی دکھائی دی۔ اُس نے لائٹ پھر آن کی روشنی ایک مشین کی نچلی درز سے نظر آ رہی تھی۔ وہ مشین کی طرف بڑھا۔ اُس نے ایسی مشین پہلے بھی کہیں دیکھی تھی۔ خطوط پھاڑنے والی مشین۔ وہ مشین آن ہونے کا مطلب تھا کہ اُسے ابھی کچھ ہی دیر پہلے استعمال کیا گیا ہوگا۔ اُس نے آگے بڑھ کر مشین کا نچلا خانہ باہر کھینچا اس میں کچھ کاغذ کے ٹکڑے موجود تھے۔ اُس نے احتیاط سے اُنھیں سمیٹا اور اپنے پارکا کی جیب میں رکھ لیا پھر اُس نے لائٹ آف کی اور باہر نکل آیا۔

بیس منٹ بعد وہ ہوٹل ہالٹنن میں اپنے کمرے میں تھا۔ اُس کے لیے تین پیغامات موجود تھے...... سب ارجنٹ...... دو سلوکم کی طرف سے اور ایک رین فیلڈ کی طرف سے، دونوں نے اُسے فوری رابطے کی ہدایت کی تھی۔ اُس نے کمرے میں پہنچتے ہی الزبتھ کا نمبر ملایا۔ ''یس پلیز؟'' دوسری طرف سے الزبتھ کی آواز سنائی دی۔

''بس، میں تمہاری خیریت دریافت کرنا چاہتا تھا۔'' اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

''اوہ...... شکریہ۔''

اُس کے لہجے کی طمانیت سے حارث کو پتا چل گیا کہ وہ بین انجینئرنگ کے دفتر میں ہونے والے تشدد سے بے خبر ہے۔ ''میں کل آؤں گا۔ اپنا خیال رکھنا اور اپارٹمنٹ کا دروازہ مقفل رکھنا۔'' حارث نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔ پھر اُس نے قالین پر بیٹھ کر اپنی جیب سے کاغذ کے ٹکڑے نکالے اور انھیں ترتیب سے جوڑنے بیٹھ گیا۔ وہ ایک ہی کاغذ کے پچاس ٹکڑے تھے۔ اُن کے درمیان خلا بھی تھا لیکن جب نوعیت سمجھ میں آ گئی تو خلا کو اندازے سے پر کرنا دشوار نہ رہا۔ وہ گیارہ کمپنیوں کی فہرست تھی۔ ہیوز ہولڈنگ، سبھاش آٹو مشین مینوفیکچررز، جگدیش کارپوریشن وغیرہ وغیرہ۔ وہ تمام کمپنیاں بین الاقوامی اہمیت اور شہرت کی حامل تھیں۔ سوال یہ تھا کہ کیا تشدد کا تعلق اس فہرست سے تھا اور یہ کہ فہرست کس نے پھاڑی تھی۔

فون کی گھنٹی بجی۔ سلوکم ہوٹل کی لابی سے بول رہا تھا۔ ''میں نیچے آ رہا ہوں۔'' حارث نے کہا اور ریسیور رکھ دیا پھر اُس نے ایک کاغذ پر گیارہ کمپنیوں کے نام لکھ لیے۔

وہ نیچے آیا۔ سلوکم بار میں اسٹول پر بیٹھا تھا۔ اُس کے سامنے اسکاچ کا گلاس رکھا تھا۔ اُس نے نیچی آواز لیکن غصیلے لہجے میں پوچھا۔ ''کہاں تھے تم...... اور تم نے رپورٹ کیوں نہیں کی۔ آج ایکلن کے گھر کچھ لوگ آئے تھے۔ اُن میں سے کوئی بھی مارکوس ہو سکتا ہے۔''

''میں لڑکی کا تعاقب کر رہا تھا۔ وہ بین انجینئرنگ کارپوریشن گئی تھی۔ اُس کے جانے کے بعد میں اندر گیا۔ وہاں کوئی واردات ہوئی ہے، خون بہت سارا تھا لیکن لاش نہیں ملی۔'' وہ اس دوران سلوکم کے چہرے کے تاثرات کو بہ غور دیکھتا رہا۔ سلوکم کو شدید جھٹکا لگا

تھا۔ ''تم مجھے کچھ نہیں بتاتے۔ تمہارا دعویٰ ہے کہ تم بھی اندھیرے میں ہو۔ ذرا یہ دیکھنا۔''
اُس نے سلوکم کی طرف کاغذ بڑھا دیا۔

سلوکم نے کاغذ کو دیکھا اور بولا ''یہ کہاں سے ملا تمہیں؟''

حارث نے اُسے پوری تفصیل بتا دی۔ سلوکم فکر مند نظر آ رہا تھا۔ ''اب مجھے بتاؤ، یہ فہرست کیا معنی رکھتی ہے؟'' حارث نے کہا۔

سلوکم نے انجان بننے کی کوشش کی۔ حارث کو غصہ آ گیا۔ ''تم بہت کچھ جانتے ہو اور کچھ نہیں اُگلتے۔ اب میں اپنے طور پر کام کروں گا۔ میرے رپورٹ دینے یا نہ دینے...... کا انحصار اس پر ہے کہ مجھے کیا معلوم ہوتا ہے۔'' اُس نے کہا۔

سلوکم نے خاموشی سے فہرست کو تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔ حارث وہاں سے نکل آیا۔

☆=====☆=====☆

الزبتھ نے صبح آٹھ بجے حارث کو فون کیا۔ ''میں فوری طور پر تم سے ملنا چاہتی ہوں۔ آ جاؤ پلیز۔'' آواز سے وہ نروس معلوم ہو رہی تھی۔

حارث نے ناشتا کیا اور ہوٹل سے نکل آیا۔ اس بار ڈور مین نے اُسے نہیں روکا۔ البتہ فون پر الزبتھ کو اُس کی آمد کے متعلق بتا دیا۔ الزبتھ دروازے پر اُس کی منتظر تھی۔ اُس کا چہرہ ستا ہوا تھا۔ اُس نے دروازہ بند کرتے ہی حارث سے پوچھا۔ ''تم نے کل میرا تعاقب کیوں کیا تھا؟ تمہیں اس سے کیا کہ میں کہاں جاتی ہوں، کس سے ملتی ہوں؟''

حارث نے اُس کی برہمی کو نظر انداز کر دیا۔ 'تم بین انجینئرنگ کیوں گئی تھیں؟''

''میں تمہیں کیوں جواب دوں؟''

''اس لیے کہ میں اب تمہیں کسی دُشواری میں پڑتے نہیں دیکھنا چاہتا اور اس کے لیے ضروری ہے کہ مجھے تمام معلومات حاصل ہوں۔''

الزبتھ چند لمحے سوچتی رہی پھر اُس نے کندھے جھٹک دیے۔ ''میں نے مارکوس کو فون کیا تھا۔ اُس نے مجھے وہاں ملنے کے لیے کہا تھا لیکن وہاں مجھے سولومن نامی ایک آدمی ملا۔ اُس نے مجھے واپس جانے کی ہدایت کی اور بتایا کہ مارکوس نہیں آئے گا، خطرہ ہے، اور

اگر میں واپس نہ ہوتی تو......''

حارث کو احساس ہو گیا کہ الزبتھ کو اب بھی اس آفس کے فرش پر خون کے دھبوں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ اس کے باوجود اُس نے الزبتھ کو کچھ نہیں بتایا۔ وہ اس پر پوری طرح اعتماد نہیں کر سکتا تھا۔

''مجھے کہا گیا ہے کہ میں مارکوس کی طرف سے تمہیں پیش کش کر دوں، مارکوس تمہیں ان لوگوں سے زیادہ معاوضہ دے گا، پچاس ہزار ڈالر۔'' الزبتھ نے یوں کہا جیسے پیش کش حارث کے لیے ایک اعزاز ہو۔

''وہ ہے کہاں! پلیز، مجھے اس کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کہاں ہے؟

''وہ ہیلی فیکس کے ایک ہوٹل میں ہے۔ میں تمہیں ہوٹل کا نام نہیں بتاؤں گی۔ مجھے اس سلسلے میں مجبور نہ کرنا۔''

''وہ وہاں کیا کر رہا ہے؟''

''لاطینی امریکا کے اس ملک کے دو نمائندوں کا انتظار...... وہ معاہدے کی کچھ نئی شقیں لے کر آنے والے ہیں۔''

''اور اُس نے میرے لوگوں سے رابطہ کیوں نہیں کیا جو خریداروں کی نمائندگی کر رہے ہیں؟''

''اس لیے کہ مذکورہ ملک کی حکومت کے افراد بار بار معاہدے میں تبدیلیوں کے بارے میں سوچنے لگتے ہیں۔ وہ کسی ایک بات پر ٹھہرتے ہی نہیں۔ مارکوس چاہتا ہے کہ ایکلن سے ایک بار ملتے ہی اُس کی پوزیشن خراب ہو جائے گی۔ اس کی زندگی کو لاحق خطرات بڑھ جائیں گے۔''

حارث کو اندازہ ہو گیا کہ الزبتھ اس کے اندازے کے برعکس بہت کچھ جانتی ہے بلکہ ممکن تھا کہ وہ مارکوس کے ساتھ برابر کی پارٹنر ہو۔'' اور مارکوس مجھ سے پچاس ہزار ڈالر کے عوض کیا کام لینا چاہتا ہے؟'' اُس نے پوچھا۔

''تمہیں اُس کو تحفظ فراہم کرنا ہوگا۔''

حارث چند لمحے سوچتا رہا پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''اسے منع کر دینا۔

فی الوقت میں کسی کے لیے کام نہیں کر رہا ہوں۔ مجھے بہت کچھ سوچنا ہے۔''

الزبتھ جھلا گئی۔ ''مارکوس کا کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔ معاہدہ ۹۰ فیصد مکمل ہے۔ بس اُسے چند شقوں کے سلسلے میں ان نمائندوں سے ملنا ہے لیکن کل کسی نامعلوم آدمی نے ہیلی فیکس میں مارکوس پر فائرنگ کی، وہ اُسے نہیں جانتا لیکن اب اسے تحفظ درکار ہے۔''

اُس کی آواز میں مایوسی در آئی۔ وہ بہت کھوئی ہوئی نظر آنے لگی۔ چند لمحوں کے توقف کے بعد وہ پھر بولی۔ ''کل تم نے کہا تھا کہ مارکوس کو اس طرح مجھے یہاں نہیں چھوڑنا چاہیے تھا، میں اس پر غور کرتی رہی ہوں۔ یہ پہلا موقع نہیں ہے، وہ مجھے بار ہا ایسی مشکلات سے دوچار کر چکا ہے میں اب اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کرنا چاہتی ہوں، میری بات سمجھ رہے ہو نا؟''

''نہیں، تم میں استقلال نہیں ہے ابھی تم مجھے مارکوس کے لیے کام کرنے کی پیش کش کر رہی تھیں اور اب تم اسے چھوڑنا چاہتی ہو......''

''تم نے ٹھیک کہا۔ مجھ میں استقلال کی کمی ہے لیکن میں بہت اُلجھی ہوئی بھی تو ہوں۔ دیکھو، میں تمہاری طرف راغب ہوئی۔ اس کا مطلب ہے مارکوس سے میرے تعلق میں گڑبڑ ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ میں تم پر اعتماد کرتی ہوں، ورنہ یہ کیسے ممکن تھا، میں اس سے پہلے کبھی مارکوس سے بے وفائی کی مرتکب نہیں ہوئی۔''

''تم میرے بارے میں کس طرح محسوس کرتی ہو؟''

''میں جب بھی مارکوس سے علیحدہ ہوئی، تمہارے پاس آؤں گی۔ لیکن فی الوقت مجھے اُس کا ساتھ دینا ہے۔ اُس سے جو وعدہ کیا ہے، اُس کی پاسداری کرنی ہے۔ اُس کے بعد میں اُسے چھوڑ دوں گی۔ تم مجھے چاہتے ہو نا؟''

حارث کو اس جواب کے لیے کچھ سوچنا پڑا۔ اُس نے فوراً اثبات میں جواب دیا۔

''سو اب اس وقت سے ہمارے درمیان کوئی غلط فہمی اور اُلجھن نہیں۔ تم جب چاہو میرے پاس آسکتے ہو۔''

☆=====☆=====☆

الزبتھ کے اپارٹمنٹ سے نکلتے ہی حارث اپنی کار میں سینٹ اوریل کے لیے روانہ

ہو گیا۔ وہ دس بجے کے بعد ٹورسٹ ہاؤس پہنچا۔ رین فیلڈ کھڑکی کے پاس کھڑا تھا۔ وہ اُسے دیکھ کر ذرا حیران نہیں ہوا۔ حارث نے کھڑکی سے جھانکتے ہوئے کہا۔ ''سلوکم نے بتایا تھا کہ کل ایکلن کے کچھ ملاقاتی آئے تھے۔ اُن کی تصویریں کہاں ہیں؟''

رین فیلڈ نے کندھے جھٹکے اور پورٹیبل ڈارک روم کی طرف اشارہ کر دیا۔ حارث اُسی طرف چلا گیا۔ وہاں پانچ تصویریں تھیں۔ اُس نے ہر تصور کو غور سے دیکھا لیکن ان میں مارکوس نہیں تھا۔ ''ان میں کوئی مارکوس نہیں ہے۔'' اُس نے رین فیلڈ سے کہا۔ ''مارکوس اوسط قد و قامت کا آدمی ہے، سیاہ آنکھیں، سیاہ بال، عمر چالیس کے لگ بھگ۔''

''اس حلیے پر درجنوں مچھیرے پورے اترتے ہیں۔ ایسا ایک مچھیرا ایکلن کے گھر مچھلیاں پہنچاتا ہے۔ کیا پتا، اُس نے سرخ بالوں کی وگ لگائی ہوئی ہو۔''

حارث نے رین فیلڈ کو بہ غور دیکھا۔ وہ اعصابی طور پر بے حد شکستہ لگ رہا تھا۔ شاید بین انجینئرنگ میں ممکنہ طور پر قتل کی اطلاع نے اُسے دہلا دیا تھا۔ حارث اُسے نگاہوں سے تولتا رہا۔ بالآخر اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ رین فیلڈ پر اعتماد کر سکتا ہے۔ ''سلوکم نے تمہیں بین انجینئرنگ والے واقعات کے متعلق بتایا؟'' اُس نے رین فیلڈ سے پوچھا۔ رین فیلڈ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ''تمھارا کیا خیال ہے؟'' حارث نے بات بڑھائی۔

''میرا کیا خیال ہو سکتا ہے۔'' رین فیلڈ نے جھنجھلا کر کہا۔ ''کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس کی ذمے داری کسی بھی طرح ہم پر عائد ہوتی ہے۔''

''دیکھو اس سوال کا جواب معلوم ہے؟'' رین فیلڈ نے اُسے کڑی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تم خود پولیس مین رہے ہو، اچھے پولیس مین، مقامی پولیس سے کہیں اچھے تم ان سے بہتر طور پر صورت حال کو سمجھ سکتے ہو۔''

''تو تمہارے خیال میں اس قتل کا ہماری یہاں موجودگی سے کوئی تعلق نہیں؟'' حارث نے پوچھا۔

''اگر کوئی تعلق ثابت ہوا تو میں پہلی فلائٹ سے یہاں سے چلا جاؤں گا۔'' اس کے لہجے میں سچائی تھی۔ ''اور سنو حارث! تم ہمیں اس طرح نہیں چھوڑ سکتے۔ ہمارے پاس آدمیوں کی کمی ہے۔ میں، تم اور سلوکم صرف ہم تین ہی تو ہیں۔''

"اور میڈوز، وہ کہاں ہے؟ اُس کا کیا کام ہے؟"

"میڈوز کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ وہ سلوکم کا شوفر ہے وہ کافی اچھی بناتا ہے۔" رین فیلڈ نے زہر خند کیا۔ "سنو حارث تم یہاں کا کام سنبھالو۔ میں لڑکی کی نگرانی کرنا چاہتا ہوں۔ تم یہاں کی رپورٹ مجھے دینا اور میں لڑکی کے متعلق مکمل رپورٹ تمہیں دوں گا۔"

حارث نے چند لمحے سوچا اور پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میں سلوکم کے فون کا انتظار کروں گا۔ اس کے بعد سینٹ جان جاؤں گا۔" رین فیلڈ نے کہا۔

حارث کمرے سے نکل آیا۔ وہ کار میں بیٹھا اور ایکلن کے مکان کے سامنے سے گزرتا ہوا اُس جگہ پہنچا جہاں گزشتہ روز سلوکم نے کار پارک کی تھی۔ کار اُسی جگہ روک کر وہ پیدل اس راستے پر چل دیا، جس پر وہ سلوکم ک ساتھ آیا تھا۔ ایک درخت کے پاس رک کر اُس نے دوربین آنکھوں سے لگائی اور مکان کا جائزہ لیا۔ ہر طرف سکوت تھا پھر اُس نے ٹورسٹ ہاؤس کی طرف دیکھا، جس کھڑکی پر کیمرا فٹ تھا۔ اُس کے پردے گرے ہوئے تھے۔ اُس نے دوربین کو پھر ایکلن کے مکان کی طرف گھمایا۔ وہ مکان کی طرف دیکھتا رہا۔ آدھے گھنٹے بعد زندگی کے پہلے آثار نظر آئے، چھت کی دو چمنیوں سے دھواں نکلنے لگا پھر دودھ والا آیا۔ اُس نے گاڑی دروازے کے سامنے پارک کی اور دودھ لے کر مکان کے اندرونی دروازے تک پہنچا۔ دروازہ ایک عورت نے کھولا۔ وہ سفید کوٹ پہنے ہوئے تھی۔ اس کے بعد ایک جنرل اسٹور کی ڈیلیوری وین آئی۔ اس بار بھی عورت نے دروازہ کھولا اور سامان لیا۔ آدھے گھنٹے کے بعد تیسری گاڑی آئی۔ وہ زرد رنگ کا ایک بڑا ٹینکر ٹرک تھا۔ جس پر اُرونگ ڈومیسٹک فیول لکھا ہوا تھا۔ ٹرک صدر دروازے کے سامنے رکا۔ ٹرک ڈرائیور نے ہارن دیا۔ اس بار ایک گنجے آدمی نے دروازہ کھولا جس کی عمر پچاس کے لگ بھگ معلوم ہو رہی تھی۔ گنجے آدمی نے ٹھوکر سے برف ہٹائی۔ آئل ٹینکر کا ٹریپ ڈور نمودار ہوا۔ ٹرک ڈرائیور اس دوران ہوز پائپ کھول رہا تھا۔ پانچ منٹ میں آئل ٹینک بھر دیا گیا۔ ٹرک ڈرائیور، گنجے آدمی کے ساتھ مکان میں چلا گیا۔ ٹرک کا انجن بہ دستور اسٹارٹ تھا۔

حارث نے گھڑی دیکھی، ساڑھے گیارہ بجے تھے۔ ٹھنڈ اُس کی ہڈیوں تک میں سرایت کیے جا رہی تھی۔ وہ اُٹھ کر ٹہلنے لگا کہ اسی طرح جسم میں کچھ حرارت پیدا ہو۔ وقت گزرتا رہا پندرہ منٹ...... بیس منٹ...... ٹینکر ٹرک کے انجن کی آواز کے سوا ہر طرف سناٹا تھا۔ دوسری طرف ٹرک سے مکان کے ٹینک میں آئل منتقل کرنے والی مشین چلے جا رہی تھی۔ حارث کا اندازہ تھا کہ اب تک ٹرک کا تمام آئل مکان کے ٹینک میں منتقل ہو چکا ہوگا، اب پمپ مشین کو بند کر دینا چاہئے تھا لیکن ٹینکر ٹرک کا ڈرائیور غالباً اندر کے گرم اور پُرسکون ماحول میں کافی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے سب کچھ بھول گیا تھا۔

حارث نے دوربین سے پھر ایک بار مکان کا جائزہ لیا۔ وہ دوربین کو آنکھوں سے اتارنے ہی والا تھا کہ لینز کے انتہائی کنارے کی سمت اُسے نقل و حرکت کا احساس ہوا۔ اس نے دوربین گھمائی۔ وہ ایک آدمی تھا، سیاہ لباس میں۔ تیزی سے صنوبر کے درختوں کی طرف سے نکل رہا تھا جو مکان کی جنوبی سمت میں چالیس گز کے فاصلے پر تھے۔ وہ درختوں کی آڑ لیتا ہوا بیس فٹ دور جھاڑیوں کی طرف بڑھا۔ اور جھاڑیوں میں ڈُبک گیا۔

اُسی لمحے ایک اور آدمی صنوبر کے درختوں سے نکلا اور جھاڑیوں میں جا چھپا۔ حارث اپنی جگہ ٹھٹھر کر رہ گیا۔ اُس دوسرے آدمی کے ہاتھ میں رائفل تھی پھر اُس نے ایک تیسرے آدمی کو جھاڑیوں میں چھپتے دیکھا۔ وہ بظاہر غیر مسلح تھا۔

حارث آگے بڑھا لیکن ٹھٹک گیا۔

مکان کا دروازہ کھلا گنجا آدمی باہر نکلا، اُس نے محتاط نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا اور ٹرک سے ہٹ کر کھڑی ہوئی اسٹیشن ویگن کی طرف بڑھ گیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھنے سے پہلے اُس نے ونڈ شیلڈ صاف کیا پھر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اگنیشن کی گھمائی انجن کچھ دیر کھانسا پھر باقاعدہ اسٹارٹ ہو گیا۔ اُس نے ایکسیلیٹر دیا، انجن کی آواز اور بلند ہو گئی۔ اُس نے پسنجر سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔

اس بار مکان کا دروازہ کھلا۔ ٹرک ڈرائیور نمودار ہوا۔ حارث نے دوربین سے اُسے دیکھا۔ اس بار اُس کی آنکھوں پر چشمہ نہیں تھا۔ حارث کو اُسے پہچاننے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ وہ مارکوس تھا۔

حارث جُھک کر بھاگنے لگا۔ اُس کا رخ سڑک کی طرف تھا۔ سڑک تین سو گز دور تھی اور برف پر بھاگنا آسان نہیں تھا۔ دو بار اس کے پاؤں نرم برف میں دھنس گئے آدھا راستہ طے کر کے وہ رکا اور اس نے دوربین کی مدد سے صورت حال کا جائزہ لیا۔ نیچے واقعات بہت تیزی سے پیش آ رہے تھے۔

جھاڑیوں میں چھپے ہوئے تین آدمیوں میں سے ایک کے پاس رائفل تھی جبکہ دو کے ہاتھوں میں ریوالور نظر آ رہے تھے۔ وہ تینوں اسٹیشن ویگن کی طرف لپک رہے تھے۔ گنجے ڈرائیور نے گاڑی کو داہنی سمت گھمایا تھا اس کے نتیجے میں پہیوں کی لپیٹ میں آنے والی برف دس فٹ تک اُچھلی تھی۔ اب اسٹیشن ویگن کا رخ مکان کے گیٹ کی طرف تھا۔ اسی وقت رائفل بردار گھٹنوں کے بل جھکا اس نے نشانہ لیا اور فائر کر دیا۔ اسٹیشن ویگن کا عقبی شیشہ چور چور ہو گیا۔ اسی وقت سفید ہاؤس کوٹ والی خادمہ نے مکان کا دروازہ کھولا تھا۔

رائفل بردار نے مزید فائر کیے اسٹیشن ویگن نے جھکولے لیے، دوبارہ پوری طرح گھومی اور پھر ایک اُبھری ہوئی چٹان سے ٹکرا کر رک گئی۔ البتہ اس کا انجن اب بھی چیخ رہا تھا۔ رائفل بردار جھکی ہوئی حالت میں اسٹیشن ویگن کی طرف بھاگ رہا تھا جو اونچی نیچی زمین کی وجہ سے اب اس کی زد میں نہیں تھی۔ اسی وقت حارث نے اسٹیشن ویگن کا دروازہ کھلتے دیکھا۔ مارکوس نے گنجے آدمی کو دھکیلا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔ اسٹیشن ویگن تیزی سے آگے بڑھی اور رائفل کی رینج سے نکل گئی۔ گنجا آدمی بری طرح ہاتھ پاؤں پھینک رہا تھا۔ وہ شدید زخمی تھا۔ زخم اس کے بائیں پہلو کی طرف تھا۔

رائفل بردار اور اُس کے ساتھیوں کو جیسے ہی اندازہ ہوا کہ مارکوس ان کی رینج سے نکل گیا ہے تو وہ رک گئے۔ حارث نے پھر بھاگنا شروع کر دیا۔ اُسے جلد از جلد اپنی کار تک پہنچنا تھا۔ درمیان میں وہ پھر رکا اور اس نے دوربین کی مدد سے مکان کا جائزہ لیا۔ مکان کی چھت پر کچھ ہو رہا تھا۔ ایک خوش لباس شخص مکان کی چھت پر چڑھا ہوا تھا۔ چھت پھسلواں تھی، اس کے باوجود بے پناہ پھرتی کا مظاہرہ کر رہا تھا اور تیزی سے ٹی وی انٹینا کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پھر انٹینا تک پہنچ کر اس نے اس کی راڈ تھام لی۔ وہ یقینی طور پر مکان کا مالک ایکلن تھا۔ وہ انٹینا کو اکھاڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ حارث اس کی وجہ سمجھنے سے قاصر

تھا۔ بالآخر انٹینا گر گیا۔ حارث نے پلٹ کر سڑک کی سمت دیکھا، اسٹیشن ویگن کا رخ سینٹ جان کو جانے والی سڑک کی طرف تھا۔

اچانک ایک آواز سنائی دی اور حارث کی سمجھ میں ایکلن کے چھت پر چڑھنے اور انٹینا گرانے کی وجہ آ گئی۔ وہ فورسیٹر ہیلی کاپٹر تھا اور یقینی طور پر صنوبر کے جھنڈ میں پہلے سے موجود تھا پھسلواں چھت کی وجہ سے اسے دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ ہیلی کاپٹر بلند ہونے کی وجہ سے بھی برف اڑی۔ رائفل بردار اور اس کے ساتھی ایک لمحے کے لیے سکتے میں آ گئے پھر رائفل بردار تیزی سے گھٹنوں کے بل جھکا لیکن اُسے اندازہ ہو گیا کہ ہیلی کاپٹر رائفل کی رینج سے باہر ہے۔ دوسری طرف چھت پر انٹینا اترنے کی وجہ سے اتنی جگہ ہو گئی تھی کہ وہاں ہیلی کاپٹر کا ایک پہیہ ٹک سکتا تھا۔ ایکلن چھت پر گھٹنوں کے بل جھکا ہوا تھا۔

حارث نے پھر اپنی کار کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ چند لمحے بعد اُس نے پلٹ کر دیکھا تو ایکلن ہیلی کاپٹر میں بیٹھ چکا تھا اور ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ فائرنگ کرنے والے نہ جانے کہاں غائب ہو گئے تھے۔

پانچ منٹ بعد حارث اپنی کار میں تھا۔ وہ زخمی گنجے کے پاس سے گزرا جسے مارکوس نے اسٹیشن ویگن سے دھکیلا تھا۔ سفید کوٹ والی ملازمہ اس پر جھکی ہوئی تھی۔ اس نے ہاتھ ہلا کر حارث کو کار روکنے کا اشارہ کیا لیکن حارث کے پاس وقت نہیں تھا۔ اسے مارکوس کا تعاقب کرنا تھا۔

☆======☆=====☆

وہ دیوانہ وار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اُس نے خطرناک ترین موڑوں پر بھی گاڑی کی رفتار کم کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ اُسے احساس تھا کہ مارکوس کے اور اُس کے درمیان فاصلہ بہت زیادہ ہے یہی احساس اس کی دیوانگی کا باعث تھا۔ سینٹ جان سے بیس میل پیچھے اُس نے کار کی رفتار کم کی اور تسلیم کر لیا کہ مارکوس اس سے بچ نکلا ہے۔ بات صرف فاصلے اور رفتار کی نہیں تھی۔ یہ بھی تو ممکن تھا کہ مارکوس نے کسی دوراہے پر گاڑی مخالف سمت میں موڑ لی ہو۔ سینٹ جان میں داخل ہوتے ہی اس نے ہوٹل ہالٹن کا رخ کیا۔ وہ کمرے میں داخل ہوا تو فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ دوسری طرف رین فیلڈ تھا۔ ”میں تو وہاں موجود نہیں

تھا۔ فائرنگ ہوئی ہے۔ اس وقت مکان میں پولیس والے بھرے ہوئے ہیں۔'' اس نے بتایا۔

''مارکوس وہاں آئل ٹینکر ٹرک میں پہنچا تھا۔'' حارث نے وضاحت کی۔ ''پھر کچھ حملہ آور نمودار ہوئے۔ ایکلن کا ایک آدمی ان کی گولیوں کا نشانہ بنا۔ ایکلن ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر فرار ہوگیا۔'' اس نے رین فیلڈ کو پوری تفصیل سے آگاہ کیا۔

رین فیلڈ خاموشی سے سنتا رہا پھر اس نے بتایا۔ ''الزبتھ پیریٹ نے اپارٹمنٹ چھوڑ دیا ہے اور اب ایک چھوٹے ہوٹل میں مقیم ہے، ڈونا ہوٹل، میں نے اُس کے برابر والا کمرا لیا ہے، تمہیں اضافی رقم ملے گی، تم الزبتھ کے برابر والے کمرے میں آجاؤ، کیا خیال ہے؟''

حارث خاموش رہا۔

''دیکھو، ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔'' رین فیلڈ نے چیخ کر کہا۔ شاید صورت حال نے اُس کے اعصاب بری طرح چٹخا دیئے تھے۔

''میں ڈونا ہوٹل سے بول رہا ہوں، تم یہاں آجاؤ، روم نمبر ۴۷۔'' یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔

حارث کو حالات کی اس ستم ظریفی پر ہنسی آگئی۔ موٹا رین فیلڈ اُس الزبتھ کے کمرے کے قریب رہنے کی التجا کر رہا تھا، اگر وہ اس کے برعکس فرمائش کرتا تو حارث کسی بھی طور پر رضامند نہ ہوتا لیکن الزبتھ کے قریب رہنا تو اس کی دلی آرزو تھی۔ اُس نے اپنا سامان بریف کیس میں رکھا، ڈیسک پر بل ادا کیا اور ہوٹل ہالٹن سے نکل آیا۔

ڈونا ہوٹل کے کمرا نمبر ۴۷ میں صرف ایک ہی کھڑکی تھی اور وہ بندرگاہ کی جانب کھلتی تھی۔ اس وقت وہ کھڑکی کھلی ہوئی تھی جس کی وجہ سے کمرے میں نمک اور تیل کی بو رچی ہوئی تھی۔ رین فیلڈ نے بائیں جانب والی دیوار کے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''اس وقت بھی وہ اس کمرے میں موجود ہے۔'' دروازے کے قریب ایک بے بی الارم باکس رکھا تھا۔ اس باکس میں سے نکل کر ایک تار بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھے ہوئے ایمپلی فائر میں داخل ہو رہا تھا۔

حارث نے کھڑکی میں کھڑے ہو کر بندرگاہ کا جائزہ لیا۔ وہاں، دس بارہ ٹرالر اور

کارگو بوٹس لنگر انداز تھیں، ان میں سے تین ٹرالر روسی تھے۔

''سلوکم آئے گا اور تم سے معاوضے کے سلسلے میں بات کرے گا۔''

''وہ ہے کہاں؟ تمہیں کچھ پتا بھی ہے کہ وہ کہاں رہتا ہے، کیا کرتا ہے اور اپنا وقت کیسے گزارتا ہے؟ اس وقت کہاں ہے وہ؟''

''مجھے نہیں معلوم۔'' رین فیلڈ نے کہا۔

''اگر نہیں معلوم تو کیوں نہیں معلوم؟''

''وہ آکر تم سے بات کرے گا، اب میں جاؤں؟'' رین فیلڈ نے اُس کے سوال کو یکسر نظر انداز کر دیا۔ ''اگر کچھ ہو...... یا مارکوس آئے تو سلوکم کو فون پر مطلع کر دینا۔''

''تم کہاں جا رہے ہو؟'' حارث نے پوچھا۔

''سینٹ اوریل۔ ایکلن حملے کے ڈیڑھ گھنٹے بعد اپنے مکان میں واپس آگیا ہے۔ میرا خیال ہے حملہ آور جو کوئی بھی تھے۔ ایکلن نے اب ان کے لیے تیاری کر لی ہے میرے خیال میں ایکلن اہم ترین آدمی ہے لیکن لڑکی بھی کم اہم نہیں ہے۔ سنو، پلیز! یہاں جو کچھ بھی ہو اُس سے سلوکم کو باخبر رکھنا۔'' یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

''فائرنگ کرنے والے کون تھے؟'' حارث نے اچانک پوچھا۔

''ایک گروہ اس سودے کے خلاف ہے، جس کے لیے ہم کام کر رہے ہیں لیکن وہ کون ہیں، یہ میں نہیں جانتا۔ یہ پتا چل جائے تو مسئلہ حل ہوجائے گا۔ خیر، بعد میں بات کریں گے۔'' رین فیلڈ نے جواب دیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

حارث نے کھڑکی بند کی پارکا اتارا اور بیڈ کی پٹی پر بیٹھ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ الزبتھ نے اپنا اپارٹمنٹ چھوڑا ہے تو اس کی کوئی وجہ بھی ہوگی۔ امکان یہی تھا کہ مارکوس یہاں اس سے ملنے آئے گا۔ اس لحاظ سے اس وقت الزبتھ سے ملنا ٹھیک نہیں تھا۔ مارکوس کی آمد کے بعد اُسے الزبتھ کے دروازے پر دستک دینا تھی لیکن یہ فیصلہ کرنے کے باوجود اُس کے تصور میں الزبتھ کا سراپا لہرا رہا تھا۔ وہ اُس سے ملنے کو بے تاب تھا۔

☆======☆=====☆

وہ سوچتے سوچتے سو گیا پھر الارم باکس سے آنے والی آوازوں نے اُسے جگایا۔

اُس نے بیڈ سائڈ لائٹ آن کر دی۔ ساڑھے سات بجے تھے۔ اُس نے سنک پر جا کر ہاتھ منہ دھویا، جوتے پہنے۔ دوسرے کمرے کی آوازوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ الزبتھ بستر پر کروٹیں بدل رہی ہے۔ اس کی سسکیاں بتاتی تھیں کہ وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے پھر اس نے کھانسی کی آواز سنی۔ شاید اس آواز ہی نے اُسے جگایا تھا۔ سانسوں کی آواز سے بھی بھاری پن جھلک رہا تھا پھر اُس نے ایک کراہ سنی۔ اُس کا جسم تن گیا۔ اُس کی چھٹی حس اُسے کسی گڑبڑ کا احساس دلا رہی تھی۔ کھانسی کی آواز...... اچانک اُسے احساس ہوا کہ وہ آواز نسوانی نہیں تھی۔ اس کے علاوہ بھی کوئی گڑبڑ تھی۔ کھانسی کی وہ آواز نارمل نہیں، بھنچی بھنچی تھی۔ وہ اُٹھا اور تیزی سے کمرے سے نکل آیا۔ دوسرے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہوگیا۔

میڈوز بستر پر پڑا تھا۔ اُس کا چہرہ اور تکیہ دونوں خون میں لتھڑے ہوئے تھے۔ اُس کا گلا کاٹ دیا گیا تھا۔ اُس کے دونوں ہاتھ خون میں لتھڑے ہوئے تھے۔ شاید اس نے ہاتھوں سے اپنی کٹی ہوئی شہ رگ کو جوڑنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ کمرے میں الزبتھ کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ اس منظر نے حارث کو اس طرح دہلایا کہ چند سیکنڈ وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہا۔ وہ ساکت کھڑا تھا پھر وہ کچھ سوچنے کے قابل ہوا۔ اُس کا اندازہ تھا کہ میڈوز کو مرنے میں کم از کم دس منٹ لگے ہوں گے۔ الزبتھ کو ہوٹل ہی میں کہیں ہونا چاہیے تھا لیکن اُسے اپنے اس اندازے کی درستی میں شک تھا۔

تین منٹ بعد وہ کمرے سے نکل آیا۔ کوریڈور سنسان تھا۔ وہ اپنے کمرے میں گیا اور اپنا بریف کیس اور پارکا لے کر باہر نکل آیا۔ چند منٹ بعد وہ اپنی نپٹو کار میں بیٹھ رہا تھا۔ ائیر پورٹ پہنچ کر اُس نے اپنا ریوالور لگیج لاکر میں رکھا اور لاؤنج میں آ بیٹھا۔ پرواز کی روانگی میں ابھی آدھا گھنٹا تھا۔ وہ بیٹھا اپنے فیصلے پر غور کرتا رہا۔ الزبتھ کو اغوا کیا گیا تھا یا وہ اپنی مرضی سے کہیں گئی تھی، کس کے ساتھ؟ یہ اندازہ وہ نہیں لگا سکتا تھا۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اسے کہاں تلاش کرے۔ میڈوز قتل کر دیا گیا تھا۔ وہ انٹاریو پولیس کا سابق ملازم تھا۔ اگلے روز کے اخبارات اُس کے قتل کی سرخیوں سے بھرے ہوئے ہوں گے۔ لاش دریافت ہوتے ہی ہنگامہ شروع ہو جائے گا۔ ائیر پورٹس کی نگرانی کی جائے گی۔ ٹورسٹ ہاؤس والی

مسز ڈالن اخبار میں میڈوز کی تصویر دیکھ کر اُسے پہچان لے گی اور پولیس کو بتائے گی کہ وہ اپنے تین ساتھیوں کے ہمراہ اس کے پاس آیا تھا۔ اگر الزبتھ کو تلاش کرنے میں کامیابی کا ذرا سا بھی امکان ہوتا تو وہ ڈٹا رہتا لیکن اس کا کوئی امکان نہیں تھا اور پھر اس کی چھٹی حس اسے سمجھا رہی تھی کہ یہاں سے نکل بھاگنے ہی میں بہتری ہے۔

پرواز سے دس منٹ پہلے اُس نے فون بوتھ سے ٹورسٹ ہاؤس کا نمبر ملایا۔ اُس نے مسز ڈالن کو اپنا نام بتایا اور رین فیلڈ کو بلانے کی درخواست کی۔ چند لمحے بعد اسے فون پر سلوکم کی آواز سنائی دی۔ ''کہو...... ڈونا ہوٹل میں خیریت ہے نا؟ لڑکی کا کیا حال ہے؟''

''لڑکی غائب ہے اور اُس کمرے میں میڈوز کی لاش پڑی ہے، اُس کا گلا کٹا ہوا ہے۔''

''کیا؟''

''میرا خیال ہے، لڑکی کو میڈوز کے قاتل اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔'' حارث نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''بات سنو! تمہیں اندازہ ہے کہ الزبتھ کو لے جانے والے کون ہیں؟''

سلوکم کی سانسوں کے سوا کوئی آواز نہیں تھی۔ وہ یقیناً شاک کی حالت میں تھا۔ چند لمحے بعد اُس کی آواز سنائی دی۔ ''میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا، کون ایسا کر سکتا ہے۔''

''بہرحال، میرا اب بھی یہی خیال ہے کہ تم نے مجھے مکمل معلومات فراہم نہ کر کے اندھیرے میں رکھا۔ اس صورت میں کام کرنا آسان نہیں ہے۔ میں کام نہیں کر سکتا۔ لعنت ہو تم پر......'' اس نے ریسیور لٹکا دیا۔

دس منٹ بعد وہ نیویارک کے لیے روانہ ہوگیا۔

☆======☆=====☆

حارث نیویارک کے پلازہ ہوٹل میں مقیم تھا۔ وہ لابی میں بیٹھی ہوئی ایک حسین لڑکی کو بہ غور دیکھ رہا تھا۔ اچانک اُسے احساس ہوا کہ وہ لڑکی کے حسن کا موازنہ الزبتھ سے کر رہا ہے۔ اس کے خیالات کی رو الزبتھ کی طرف مڑ گئی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا الزبتھ زندہ ہے؟ پھر اُس نے سوچا کہ وہ کتنی آسانی سے سینٹ جان سے نکل آیا۔ الزبتھ کی پروا کیے بغیر...... اور اُسے کوئی فکر بھی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی اُسے احساس ہوا کہ فکر نہ ہونے کا سبب یہ

ہے کہ وہ سینٹ جان واپس جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اُس نے اپنے باپ کے نام ۳۴ ہزار ڈالر کا منی آرڈر بھیج دیا تھا اور اب وہ دنیا کی ہر ذمے داری سے سبکدوش ہو گیا تھا۔

اسے اس قرض کی ادائیگی کی بڑی فکر تھی لیکن میڈوز کی موت کے بعد اسے احساس ہو رہا تھا کہ جس کام میں اُس نے ہاتھ ڈالا ہے اُس کا انجام اُس کی موت یا گرفتاری ہوگا۔ گرفتاری اور بلا تھی۔ ایک گرفتاری کے نتیجے میں لدنے والا قرض اُتارنے کے لیے اُس نے یہ کام قبول کیا تھا اور اب دوسری گرفتاری کا نتیجہ مزید قرض! یہ قسمت کی عجیب ستم ظریفی تھی۔

دوسری طرف اُس کا ضمیر ملامت کر رہا تھا۔ اُس نے چالیس ہزار ڈالر وصول کیے تھے لیکن اب تک کوئی کام نہیں کیا تھا، جہاں تک موت کا تعلق تھا، وہ اُس کے لیے کوئی اجنبی چیز نہیں تھی۔۔ پولیس کی ملازمت کے دوران اُس نے بارہا موت کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔

وہ ان خیالوں میں اُلجھا ہوا تھا کہ اُس نے سلوکم کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔ وہ بری طرح چونکا۔ سلوکم بہت تھکا ہوا دکھائی دے رہا تھا اور اُس کا انداز معذرت خواہانہ تھا۔ ''تم نے مجھے کیسے تلاش کیا؟'' حارث نے پوچھا۔

''تم نے مجھے گیارہ بجے ایئر پورٹ سے فون کیا تھا'' سلوکم نے وضاحت کی۔ ''اس کے دس منٹ بعد نیویارک کی فلائٹ تھی، میں نے ایک ایجنٹ کو تمہاری تلاش پر لگایا۔ کوئی پچاس ہوٹل چیک کرنے کے بعد پتا چلا کہ تم یہاں ہو۔''

''اب تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

''تمہیں سینٹ جان واپس لے جانے کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا؟''

''میڈوز کی لاش دریافت ہونے کے بعد کیا ہوا؟'' حارث نے پوچھا۔ اُسے احساس تھا کہ وہ دونوں ہی سوالوں کے جواب میں سوال کر رہے ہیں۔

بالآخر سلوکم نے جواب دیا۔ یہ بھی ایک معما ہے۔ اخباروں میں اس کے متعلق کچھ بھی نہیں ہے۔''

''اس سلسلے میں کوئی وضاحت کر سکتے ہو؟''

سلوکم نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''کسی وجہ سے پولیس نے یہ خبر دبالی ہے۔ وجہ مجھے معلوم نہیں۔ مجھے بہت کچھ معلوم نہیں، اب تم مجھے میرے پہلے سوال کا جواب دو۔''

''تمہیں مکمل معلومات فراہم کرنا ہوں گی۔'' حارث کے لہجے میں قطعیت تھی۔

سلوکم نے کندھے جھٹکے، جیسے ہتھیار ڈال رہا ہو۔'' میں ایک جملے میں سب کچھ سمیٹ رہا ہوں۔ سرمایہ داروں کا ایک گروپ نکاراگوا خرید رہا ہے، میں اُن کی نمائندگی کر رہا ہوں۔''

''نکاراگوا...... اور برائے فروخت! حارث نے حیرت سے کہا۔

''ہاں، مکمل ملک، سیاست دان فوج، مالیات، اسمبلی...... غرض ہر چیز، سرمایہ دار اپنا سرمایہ، اپنے تمام اثاثے وہاں منتقل کرنا چاہتے ہیں، تاکہ ٹیکس کے نام پر ہونے والی زیادتیوں سے بچ جائیں لیکن مذاکرات میں کوئی گڑ بڑ ہو گئی ہے۔ نکاراگوا کے کمیونسٹ گوریلوں کو کسی طرح اس سودے کی بھنک پڑ گئی ہے اور اب وہ اسے روکنے کے چکر میں ہیں مجھے یقین ہے کہ اُن کا ایک گروپ سینٹ جان میں موجود ہے۔ میڈوز کو اُنھوں نے ہی ہلاک کیا۔ ایکلن کے مکان پر حملہ بھی...... اور مجھے یقین ہے کہ الزبتھ پیرٹ بھی اُنھی کے قبضے میں ہے۔''

حارث کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یقین کرے یا نہیں۔ ان تمام باتوں کی تصدیق کیسے کی جائے؟

''جب سے یہ گوریلے ملوث ہوئے ہیں، ہمارا کام بڑھ گیا ہے۔ ایک پیچیدہ معاملے کو فائنل کرنے کے سلسلے میں مذاکرات...... اور اب ہمیں ان گوریلوں کی بھی فکر کرنی ہے۔''

''یعنی اُنھیں قتل کرنا ہے۔'' حارث نے سرد لہجے میں کہا۔

''اُن کا مقصد ہمیں قتل کر کے معاہدہ ہونے سے روکنا ہے۔ یہ بھی بتا دوں کہ مارکوس ان گوریلوں سے واقف ہے، اس لیے اُس کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمیں اب بھی تمہاری ضرورت ہے۔''

''لیکن ایکلن کے مکان پر فائرنگ کے بعد سے اب تک اُسے نہیں دیکھا گیا

ہے؟"

"ہاں، سوال یہ ہے کہ وہ ہے کہاں؟"

حارث سوچ میں پڑ گیا۔ ہیلی فیکس میں، جہاں وہ الزبتھ کے بقول پہلے سے چھپا ہو تھا لیکن اُس نے سلوکم سے کچھ نہیں کہا۔

"تو اب بتاؤ تم سینٹ جان واپس چلنے کا کیا لو گے؟" سلوکم نے پوچھا۔

"کچھ نہیں، میں الزبتھ کو تلاش کرنے وہاں جاؤں گا، اگر مارکوس مل گیا تو وہ تمہارا....." حارث نے جواب دیا۔ سلوکم اثبات میں سر ہلا رہا تھا۔

☆=====☆=====☆

وہ لیٹر کمیٹی نمبر ۹، ڈیپارٹمنٹ آف جسٹس، وائٹ ہاؤس کی طرف سے جگدیش کارپوریشن میں موصول ہوا تھا۔ جگدیش کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس خط کو کس خانے میں فٹ کرے۔ خط میں نکاراگوا کی سرمایہ کاری کے حوالے سے کمیٹی نمبر ۹ کے چیئرمین نے اُسے وائٹ ہاؤس میں طلب کیا تھا۔ کمیٹی کے چیئرمین کا نام فیلڈ مین تھا۔ خط کے آخر میں فیلڈ مین کے دستخط تھے۔

جگدیش نے وہ خط ملتے ہی اپنے وکیل سے بات کی تھی۔ وکیل کا کہنا تھا کہ وہ اس طلبی کا سبب سمجھنے سے قاصر ہے۔ اُس نے یقین دلایا تھا کہ نکاراگوا کا سودا امریکن قوانین سے متصادم نہیں ہے۔ تاہم اُس نے محتاط رہنے کا مشورہ بھی دیا تھا۔ اس کے بعد جگدیش نے وائٹ ہاؤس فون کیا تھا۔ فیلڈ مین موجود نہیں تھا۔ اُس کی سیکرٹری سے بات ہوئی تھی۔

"مسٹر فیلڈ مین آ جائیں تو اُن سے کہنا کہ مجھے فون کر لیں۔" جگدیش نے سرد لہجے میں کہا تھا۔

"جناب، مسٹر فیلڈ مین اپنی کمیٹی کے خفیہ معاملات کے متعلق کبھی فون پر گفتگو نہیں کرتے۔ آپ کل صبح وائٹ ہاؤس تشریف لے آیئے۔" جواب ملا تھا۔

اس گفتگو کے نتیجے میں جگدیش اس وقت وائٹ ہاؤس میں موجود تھا۔ فیلڈ مین تک پہنچنے سے پہلے اُسے سیکورٹی کے مراحل سے گزرنا پڑا، جو اُسے بہت گراں گزرا۔ دس منٹ بعد فیلڈ مین کی سیکرٹری نے اپنے باس کے کمرے کا دروازہ کھولا اور اُسے اندر جانے کا

اشارہ کیا۔ وہ بہت تنگ کمرا تھا۔ کھڑکیوں سے یکسر محروم فیلڈ مین جگدیش کے کمرے میں داخل ہوتے ہی اپنی کرسی سے اُٹھا لیکن اُس نے جگدیش کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔ البتہ اُس نے جگدیش کو سامنے والی کرسی پر بیٹھنے کا اشارا کیا۔ جگدیش نے اُسے بہ غور دیکھا۔ وہ طویل القامت تھا اور کسرتی جسم کا مالک تھا۔ آنکھوں سے توانائی جھلکتی تھی۔ عمر پچاس کے لگ بھگ ہوگی۔ مجموعی طور پر اس کی شخصیت میں دبدبہ تھا۔

"آپ کی آمد کا شکریہ۔ میں بلاتمہید آپ کو اس بلاوے کا سبب بتاؤں گا۔" فیلڈ مین نے اُس کے بیٹھتے ہی کہا۔ "کمٹی نمبر ۹ ملک میں بڑے بزنس کی پالیسی، سیاست اور کوالٹی کے بارے میں تحقیقی کام کے لیے بنائی گئی ہے۔ ہم بڑے کاروباریوں کے عزائم بھی سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ اُن سے ملک وقوم کو کوئی خطرہ تو لاحق نہیں۔ اب آپ میری بات ذرا توجہ سے سنیں۔ ہمیں نکاراگوا کے سودے کا علم ہوا ہے۔ مجھے اس سلسلے میں تم سے نمٹنے کا فرض سونپا گیا ہے۔"

"نکاراگوا؟ کون سا سودا؟ اور یہ مجھ سے نمٹنے سے آپ کی کیا مراد ہے؟ وضاحت کیجیے۔" جگدش نے سرد لہجے میں کہا۔

"یہ کام تو تم ہی مناسب طور پر کر سکو گے۔" فیلڈ مین کا لہجہ بھی سرد تھا۔

"میں اور میرے کچھ ساتھی سرمایہ دار اپنے اثاثے اور صنعتیں نکاراگوا منتقل کرنا چاہتے ہیں اور یہ غیر قانونی نہیں ہے۔ ہم قانون کی حدود میں رہ کر کام کر رہے ہیں۔"

"قانون کو اُٹھا کر ایک طرف رکھ دو۔ یہ بتاؤ کہ تم سہاش گپتا اور ہاورڈ ہیوز سے کس حد تک واقف ہو؟"

جگدیش چند لمحے سوچتا رہا پھر بولا۔ "اب میں اپنے وکیل کی عدم موجودگی میں کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔"

"اوہ یہ بات ہے۔ تم اپنے بے ایمان وکیل کی موجودگی ہی میں بات کرو گے۔"

جگدیش اُٹھا اور دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

"ٹھہر جاؤ۔" فیلڈ مین نے چیخ کر کہا۔ "غور سے سنو اور میری بات اپنے پارٹنرز تک بھی پہنچا دو۔ وہ اس سے پہلے بھی ٹیکس سے بچنے کی ان گنت اسکیمیں بنا چکے ہیں لیکن یہ

اسکیم واقعی کارآمد ہے۔ جنرل انٹونیو سموزا ہم سے ناخوش ہے۔ تمہاری پیش کش بہت اچھی ہے۔ تم نکاراگوا خریدلو گے اور یہ تمہارے نزدیک ایک منفعت بخش سرمایہ کاری ہوگی۔ تمہارے بعد اور بھی بہت سے سرمایہ دار نکاراگوا کا رخ کریں گے لیکن میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ ہماری حکومت اس کی اجازت نہیں دے گی۔ تمہیں روکنے کا کام میرے سپرد کیا گیا ہے۔''

''مجھے افسوس ہے مسٹر فیلڈ مین کہ تمہیں ایسا کام دیا گیا جس کا مقدر ناکامی ہے، میں اور میرے پارٹنرز اس سودے کی تکمیل کر کے رہیں گے۔'' جگدیش نے کہا۔ ''حکومتوں کی غلط پالیسیوں نے ہمیں یہ انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا ہے۔ تم ہمیں نہین روک سکو گے۔''

''جاؤ اور اپنے پارٹنرز کو بتا دو کہ سودا منسوخ ہوگیا ہے۔'' فیلڈ مین نے سفاک لہجے میں کہا۔

''تم جاؤ اور ملک بھر کے وکیلوں سے مشورہ کرلو، اس کے بعد عدالت میں تم سے ملاقات ہوگی۔''

''ہرگز نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ سودا قانون سے متصادم نہیں۔''

''تو اور تم کس طرح ہمیں روکو گے؟''

''میں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور میں تمہیں روک کر رہوں گا، خواہ اس کے لیے مجھے انتہائی قدم اٹھانا پڑے۔''

''تم اور تمہارے پارٹنرز......'' فیلڈ مین کی آواز سرگوشی سے بلند نہیں تھی۔ ''تم لوگوں نے اپنی تباہی کا سامان کرلیا ہے، یاد رکھنا، آخری فیصلہ تمہارا تھا میں تم سب کو تباہ و برباد کر دوں گا۔''

جگدیش نے کمرے کا دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔

☆=====☆=====☆

سلوکم کی کوششوں کے نتیجے میں ٹرنجینی میں ایک سراغ ملا تھا۔ الزبتھ مورس نے وہاں کے ہوٹل کے اسٹور سے کچھ خریداری کی تھی اور ادائیگی کریڈٹ کارڈ کے ذریعے کی تھی۔

اُس نے جو چیزیں خریدی تھیں، وہ تمام مردانہ ضروریات کی تھیں۔

''اس کا مطلب ہے کہ مارکوس وہاں مل سکتا ہے۔'' حارث نے سب کچھ سننے کے بعد کہا۔

''ہاں، رین فیلڈ سینٹ اور یل میں مصروف رہے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ٹرنجینی جاؤ۔ یہ بات ٹریجن ہوٹل کی ہے۔''

ایک گھنٹے بعد حارث اپنی کار میں ٹرنجینی کی طرف جا رہا تھا اس کا اندازہ تھا کہ دو سو میل کا وہ سفر پانچ گھنٹے کھا جائے گا۔ دوپہر ہو چکی تھی موسم کے تیور بھی کچھ اچھے نہیں تھے۔ وہ ساڑھے پانچ گھنٹے بعد ٹرنجینی پہنچا۔ قصبے میں موت کا سکوت طاری تھا۔ ہوٹل ٹریجن کی عمارت جدید طرز کی تھی۔ عمارت کے عقب میں پارکنگ ایریا میں چالیس کے قریب کاریں موجود تھیں۔ ایک جانب ایک چھوٹا سا رن وے اور ہیلی پیڈ تھا۔ ہیلی پیڈ پر دو ہیلی کاپٹر موجود تھے۔ رن وے پر دو انجن والا سیسنا جہاز کھڑا تھا۔

حارث نے کار روکی اور چند لمحے سوچتا رہا۔ ہیلی کاپٹرز کی موجودگی اُسے احساس دلا رہی تھی کہ اُسے محتاط رہنا ہوگا۔ وہ کسی بھی شخص کے چھپنے کے لیے بہترین مقام تھا۔ مارکوس آمدورفت کے لیے ہیلی کاپٹر استعمال کر سکتا تھا۔ اُس نے گاڑی آگے بڑھائی اور پارکنگ ایریا میں کھڑی کر دی پھر وہ کار سے اُترا اور ہوٹل کی عمارت میں داخل ہو گیا۔

اندر ہوٹل کے دو ملازم اور چھ مہمان نظر آئے۔ وہ انھیں بدستور دیکھتا ہوا بار کی طرف بڑھ گیا۔ بار میں کوئی بھی نہیں تھا۔ حتیٰ کہ بار مین بھی غائب تھا۔ اُس نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ چار بجے تھے۔ وہ استقبالیہ کاؤنٹر پر واپس آیا اور استقبالیہ کلرک سے مخاطب ہوا۔

''گزشتہ رات بار میں ایک صاحب سے ملا تھا، مجھے نام یاد نہیں رہا اُن کا۔'' اُس نے ذہن پر زور دینے کی اداکاری کرتے ہوئے مارکوس کا حلیہ دُہرایا۔ ''دراصل میں اُن کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔'' اُس نے آخر میں کہا۔

کلرک چند لمحے سوچتا رہا پھر سر ہلا کر بولا۔ ''مسٹر مارینی ہی ہو سکتے ہیں۔''

''ہاں، شاید یہی نام تھا، تھینک یو۔'' حارث نے کہا اور بار کی طرف چلا آیا۔ بار والے کوریڈور میں فون بوتھ تھا۔ اُس نے فون کیا۔ سوئچ بورڈ آپریٹر نے جواب دیا۔ ''مسٹر

ماریٰ کمرے میں ہیں؟'' اُس نے پوچھا۔

''۳۱۷ میں۔''

''اُن سے بات کرائیے۔''

اگلے ہی لمحے جو آواز اُس نے سنی، اُس نے غیر متوقع نہ ہونے کے باوجود اُسے چونکا دیا۔ وہ الزبتھ کی آواز تھی۔ اُس نے فون رکھا اور زینوں کی طرف لپکا۔ تیسری منزل پر نصب تختی سے پتا چلا کہ ۳۰۱ نمبر سے ۳۲۱ تک کمرے اسی کوریڈور میں ہیں۔ وہ آگے بڑھ گیا۔ کمرا نمبر ۳۱۷ کے دروازے پر پہنچ کر اُس نے ریوالور نکالا اور اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔ دروازہ الزبتھ نے کھولا۔ اُس نے کمرے میں قدم رکھا۔ الزبتھ تنہا تھی۔ وہ متوحش نظر آ رہی تھی پھر اُس کے چہرے پر شدید غصے کا تاثر نظر آیا۔ ''دروازہ بند کر دو۔'' حارث نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

الزبتھ نے دروازہ بند کر دیا۔ ''تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں یہاں ہوں؟''

حارث نے جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کر دیا۔ ''مارکوس کہاں ہے؟ کب واپس آئے گا؟'' سامنے ایک کارنر میں تین سوٹ کیس رکھے تھے اُن کے ڈھکنے اٹھے ہوئے تھے۔ دو میں مردانہ اور تیسرے میں زنانہ ملبوسات تھے۔

''وہ رات کو واپس آئے گا۔'' الزبتھ نے جواب دیا۔ ''تمہیں کیسے پتا چلا کہ ہم یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں؟''

''بس میں تمہیں ڈھونڈنا چاہتا تھا، سو تمہیں ڈھونڈ لیا۔''

''لیکن میں اب مارکوس کے ساتھ ہوں۔ اُس نے مجھے تم سے دور رہنے کی ہدایت کی ہے۔'' الزبتھ نے سرد لہجے میں کہا۔ اُس کے انداز میں بے مہری تھی۔

''لعنت بھیجو اُس پر، تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے ڈونا ہوٹل کیوں چھوڑا؟''

''تمہیں یہ بھی معلوم ہے، اس کا مطلب ہے کہ تم میرا تعاقب کرتے رہے ہو؟''

''میرے سوال کا جواب دو۔'' حارث نے سخت لہجے میں کہا۔

الزبتھ نے ہچکچاتے ہوئے جواب دیا۔ ''پیٹر نے مجھے وہاں جانے کے لیے کہا تھا لیکن مجھے اندازہ ہوا کہ ایک موٹا آدمی میرا تعاقب کر رہا ہے چنانچہ میں نے ہوٹل چھوڑ

دیا۔''

''تم نے اُس موٹے کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا وہاں، تمہیں پتا نہیں کہ وہاں کیا ہوا؟''

''میں نے اُس موٹے کے سوا کسی کو نہیں دیکھا۔''

حارث نے اندازہ لگایا کہ وہ سچ بول رہی ہے اور اُسے میڈوز کے قتل کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔

''اور اب تم یہاں سے چلے جاؤ۔'' الزبتھ نے سرد مہری اختیار کرتے ہوئے کہا۔

حارث خاموشی سے اس توہین کو پی گیا۔ چند روز پہلے اس لڑکی نے کچھ وعدے کیے تھے جن کی بنیاد پر وہ ایک مشترک مستقبل کے خواب دیکھنے لگا تھا لیکن اب وہ پھر مارکوس کے جال میں پھنس گئی تھی۔ حارث کو مایوسی بھی ہوئی اور غصہ بھی آیا۔ تاہم اُس نے بڑے تحمل سے کہا۔

''سوری، میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں یہاں اس لیے نہیں آیا کہ تم مجھے نکال دو، صرف مارکوس کی وجہ سے، میں تم سے جھوٹ سننے بھی نہیں آیا ہوں۔ تم نے کہا ہے کہ مارکوس رات کو آئے گا، اُس کی مرمت کروں گا تاکہ تم اس کے چنگل سے نکل سکو۔''

''لیکن میں مارکوس سے جدا نہیں ہونا چاہتی۔''

''سوری۔'' حارث نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔ ''تم مجھے اتنی عزیز ہو کہ میں تمہیں مارکوس کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتا۔ اب دو ہی صورتیں ہیں مارکوس سے گفتگو کرنے کے بعد...... یا تو میں اور تم ایک ساتھ امریکا واپس جائیں گے یا میں تم دونوں کو مقامی پولیس کے سپرد کر دوں گا یقین کرو یا نہ کرو، میں ایسا ہی کروں گا۔''

وہ بری طرح خوفزدہ ہو گئی۔ ''ٹھیک ہے، میں مارکوس سے بات کرتی ہوں۔'' چند لمحے بعد وہ بولی۔

''کیا مطلب، کہاں ہے وہ؟'' حارث بری طرح چونکا

''نیچے...... کمرا نمبر ۲۷۳ میں۔ وہ دو راتوں کا جاگا ہوا تھا سو رہا ہے۔''

''اُسے فون کرو۔''

"نہیں، وہ فون ریسیو نہیں کرے گا تم سمجھتے کیوں نہیں، وہ اس کے تعاقب میں ہیں، اُس پر دوبار قاتلانہ حملہ ہو چکا ہے۔ میں خود اسے لے کر آؤں گی، مجھ پر بھروسا کرو تم کیا محبت کرتے ہو مجھ سے؟"

"میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

"نہیں اس طرح بات نہیں بنے گی، یوں وہ زبان نہیں کھولے گا مجھے اُسے سمجھانے کے لیے دس منٹ کی مہلت دو، میں کہیں بھاگ نہیں جا رہی، تم پولیس کو فون کر دو گے تو ایک منٹ میں علاقے کی ناکا بندی ہو جائے گی۔ میں مانتی ہوں، میں نے تمہیں دھوکے دیے ہیں لیکن میری دشواریوں کو بھی سامنے رکھو۔ پلیز، تم تو مجھ سے محبت کرتے ہو، میرا اعتبار نہیں کرو گے تو میں خود کو کیسے بدلوں گی۔"

اُس کے جانے کے بعد حارث چند سیکنڈ ساکت کھڑا رہا، پھر کمرے کی تلاشی لینے میں مصروف ہو گیا۔ الماری میں مارکوس کے کئی سوٹ لٹکے ہوئے تھے۔ اُس کی ہر جیب کی تلاشی لی جیبیں خالی تھیں پھر اُس نے سوٹ کیسوں کی تلاشی لی لیکن کوئی ایسی چیز نہ نکلی جس سے اُن دونوں کی منزل کا پتا چلتا۔

اس نے گھڑی دیکھی۔ الزبتھ کو گئے ہوئے دس منٹ ہو چکے تھے۔ اُسے گڑ بڑ کا احساس ہونے لگا۔ الزبتھ پر اعتبار کر کے اُس نے حماقت کی تھی۔ وہ دروازے کی طرف لپکا اور کوریڈور میں نکل آیا۔ وہ بھاگم بھاگ کمرا نمبر ۲۷۳ پر پہنچا اور اُس نے دروازہ پیٹ ڈالا۔ ایک پستہ قامت آدمی نے دروازہ کھولا۔ "مسٹر مارینی موجود ہیں؟" حارث نے اُس سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے آپ غلط جگہ آ گئے ہیں جناب، یہ کمرا نمبر ۲۷۳ ہے۔" پستہ قامت نے کہا۔

حارث سوری کہہ کر تیزی سے پلٹا۔ اُسے احساس ہو گیا کہ چوٹ ہو گئی ہے۔ وہ بھاگتا ہوا ہوٹل سے نکلا اور پارکنگ ایریا میں پہنچ کر ادھر ادھر دیکھا کہیں کوئی متحرک کار دکھائی نہیں دی۔ پھر اس نے ایک آواز سنی اور چونک کر آسمان کی طرف دیکھا۔ ایک ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ الزبتھ اس میں موجود تھی۔ ہیلی کاپٹر کا رخ جنوب کی سمت تھا۔

الزبتھ کے علاوہ ہیلی کاپٹر میں صرف پائلٹ تھا اور مارکوس ہرگز نہیں تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر کو جاتا دیکھ کر کڑھتا رہا اور خود کو اپنی حماقت پر برا بھلا کہتا رہا۔

پھر وہ پلٹا اور ہوٹل میں آیا۔ لفٹ کے ذریعے تیسری منزل پر پہنچ کر وہ کمرا نمبر ۳۱۷ میں داخل ہوا۔ اُسے یقین تھا کہ مارکوس وہاں ضرور آئے گا۔ ایک گھنٹے بعد اس کا یقین درست ثابت ہوا۔

مارکوس پہلے کے مقابلے میں کمزور ہو گیا تھا۔ حارث نے ریوالور کے اشارے سے اُسے دروازہ بند کرنے کو کہا۔ "اب صورت حال اور خراب ہے۔" اس نے مارکوس سے کہا۔ "تمہیں دو لاشوں کے سلسلے میں بھی جواب دہی کرنی ہے تمہیں کیا ہو گیا، تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کیوں کی، مجھے الزبتھ کی رشوت کیوں پیش کی؟" حارث کا انداز جارحانہ تھا۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"جگدیش کی آمد کا انتظار۔"

"جگدیش یہاں آ رہا ہے، کیوں؟"

"تم اُس کے لیے کام کر رہے ہو، تمہیں وجہ یقیناً معلوم ہو گی۔" مارکوس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

حارث نے ریوالور کا دستہ پوری قوت سے اُس کے منہ پر رسید کیا۔ مارکوس فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ اُس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ آنکھوں میں بے یقینی تھی۔ "میڈوز کا قاتل کون ہے؟ تمہاری جان کے درپے کون لوگ ہو رہے ہیں؟ جواب دو۔" حارث نے سخت لہجے میں کہا۔

"اور تم یہاں جگدیش کے منتظر ہو؟ جبکہ ہمیں اس کی آمد کا علم ہی نہیں۔"

"ابتداء ہی سے میرا جگدیش سے براہ راست رابطہ ہے۔ مجھے ہدایات، انٹونیو سموزا کے نائب جنرل اور ڈیلو سے ملتی ہیں۔ میں اُس سے ملنے والے کاغذات و دستاویزات جگدیش تک پہنچا دیتا ہوں۔"

"اور ہم یہاں کیا کر رہے ہیں؟ جھک مار رہے ہیں؟" حارث جھنجھلا گیا۔ مارکوس ہچکچایا۔ "اور پٹنا چاہتے ہو؟" حارث نے دانت پیس کر کہا۔

"تم لوگ محض چارا ہو......کمیونسٹ گوریلوں کے لیے۔ مقصد یہ تھا کہ کمیونسٹ گوریلے تم سے اُلجھے رہیں اور ہم بالا ہی بالا کام مکمل کر لیں۔ یہ تھیوری تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ میرے پیچھے پڑ گئے ہیں...... ناجانے کیسے؟"

"یہ بات تمہیں کس نے بتائی کہ ہمیں بہ حیثیت چارا استعمال کیا جارہا ہے۔"

"میں تمہیں بتا رہا ہوں، یہ جگدیش کی حکمت عملی تھی۔"

"حقیقت یہ ہے کہ تم مجھے کچھ بتانے سے بچ رہے ہو، کچھ چھپا رہے ہو مجھ سے۔ بہتر یہی ہے کہ شرافت سے اُگل دو، ورنہ میں تمہارے گھٹنے چھلنی کر دوں گا۔"

"نہیں خدا کے لیے نہیں۔" مارکوس گڑگڑایا۔ "ہاں ایک بات ہے، جسے میں صرف محسوس کر سکتا ہوں، اُس کی شناخت نہیں کر سکتا۔ وہ یہ کہ ایک تیسرا گروپ بھی ہے، تم لوگوں اور کمیونسٹوں کے علاوہ۔"

"لیکن یہ بات بھی تو تمہیں کسی وجہ سے محسوس ہوئی ہوگی۔"

"ہاں، میرے پیچھے دو گروہ لگے ہوئے ہیں۔ اُن میں لاطینی امریکا کے لوگوں کو تو میں پہچانتا ہوں، دوسرے لوگ یا تو پولیس والے ہیں یا شکاگو کے گن مین۔ اصلیت کا علم تو صرف خدا کو ہے۔"

اُس کی آواز میں مایوسی و بے چارگی تھی۔ حارث کو اندازہ ہو گیا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ اُسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ "چلو بات کرو۔" حارث نے ریوار لہراتے ہوئے کہا۔

مارکوس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "یس......یس؟" اگلے ہی لمحے اس کا چہرہ سپید پڑ گیا اور ہاتھ پیر کانپنے لگے۔ حارث فون کی طرف لپکا لیکن مارکوس نے اُس سے پہلے ہی ریسور کریڈل پر ڈال دیا۔

"کون تھا؟" حارث نے سخت لہجے میں پوچھا۔

مارکوس کے چہرے پر دیوانگی کا تاثر نظر آیا اور اُس نے حارث پر چھلانگ لگا دی۔ حارث نے پہلو بچاتے ہوئے ریوالور والا ہاتھ گھمایا۔ مارکوس کی کنپٹی پر دستہ لگا۔ وہ نیچے گرنے سے پہلے ہی بے ہوش ہو گیا۔ حارث نے اُس کی جیبوں کی تلاشی لی۔ اس میں ایک بٹوے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ بٹوے میں بیس ڈالر کے تین نوٹ تھے اور ایک چھوٹا نوٹ

پیڈ۔ حارث نے نوٹ پیڈ روشنی کے سامنے لا کر اُس کا جائزہ لیا کہ شاید اوپر والی شیٹ پر پچھلی تحریر کا نشان ہو لیکن پیڈ بالکل صاف تھا۔

حارث نے اپنا کوٹ اُٹھایا اور کمرے سے نکل آیا۔ لفٹ کے قریب وہ ایک گوشے میں دُبک کر کھڑا ہو گیا۔ پانچ منٹ بعد دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ اُس نے بڑی احتیاط سے جھانکا۔ مارکوس کمرے سے نکلا تھا۔ اس بار اُس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ وہ لفٹ میں بیٹھ گیا۔ لفٹ کا دروازہ بند ہوتے ہی حارث زینوں کی طرف جھپٹا۔ وہ نیچے پہنچا تو مارکوس ہوٹل سے نکل رہا تھا۔ فاصلہ مناسب تھا۔ حارث بھی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

مارکوس باہر کھڑی ہوئی فورڈ میں بیٹھا۔ دوسرے ہی لمحے فورڈ پارکنگ ایریا سے نکل رہی تھی۔ حارث تیزی سے اپنی کار کی طرف لپکا۔ چند لمحے بعد وہ فورڈ کا تعاقب کر رہا تھا۔

☆======☆=====☆

نکاراگوا کے دارالحکومت ماناگوا کے ایئرپورٹ سے نکلتے ہی جگدیش نے فیصلہ کر لیا کہ پارٹنرز کے اقتدار سنبھالتے ہی اس سلسلے میں کیا کام کرنا ہوگا۔ رن وے کی سہولتیں ناکافی ہونے کی وجہ سے پروازوں کی آمدورفت میں تاخیر بعض اوقات ایک گھنٹے سے تجاوز کر جاتی تھی۔ اس کے بعد کسٹم کا مرحلہ بھی کم از کم ایک گھنٹے میں طے ہوتا تھا۔

یہ دوسرا موقع تھا کہ وہ نکاراگوا آیا تھا۔ پچھلی بار ایک ماہ پہلے، پہلے کی طرح اس بار بھی سبھاش نے اُسے لینے کے لیے کار بھیجی تھی۔ اس وقت وہ کار کی کھڑکی سے گزرتے ہوئے مناظر دیکھ رہا تھا۔ نکاراگوا کا دارالحکومت ہالی وڈ کی کسی فلم کا سیٹ معلوم ہو رہا تھا۔ جھونپڑیاں، اندر ہے بھکاری، سڑکوں پر کھیلتے ہوئے ننگے بچے۔ اُس نے اتنی غربت ہندوستان اور افریقہ کے پسماندہ ممالک میں بھی نہیں دیکھی تھی، وہاں صرف دو عمارتیں قابل دید تھیں۔ نیشنل گارڈ کمانڈر کا ہیڈکوارٹر اور جنرل سموزا کا محل۔

پچھلے موقع پر وہ جنرل انٹونیو سموزا سے ایک گھنٹے کے لیے ملا تھا اور اُس سے بے حد متاثر ہوا تھا۔ سبھاش کا کہنا تھا کہ جنرل اُس سے کم دولت مند نہیں ہے اور یہ سچ بھی تھا۔ ملک کی واحد ایئر لائن، واحد سیمنٹ فیکٹری، سب سے زیادہ بکنے والا اخبار، سونے چاندی اور جست کی متعدد کانیں...... یہ سب کچھ سموزا فیملی کی ملکیت تھا اور اب جنرل اس ملک کو

فروخت کر کے کسی پرسکون مقام پر اپنے کنبے کے ساتھ گمنامی کی زندگی گزارنا چاہتا تھا۔

محل کے حفاظتی انتظامات وائٹ ہاؤس سے بھی زیادہ سخت تھے۔ اس کی کار کئی جگہ روکی گئی اور کاغذات چیک کیے گئے۔ بالآخر وہ محل کے نوتعمیر شدہ مشرقی ونگ میں داخل ہوا۔ جہاں اب سبھاش گپتا مقیم تھا۔

سبھاش گپتا اس وقت کھانے میں مصروف تھا۔ پرہیزی کھانا، سبزی کا سوپ جس میں وہ ڈبل روٹی توڑ کر بھگو لیتا تھا اور پھر چمچے سے اسے کھاتا تھا۔ جگدیش کو قسمت کی اس ستم ظریفی پر ہمیشہ ہنسی آتی تھی کہ سبھاش ارب پتی ہونے کے باوجود لذت کام و دہن سے محروم تھا۔

کھانے سے فارغ ہو کر سبھاش، جگدیش کی طرف متوجہ ہوا۔ ''کہو کیا پوزیشن ہے؟''

''میں فیلڈ مین کے متعلق اب تک کوئی اہم معلومات حاصل نہیں کر سکا ہوں۔'' جگدیش نے بتایا۔

''اب تو مہلت بھی صرف سات دن کی رہ گئی ہے۔ مجھے بھی اس سلسلے میں کوئی کام کا آدمی نہیں ملا۔'' سبھاش نے کہا۔

جگدیش کو یہ سن کر حیرت ہوئی۔ اثر و رسوخ کے اعتبار سے سبھاش کا شمار دنیا کے طاقت ور ترین افراد میں ہوتا تھا۔ وہ ہر جگہ دنیا کے ہر ملک میں ہر محکمے میں اپنا کوئی نہ کوئی رابطہ نکال لیتا تھا۔ ''میرے وکلا اس سلسلے میں مصروف ہیں۔ اُنھوں نے اپنے مطلب کا ایک آدمی ڈھونڈا تو ہے۔''

''بہت دیر ہو گئی۔ اب تو ہم یہ دعا ہی کر سکتے ہیں کہ فیلڈ مین کے حرکت میں آنے سے پہلے ہی معاہدے پر دستخط ہو جائیں۔ انٹونیو کے مشیروں اور انٹیلی جنس نے امریکی حکومت کے ردعمل کے بارے میں جو اندازہ لگایا ہے، وہ معقول ہے، اُن کے کہنے کے مطابق دو ردعمل متوقع ہیں۔ پہلا تو یہ کہ ہمارے خلاف اخباری مہم چلائی جا سکتی ہے۔ لُٹیرے امریکا کی دولت لوٹ کر فرار ہو رہے ہیں وغیرہ وغیرہ...... لیکن اس سے کچھ نہیں ہوگا۔ صرف سیاستدانوں کی نااہلی ثابت ہو گی۔ ہمارا اقدام غیر قانونی اور غیر آئینی نہیں

ہے کچھ کا خیال ہے کہ وہ ہمارے خلاف خفیہ طور پر انتہائی نوعیت کی کاروائی کر سکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ کاروائی کیا ہو گی۔ وہ کس حد تک جائیں گے۔ واٹر گیٹ اسکینڈل کے بعد امریکی حکومت محتاط ہو گئی ہے۔ شخصی آزادی اور آزادی عمل کا دور دورہ ہے۔ سی آئی اے کی طاقت مفلوج ہو گئی ہے۔''

''آپ کا کیا خیال ہے، وہ کس حد تک آگے جائیں گے؟'' جگدیش نے پوچھا۔

''میرے خیال میں وہ ہمیں قتل کر دیں گے۔'' سبھاش کے لہجے میں ٹھہراؤ تھا۔

''آپ کے خیال میں جسٹس ڈیپارٹمنٹ کا مسٹر فیلڈ مین کوئی گن مین ہے؟'' جگدیش کے لہجے سے پتا چلتا تھا کہ وہ اس معاملے کو سنگین نہیں سمجھ رہا ہے۔

''کیا کہا جا سکتا ہے۔''

''وقت بدل گیا ہے۔ میرے خیال میں وہ صرف دھمکی دے سکتے ہیں، کچھ کر نہیں سکتے۔''

''دیکھو، سب کچھ سامنے آ جائے گا'' سبھاش نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ ''میرا خیال ہے ایک سال میں صورت حال واضح ہو جائے گی، بشرطیکہ میں اور تم اُس وقت تک زندہ رہے۔''

☆======☆=====☆

مانا گوا کے صدارتی محل میں پارٹنرز کا اجلاس ہو رہا تھا، کچھ...... بہ نفس نفیس موجود تھے اور کچھ نے اپنے نمائندوں کو بھیجا تھا۔ اُن کے بیٹھتے ہی جگدیش اُٹھ کھڑا ہوا۔ جنٹلمین! میں آپ سب کو مانا گوا میں خوش آمدید کہتا ہوں مجھے یقین ہے کہ آپ جنرل انٹونیو سموزا کی مہمان نوازی سے متاثر ہوئے ہوں گے۔ آپ نے یہاں کی فیکٹریز، فارمز اور ٹی وی اسٹیشن کا معائنہ بھی کر لیا ہے۔ اس سلسلے میں مزید کچھ کہنا بے کار ہے کیونکہ ایک ہفتے بعد یہ سب کچھ ایک انوکھی خریداری کے نتیجے میں ہمارا ہوگا۔ آپکو یقیناً احساس ہوگا کہ آپ تاریخ کے صفحات پر اپنا نام رقم کرنے والے ہیں۔ ایک ارب ڈالر کا یہ بیعانہ دُنیا کی تاریخ میں سب سے بڑا بیعانہ ہے اور میں اسے دُنیا کی سب سے اہم خریداری قرار دوں گا۔ اس کے دُور رس نتائج نکلیں گے۔ یہ ایک تصور تھا جسے ہم نے حقیقت کا روپ دیا ہے، اب آپ

سوالات کر سکتے ہیں۔''

البرٹ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے اجلاس کے شرکاء پر نظر ڈالی۔ ''ہم نیشنل گارڈز کی میٹنگ سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔'' اُس نے آغاز کلام کیا۔ ''لیکن ہمارا خیال تھا کہ اس ملک سے کمیونسٹوں کا صفایا ۱۹۷۵ء میں ہو گیا تھا، جب کہ نیشنل گارڈز کے دعوے کے مطابق کمیونسٹ پھر سر اُبھار رہے ہیں۔ اس بار اُن کا طریق کار پہلے سے زیادہ موثر ہے۔''

''آپ کا اشارہ حزب اختلاف کے اخبار کی طرف ہے؟'' جگدیش نے پوچھا۔

البرٹ نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ جگدیش دوبارہ گویا ہوا۔ ''میں نے صدر جنرل انٹونیو سے اس سلسلے میں بات کی ہے۔ اُنھوں نے یقین دہانی کرائی ہے کہ آئندہ چند ماہ میں وہ ان تمام مشکلات پر قابو پالیں گے۔ اس سلسلے میں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

''میں اسے تمہاری طرف سے یقین دہانی فرض کر رہا ہوں۔'' البرٹ نے کہا۔

''اُن سے یقینی طور پر نمٹ لیا جائے گا۔ اب پچاس روزہ ڈائری کی وضاحت سے پہلے میں یہ بتادوں کہ مسٹر سبھاش گپتا نے امریکی سینٹ کی کمیٹی نمبر ۹ کی انکوائری کی وجہ سے کمپنیوں کی نکاراگوا منتقلی کا ابتدائی کام موخر کر دیا ہے۔ مسٹر البرٹ چاہتے ہیں کہ یہ کام چھ ماہ کے اندر اندر ہو جائے۔ اب یہ ذہن میں رکھیے کہ ہماری حیثیت ایک کمپنی کے بورڈ جیسی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو رائے دینے کا حق حاصل ہے لیکن بورڈ کے صدر کی حیثیت سے پالیسی کے معاملات میں مسٹر سبھاش گپتا کا کہنا ہے کہ معاہدے پر عمل درآمد شروع ہونے کے ایک سال بعد منتقلی کا کام شروع ہوگا۔ تاہم اس سلسلے میں مسٹر سبھاش گپتا اور مسٹر البرٹ کے درمیان علیحدہ سے بات ہونا چاہیے۔ آج کی میٹنگ کا مقصد پچاس دن کے ایجنڈے پر گفتگو کرنا ہے۔''

''اس مسئلے پر مجھے تم سے اور سبھاش سے بہر حال گفتگو کرنی ہے۔'' البرٹ نے کہا۔

''لیکن فی الوقت ایجنڈے پر بات ہوگی۔''

''سو حضرات انتقال اقتدار کے سلسلے میں یہ پچاس روزہ ایجنڈا آپ کو مل چکا ہے۔ اس وقت ہم اس پر گفتگو کریں گے۔ پہلے بنیادی باتیں ہو جائیں۔ معاہدے پر دستخط کے بعد سے ایک سال تک صدر جنرل انٹونیو سموزا کو یہیں صدارتی محل میں رہ کر ہماری نمائندگی

کرنا ہوگی۔ اُس کا اپنا اختیار کچھ نہیں ہوگا۔ اُس کی حیثیت ہمارے لیے ایک اعزازی مشیر کی سی ہوگی۔ اس دوران اُس کا کنبہ بھی یہیں رہے گا چھ ماہ بعد اُن لوگوں کی امریکا روانگی کا مرحلہ شروع ہوگا جو سال کے اختتام تک مکمل ہو جائے گا۔ سال کے اختتام پر ہمارا نمائندہ جنرل زیلیٹا نیشنل ایمرجنسی کمیٹی کے صدر اور افواج کے سپریم چیف کی حیثیت سے منتخب کر لیا جائے گا۔'' اُس نے نظریں اُٹھائیں۔ تمام شرکا ایجنڈے کی کاپیوں کے ورق اُلٹ رہے تھے۔ ''شیڈول کے مطابق پہلا دن۔'' اُس نے سلسلہ کلام جوڑا۔ ''دوپہر کو صدارتی محل سے جنرل انٹونیو سموزا کی بیماری کی خبر جاری ہوگی۔ جنرل زیلیٹا عبوری صدر کی حیثیت سے حلف اُٹھائے گا۔ اہم اور حساس علاقوں میں نیشنل گاڈز کے دستے گشت کریں گے۔ لاس چالو پاس جیسے کمیونسٹ نواز علاقوں میں کرفیو نافذ کر دیا جائے گا۔ ٹی وی پر جنرل انٹونیو سموزا کا اسپتال سے انٹرویو ٹیلی کاسٹ ہوگا۔ یہ تھا پہلا دن۔ دوسرے دن کا آغاز حزب اختالف کے اخبار لاپرینسا پر پابندی سے ہوگا۔''

☆======☆=====☆

صبح کا سپیدہ نمودار ہو رہا تھا۔ حارث کو احساس ہوا کہ واپسی کا سفر سُست ثابت ہوا ہے۔ اس بار آٹھ گھنٹے لگے تھے۔ اب وہ سینٹ جان سے چار میل دُور تھے۔ اچانک فورڈ کی رفتار کم ہوگئی۔ یا تو مارکوس سینٹ جان میں داخل ہونے کا کوئی ذیلی راستہ استعمال کر رہا تھا...... یا پھر وہ سینٹ اور یل جانے والی سڑک پر مڑنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

اُس کا اندازہ درست ثابت ہوا۔ مارکوس کو جس راستے کی تلاش تھی، اُسے صنوبر کے درختوں نے چھپا رکھا تھا۔ حارث نے اندازہ لگایا کہ وہ راستہ سینٹ جان کے شمالی حصے میں نکلے گا۔ فورڈ بائیں جانب مڑ گئی۔ حارث نے اپنی کار کی رفتار بڑھا کر درمیانی فاصلہ کم کر دیا۔ چار میل بعد سینٹ جان کی آبادی کے آثار نظر آنے لگے۔ ساتھ ہی حارث کو مارکوس کی منزل کے متعلق اندازہ ہو گیا۔ وہ یقیناً بین انجینئرنگ کے آفس کی طرف جا رہا تھا۔ اس بار اُس کا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ فورڈ بین انجینئرنگ کے عقب میں قائم فیکٹری کی طرف جا رہی تھی۔ مارکوس نے کار روکی اور نکل کر فیکٹری کے دروازے کی طرف لپکا۔ حارث نے اپنی کار کچھ پیچھے روکی۔ وہ وہاں پہنچا تو مارکوس چابی سے دروازے کا قفل کھول رہا تھا پھر وہ

دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔

حارث سوچتا رہا کہ کیا کرے۔ عمارت کے سامنے کے رخ پر کوئی کھڑکی نہیں تھی کچھ سوچ کر دروازے کے قریب ایک ستون کی اوٹ میں چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ اُسے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ چار منٹ بعد مارکوس نمودار ہوا لیکن اس کا حال بہت ابتر تھا، چہرہ فرط دہشت سے مسخ ہو رہا تھا۔ آنکھیں حلقوں سے اُبلی پڑ رہی تھیں۔ وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھا۔ کار تک پہنچتے پہنچتے اُسے قے ہو گئی۔

حارث حیرانی سے اُسے دیکھتا رہا۔ مارکوس گرتا پڑتا کار میں بیٹھا۔ وہ انجن اسٹارٹ کر ہی رہا تھا کہ حارث نے اُسے پکارا۔ ”رک جاؤ مارکوس ورنہ میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔“

مارکوس نے ٹھٹک کر اُسے دیکھا لیکن تیزی سے گاڑی بھگا لے گیا۔ حارث نے ریوالور جھکا لیا۔ فائر کرنا بے سود تھا۔ ویسے بھی وہ مارکوس کے اس ابتر حال کا سبب سمجھنا چاہتا تھا۔ وہ فیکٹری کے دروازے کی طرف چل دیا جسے مارکوس کھلا چھوڑ گیا تھا۔ اُس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔

وہ ایک وسیع و عریض ہال میں کھڑا تھا۔ وہ فیکٹری درحقیقت مذبح خانہ تھا۔ فضا میں جانوروں کے پیشاب اور خون کی سڑانڈ رچی ہوئی تھی۔ شاید اتوار ہونے کی وجہ سے مذبح خانہ سنسان تھا ورنہ عام دنوں میں تو وہاں کٹنے والے جانوروں کی چیخیں گونجتی ہوں گی۔ وہ مرکزی ہال میں بڑھتا رہا، جہاں جا بجا گوشت لٹکانے والے آنکڑے چھت سے جھول رہے تھے۔ ہال کے ایک طرف وہ چبوترہ تھا، جہاں جانوروں کے حلقوم پر چھری پھیری جاتی تھی۔ اس کے عقب میں وہ حصہ تھا، جہاں گوشت کاٹنے والی مشینیں نصب تھیں۔ روشن دان سے اُترنے والی ہلکی ہلکی دھوپ اندھیرے سے لڑنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ حارث آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر وہ چیز تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا جس نے مارکوس جیسے آدمی کو دہلا دیا تھا ریوالور اُس کے ہاتھ میں تھا اور اُس کا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ وہ قربانی والے چبوترے کی طرف بڑھتا رہا۔

شروع میں تو اُسے کچھ نظر نہیں آیا پھر اُسے چبوترے پر پڑا ہوا وہ بہت بڑا خون آلود

چاپڑ نظر آیا جس سے جانوروں کا گوشت کاٹا جاتا ہے۔ چبوترہ خون سے لتھڑا ہوا تھا لیکن یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ البتہ آگے بڑھنے کے بعد اُسے احساس ہوا کہ وہ جما ہوا پُرانا خون نہیں بلکہ تازہ خون ہے۔ کچھ اور قریب پہنچ کر وہ دہل گیا۔

وہ چبوترے پر بکھری پڑی تھی۔ چاپڑ نے اُس کے سر کو کھیرے کی طرح کاٹ ڈالا تھا۔ اس کی جلد نیلی ہو گئی تھی۔ ہر طرف خون کے مغز آمیز چھینٹے تھے۔ حارث کو یقین نہیں آیا کہ ہاتھ سے استعمال کیا جانے والا چاپڑ کسی انسانی جسم کا یہ حشر بھی کر سکتا ہے۔ وہ سحر زدہ سا اُسے دیکھے جا رہا تھا۔ الزبتھ پیرٹ یا الزبتھ مورس، وہ جو کوئی بھی ہو، اُسے بے حد عزیز تھی۔

وہ باہر نکلا، کار میں بیٹھا اور اُسے اسٹارٹ کیا لیکن اُسے کچھ ہوش نہیں تھا۔ اُسے یہ علم بھی نہیں تھا کہ کار کا رخ ہوٹل بالٹن کی طرف ہے۔

☆======☆=====☆

اپنے کمرے میں پہنچ کر وہ بستر پر ڈھیر ہو گیا۔ اُس کے تصور میں الزبتھ کا سراپا تھا، وہ شگفتہ بدن نہیں، جسے اُس نے چاہا تھا، وہ چیتھڑے جنھیں اُس نے مذبح خانے میں بکھرے دیکھا تھا اور وہ صرف اُسی کی خاطر سینٹ جان واپس آیا تھا۔ اب وہ مر چکی تھی۔ اب ٹھہرنے کا فائدہ؟ لیکن وہ تو قید محبت سے چھوٹ کر قید وفا میں آ پھنسا تھا۔

جھنکار بدل گئی تھی لیکن زنجیر تو نہیں ٹوٹی تھی۔ وہ چیتھڑے جو کبھی نظر نواز جسم ہوا کرتے تھے، اُسے انتقام کے لیے پکار رہے تھے، اُس نے کوشش کر کے خود کو سنبھالا۔ اس ذہنی کیفیت میں تو کوئی فیصلہ بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

فون کی گھنٹی بجی، اُس نے ریسیور اُٹھایا۔ دوسری طرف مارکوس تھا۔ وہ یقینی طور پر ائیر پورٹ سے بول رہا تھا۔ جہازوں کی آوازیں بالکل واضح تھیں۔ ”مجھے تم سے بات کرنی ہے۔“ مارکوس کی آواز بکھر رہی تھی۔ ”مجھے تم سے ملنا ہے لیکن یہاں نہیں، یہاں تو وہ الزبتھ کی طرح مجھے بھی ختم کر دیں گے۔ میں ٹورنٹو جا رہا ہوں، مجھ سے وہاں ملو۔ سنو! وہاں شوٹر ہوٹل ہے، اُس میں ٹھہرنا، میں وہاں تم سے بات کروں گا۔“

رابطہ منقطع ہو گیا۔ حارث نے ائیر پورٹ فون کیا۔ ٹورنٹو جانے والی فلائیٹ روانہ ہو

رہی تھی۔ دوسری کی روانگی میں ایک گھنٹا تھا۔ اُس نے اپنے لیے سیٹ ریزرو کروالی۔

پھر وہ باہر نکلا۔ اُس نے اپنی پنٹو میں بے مقصد ایک چکر لگایا، یہ دیکھنے کے لیے کہ اُس کا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا ہے۔ مطمئن ہو کر اُس نے ٹیکسی کے اڈے پر کار پارک کی اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ سینٹ جان ایئرپورٹ کے ٹرمینل میں تھا۔ ایک گھنٹے بعد وہ ٹورنٹو کے لیے روانہ ہو گیا۔ تین گھنٹے کے اس سفر میں اُسے اندازہ ہوا کہ وہ اعصابی طور پر کتنا شکستہ ہو رہا ہے۔ اُسے کچھ کھائے پیے سولہ گھنٹے ہو چکے تھے اور اُس سے اب بھی کچھ کھایا پیا نہیں جا رہا تھا۔ اُس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ ایئرپورٹ سے وہ سیدھا شوٹر ہوٹل گیا۔ اُس نے کمرا لیا۔ اُسی وقت استقبالیہ کلرک نے اُسے ایک پیکٹ دیا۔ اُس نے کمرے میں آ کر پیکٹ کھولا۔ اُس میں دو ٹیلی فون انسٹرومنٹ رہے ہوں گے لیکن اب صرف ایک انسٹرومنٹ تھا۔ اُس کے ساتھ کوئی رقعہ نہیں تھا لیکن وہ سمجھ گیا کہ دوسرا نسٹرومنٹ مارکوس کے پاس ہوگا۔ انسٹرومنٹ کے ساتھ اُسے استعمال کرنے کے سلسلے میں چھپا ہوا ہدایت نامہ بھی تھا۔ اُسے اصل فون کے ساتھ منسلک کرنا تھا۔ اُس آلے کی وجہ سے کال کہیں اور نہیں سُنی جا سکتی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ مارکوس بہت محتاط ہے۔ وہ حارث پر بھی اعتماد نہیں کر رہا تھا اور وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اُس کی گفتگو ٹیپ ہو۔ اُس نے پیکٹ میں سے نکلنے والا آلہ فون سے منسلک کیا اور مارکوس کی کال کا انتظار کرنے لگا۔

فون کی گھنٹی دو بجے چیخی۔ اُس نے ریسیور اُٹھایا اور اُسے بستر پر رکھ دیا پھر اُس آلے کے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ’’ہیلو۔‘‘ آلے کے ساتھ چھوٹا سا ایمپلی فائر بھی تھا۔

’’میں صرف دو منٹ بات کروں گا۔ دو منٹ بعد مجھے لوکیشن تبدیل کرنی ہوگی۔ میں نہیں چاہتا کہ تم پولیس کو میرے پیچھے لگا دو۔‘‘

’’میں ایسا کبھی بھی نہیں کروں گا۔‘‘ حارث نے اُسے یقین دلایا۔

’’اس کے باوجود میں احتیاط سے کام لوں گا۔ میں تمھیں نکاراگوا کے سودے کے متعلق اتنا کچھ بتا دینا چاہتا ہوں کہ موقع ملنے پر تم اُن لوگوں کی دوڑ لگا سکو، جنھوں نے ہمیں کھلونوں کی طرح استعمال کیا ہے۔ بعض باتیں خود میرے ذہن میں بھی واضح نہیں۔ البتہ میں یہ جانتا ہوں کہ مجھے استعمال کیا گیا اور اب الزبتھ کی طرح میں بھی مار دیا جاؤں گا

مجھے پانچ لاکھ ڈالر کا لالچ لے ڈوبا، جس میں سے پچاس ہزار فوری طور پر ادا کر دیے گئے تھے۔ جنرل انٹونیو سموزا کے گھرانے سے میرے گھرانے کے پُرانے مُراسم تھے۔ تجویز سبھاش گُپتا کی تھی۔ اُس نے زندگی میں سب کچھ کیا تھا، سوائے کسی ملک پر حکمرانی کے اُس نے جنرل سے بات کی۔ جنرل کے نزدیک کسی ملک کی خرید و فروخت کا تصور ہی سرے سے احمقانہ تھا۔ اُس نے مجھے درمیان میں ڈالا کیونکہ میں غیر اہم آدمی تھا۔ ناکامی کی صورت میں وہ ذمے داری مجھ پر ڈال سکتا اور مجھے نیشنل گارڈز سے شوٹ کروا سکتا تھا۔ وہ مجھے بے وقوف سمجھتا تھا۔ دوسری طرف ان کاروباری لوگوں کا خیال تھا کہ یہ سودا دو جمع دو برابر چار کی طرح سیدھا سادا ہے وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ وہ کوئی مل نہیں، پورا ملک خرید رہے ہیں...... عوام سمیت...... اور یہ بیسویں صدی ہے جنرل انٹونیو خود اپنے جنرلوں کے زور پر حکومت کر رہا ہے چنانچہ سودے میں پیچیدگیاں پیدا ہوتی گئیں۔ جنرل انٹونیو کو تمام جنرلوں کو بھی حصہ دینا تھا۔ حارث...... میں دو مہینے یہ پیچیدگیاں سُلجھاتا رہا ہوں۔ ہر روز کسی سمت سے ایک نیا مطالبہ سنائی دیتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ جلد یا بدیر بات نچلے طبقے تک بھی پہنچ جائے گی۔ کمیونسٹوں کو معلوم ہوگا اور اُن کے ذریعے اُن کے کیوبن آقا بھی باخبر ہو جائیں گے۔ مجھے معلوم تھا کہ سفاک کمیونسٹ میری زندگی کے پیچھے پڑ جائیں گے لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے پیچھے تین مختلف گروہ پڑیں گے سُنو حارث! میں تھوڑی دیر بعد دوبارہ فون کروں گا۔ دو منٹ ہو گئے۔ اب میں جگہ بدلوں گا۔ بیس منٹ انتظار کرو میری کال کا۔‘‘ اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہو گیا۔

ٹھیک بیس منٹ بعد دوبارہ گھنٹی بجی۔ حارث نے۔ ریسیور اُٹھا کر پھر بستر پر رکھ دیا۔

’’حارث! میں کہہ رہا تھا کہ میرے پیچھے تین گروہ ہیں۔ کمیونسٹ گوریلے، جو نہ جانے کس طرح ماناگوآ سے میرے پیچھے لگ کر سینٹ جان تک چلے آئے۔ ان کی تعداد تیس سے کم نہیں ہے پھر جگدیش، سلوکم اور رین فیلڈ...... یقین کرو، ان میں سے ایک قاتل ہے...... کون یہ میں نہیں جانتا اور تیسری پارٹی بھی ہے جو اچانک نمودار ہوئی ہے۔ حارث! میرا خاتمہ الزبتھ کی طرح اُنھی کے ہاتھوں ہوگا۔ وہ کون ہیں، یہ مجھے معلوم نہیں۔ بہرحال میں اب سینٹ جان واپس جا رہا ہوں۔ میں اتنا کچھ جانتا ہوں کی میری بچت کی

کوئی صورت نہیں۔ کچھ نہیں تو جنرل انٹونیو میرے پیچھے اپنے آدمی لگا دے گا۔ چنانچہ اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ میں سودا نمٹانے کی کوشش کروں۔ تم پولیس مین تھے، اب بھی ہو، فرق صرف اتنا ہے کہ اب تم خود کو جوابؐ دہ ہو، تمہیں بھی سینٹ جان واپس جانا چاہیے۔ سوالوں کے جواب تلاش کرنے چاہئیں لیکن تیسری پارٹی سے ہوشیار رہنا، اگر میں مرجاؤں تو میرے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانا۔ اب میں پھر جگہ بدل رہا ہوں۔ دس منٹ بعد فون کروں گا۔‘‘

لیکن ایک گھنٹا ہوگیا اور مارکوس نے فون نہیں کیا۔ حارث کو مارکوس کی آخری التجا کا بوجھ اپنے ضمیر پر محسوس ہو رہا تھا۔ واقعی، اُسے واپس جانا تھا، اُسے الزبتھ کے خون ناحق کا حساب اُس کے قاتلوں سے لینا تھا۔ وہ بستر پر لیٹ کر سوچتا رہا۔ اُس نے فون کے ساتھ منسلک آلہ علیحدہ کرلیا تھا اور غائب دماغی کی کیفیت میں اُسے دیکھ رہا تھا۔ آلہ بالکل نیا تھا پھر اُس نے ایک چیز دیکھی اور چونک اُٹھا، یہ سب کچھ جال تھا جو اُس کے لیے بچھایا گیا تھا کیا مارکوس کو اُسے اکسانے کے لیے بھیجا گیا تھا تاکہ وہ سینٹ جان واپس جائے؟ شاید اس لیے کہ اُنھیں احساس ہوگیا تھا کہ الزبتھ کی موت کے بعد وہ نہیں رُکے تھا لیکن مارکوس کو کس نے بھیجا تھا۔ اس آلے کے مینوفیکچرر نے...... اس نئے آلے کے ساتھ جو ابھی بازار میں نہیں آیا تھا...... کچھ ہدایت کے ساتھ، جن پر مارکوس نے عمل کیا تھا۔

حارث نے بڑی بے یقینی سے آلے پر لگی ہوئی مہر کو دیکھا لیکن ہر حرف، حرف حقیقت تھا۔ وہ آلہ جگدیش کارپوریشن کا تیار کردہ تھا اور بالخصوص مارکوس کو فراہم کیا گیا تھا۔

☆=====☆=====☆

ہیلی کاپٹر پہلے سے موجود ہیلی کاپٹرز کے برابر اُترا۔ سلوکم، جگدیش کے استقبال کے لیے موجود تھا۔ جگدیش نے اُترتے ہی جہاز کے متعلق پوچھا۔ سلوکم نے لنگر انداز جہاز کی طرف اشارہ کردیا۔

’’کتنے آدمی ہیں اس میں؟‘‘ جگدیش نے پوچھا۔

’’ابھی وہ چیک کررہے ہیں۔‘‘ سلوکم نے جہاز پر چکراتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی

طرف اشارہ کیا۔

’’اب میں تمہیں تمہاری کارکردگی کے متعلق بتا دوں۔‘‘ جگدیش نے نیچی آواز میں کہا لیکن اُس کا چہرہ غصے سے تمتمار رہا تھا۔ ’’میں اس وقت یہاں اس لیے موجود ہُوں کہ تم نے ہر کام خطرناک طریقے سے کیا ہے، اپنی نااہلی ثابت کی ہے۔ مجھے اس وقت یہاں سے ہزاروں میل دور ہونا چاہیے تھا۔ میرے پاس دولت ہے، طاقت ہے، جس کے زور پر یہ پروجیکٹ ہر مرحلے پر نہایت آسان ثابت ہوتا لیکن ہوا یہ کہ میں نے کام تمہیں سونپا۔ صرف اس لیے کہ سبھاش گُپتا نے تمہاری سفارش کی تھی، میں نے تمہاری اور سبھاش کی قوت فیصلہ اور تجزیئے پر انحصار کیا۔‘‘ جگدیش کی آواز لحہ بہ لحہ بلند ہوتی جا رہی تھی۔ ’’میں نے تم سے کام کا ناتا جوڑا...... مہلک ناتا۔ اب اس مرحلے پر میں تمہیں تبدیل بھی نہیں کر سکتا، بہت دیر ہوگئی۔‘‘ جگدیش اب ہاتھ مل رہا تھا۔

’’اس دوسرے گروپ کے متعلق تو کوئی بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔ وہ بھی پیشہ ور قاتلوں کا گروپ......‘‘ سلوکم نے دبی دبی آواز میں احتجاج کیا۔

’’اسے چھوڑو، اس سے پہلے تم نے ایک خطرہ شناخت کیا۔ تم خطرے کی سمت بھانپ گئے لیکن خطرے کے سائز کے بارے میں تمہارا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ اب یہ کوتاہی ہمیں تباہ کرنے والی ہے۔‘‘

’’میں کیا کرسکتا تھا؟‘‘ سلوکم نے بے بسی سے کہا۔

’’تم نے کہا تھا، کمیونسٹوں کے ایجنٹ دو یا تین ہیں۔ اب حساب لگانے سے پتا چلتا ہے کہ وہ کم از کم تیس......‘‘

’’تیس نفی گیارہ کہیے۔‘‘ اس بار سلوکم نے تند لہجے میں جگدیش کی بات کاٹ دی۔

’’گیارہ ختم ہوچکے اور آپ ذہن میں رکھیے کہ آپ مجھ سے تیس مردہ انسان طلب کررہے ہیں۔‘‘

’’وہ انسان نہیں ہیں وہ قاتل ہیں۔‘‘ جگدیش نے پھنکار کر کہا۔ ’’دیکھو! تین ارب ڈالر کے معاہدے پر دستخط ہونے میں صرف تین دن ہیں۔ ہماری کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ تم اس سے پہلے ان کمیونسٹ دہشت گردوں کو تلاش کرکے ٹھکانے لگا دو۔ اب تمہیں

وسائل بھی میسر ہیں۔'' جگدیش نے لنگر انداز جہاز کی طرف اشارہ کیا۔ ''تمہارے پاس آدمیوں کی کمی نہیں، یہ کام تمہیں کرنا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مجھے اس کام کی تکمیل کے لیے خود ریوالور لے کر نکلنا پڑے۔''

☆=====☆=====☆

حارث اپنی نیٹو کار میں تھا۔ ایک نیلی کار اُس کا تعاقب کر رہی تھی۔ تعاقب کرنے والی کار میں صرف ڈرائیور تھا۔ حارث کوشش کے باوجود اُس کی صورت نہیں دیکھ سکا۔ اُس کی کار کے سینٹ اور یل میں داخل ہوتے ہی نیلی کار ایک موڑ پر غائب ہوگئی۔ حارث نے ایک لمحے کے لیے پلٹ کر اُس کا تعاقب کرنے کا سوچا لیکن فوراً ہی اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ اُسے جلد از جلد رین فیلڈ سے ملنا تھا۔ اس کام کے سلسلے میں ملنے والوں میں رین فیلڈ وہ واحد آدمی تھا، جس پر حارث پچاس فیصد بھروسا کر سکتا تھا۔ اُسے رین فیلڈ سے بات کر کے فیصلہ کرنا تھا کہ پولیس سے مدد لینی ہے یا نہیں۔

اُس نے ٹورسٹ ہاؤس کے سامنے کار پارک کی۔ ہال خالی تھا۔ وہ اوپر رین فیلڈ کے کمرے کی طرف چل دیا۔ سلوکم کھڑکی کے پاس بیٹھا تھا۔ وہ اُس کے قدموں کی آہٹ سُن کر بری طرح بدکا پھر اُس نے سخت لہجے میں کہا۔ ''کہاں ہو تم؟ تم نے فون کیوں نہیں کیا؟ رین فیلڈ کو قتل کر دیا گیا۔'' اُس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ رین فیلڈ کے قتل کی ذمے داری حارث کے فون نہ کرنے پر ڈال رہا ہو۔

''کیا!'' حارث کو زبردست جھٹکا لگا۔ ''رین فیلڈ مر گیا؟''

''ہاں، ایکلن کے مکان کے سامنے صنوبر کے جھنڈ میں اُسے قتل کر دیا گیا۔'' سلوکم نے بے چارگی سے کہا۔ ''کل وہ غائب ہو گیا تھا۔ کیمرا اُس کے پاس تھا۔ وہ کوئی اہم تصویر لے رہا ہوگا کیونکہ کیمرے سے فلم غائب ہے۔''

حارث بیٹھ گیا۔ سلوکم پریشان تھا۔ کیا اس لیے کہ اُس کا ایک ساتھی موت سے ہمکنار ہوا تھا...... یا اس لیے کہ اُس کی موت نے اُس کا منصوبہ کھٹائی میں ڈال دیا۔ ''الزبتھ بھی قتل کر دی گئی۔'' حارث نے انکشاف کیا۔

سلوکم نے وہ خبر بڑے تحمل سے سُنی۔ شاید غیر متوقع نہیں تھی۔ ایک لمحے بعد اُس نے

پوچھا۔ ''کب؟''

''دو دن پہلے...... بین انجینئرنگ کارپوریشن کے عقب میں جو سلاٹر ہاؤس ہے وہاں۔ میں نے مارکوس سے فون پر بات کی لیکن اُس سے کام کی کوئی بات معلوم نہیں ہوئی۔ کل میں ٹورنٹو میں تھا۔''

''تو تم واپس کیوں آ گئے؟''

حارث نے اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے جواب دیا۔ ''مجھے الزبتھ کے قاتلوں کو ٹھکانے لگانا ہے۔''

''اخبار میں نہ اُس کے قتل کے بارے میں خبر چھپی اور نہ میڈوز کے قتل کی خبر چھپی۔ پہلے تو اس کا سبب سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔''

''لعنت ہو، ہم سب سستے بکے ہیں۔'' سلوکم غرایا۔ ''میں جگدیش کو جواب دہ ہوں۔ تمہیں اور رین فیلڈ کو میں نے منتخب کیا تھا۔ ہمارا کام ایکلن کے مکان کی نگرانی کرنا تھا۔ یہ تو اب پتا چلا کہ ہم صرف چارے کے طور پر کمیونسٹوں کے سامنے ڈالے گئے تھے، جبکہ جگدیش، مارکوس سے براہ راست مذاکرات کر رہا تھا۔''

''تمہاری جگدیش سے ملاقات ہوئی؟''

''نہیں آج ہوگی۔ اُس نے اعتراف کر لیا ہے کہ ہمیں اصل معاملے کی طرف سے توجہ ہٹانے کے لیے استعمال کیا گیا۔ وہ کہتا ہے کہ ہمیں یہ پسند نہیں تو الگ ہٹ جائیں۔ لیکن اب اس اسٹیج پر یہ ناممکن ہے۔ حارث، رین فیلڈ کی لاش اب بھی وہاں پڑی ہے، جا کر اُسے چیک کرو، ممکن ہے کوئی سُراغ مل جائے۔ سوال یہ ہے کہ اُنھوں نے اسے وہاں کیوں مارا، یہاں کیوں نہیں۔ میں جگدیش سے ملنے جا رہا ہوں۔''

حارث کو احساس ہوا کہ وہ سلوکم کے بارے میں کبھی صحیح اندازہ نہیں لگا سکا۔ کب وہ جھوٹ بولتا ہے اور کب سچ۔ ''ٹھیک ہے، میں چیک کرتا ہوں۔'' اُس نے کہا۔

☆=====☆=====☆

رین فیلڈ کی لاش سطح زمین پر پڑی تھی۔ سڑک سے اُسے دیکھنا ناممکن تھا لیکن ایکلن

کے مکان سے دوربین کی مدد سے یقیناً دیکھا جا سکتا تھا۔ اُس کے چہرے پر نیل تھے۔ صاف پتا چلتا تھا کہ قتل سے پہلے اُسے مارا پیٹا گیا ہوگا۔ حارث نے اُس کی جیبیں چیک کیں لیکن تھوڑی سی رقم اور شناختی کاغذات کے علاوہ کچھ بھی نہیں نکلا۔ لاش پر زخم کا کوئی نشان نہیں تھا البتہ گلے پر سوجن تھی جس سے پتا چلتا تھا کہ اُس کا گلا گھونٹا گیا ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ تھا کہ حملہ آور کئی تھے۔ برف پر قدموں کے نشانات بے حد واضح تھے۔ نشانات کی مدد سے حارث نے اندازہ لگایا کہ رین فیلڈ پر کم از کم سات افراد نے حملہ کیا تھا۔ نشانات سے سمت کا پتا بھی چلتا تھا۔ حملہ آور سڑک کی طرف سے آئے تھے اور اُسی سمت واپس گئے تھے۔

قریب ہی گرا ہوا ایک درخت تھا۔ حارث نے گردوپیش کا جائزہ لیا۔ وہ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ رین فیلڈ گرے ہوئے درخت کے تنے پر بیٹھا ہوگا کیونکہ تنے پر ایک جگہ برف موجود نہیں تھی۔ اس جگہ کے قریب ہی رین فیلڈ کے پسندیدہ برانڈ ونسٹن کا خالی پیکٹ پڑا تھا۔ وہاں سگریٹ کے دس بارہ ٹوٹے بھی تھے۔ حارث نے اندازہ لگایا کہ قتل کے وقت اندھیرا نہیں ہوگا تو روشنی بھی نہیں ہوگی کیونکہ رین فیلڈ اپنے قاتلوں کی پیش قدمی نہیں دیکھ سکا تھا۔ ٹوٹوں کی تعداد بتاتی تھی کہ وہ وہاں کافی دیر بیٹھا تھا اور ایکلن کے مکان کی نگرانی کرتا رہا تھا پھر اچانک ہی اُسے گھیر لیا گیا ہوگا۔

حارث نے وہاں کھڑے ہو کر کئی زاویوں سے ایکلن کے مکان کا جائزہ لیا۔ وہ سوچتا رہا، اگر رین فیلڈ مکان کے داخلی دروازے کی نگرانی کر رہا تھا تو اُسے اس چٹان پر ہونا چاہیے تھا، جہاں سے اُس نے چند روز پہلے مارکوس پر تین آدمیوں کا حملہ دیکھا تھا۔ یہ درخت کا تنا مکان کی نگرانی کے لیے مناسب جگہ نہیں تھا۔ اس کا واضح مطلب یہی تھا کہ وہ مکان کی نگرانی نہیں کر رہا تھا۔ حارث خود اُس تنے پر بیٹھ گیا۔ وہاں سے سڑک کا ایک حصہ، ٹورسٹ ہاؤس اور ایکلن کی جاگیر کا ایک حصہ نظر آ رہا تھا۔ اس کے علاوہ سینٹ اوریل کی بندرگاہ بھی دکھائی دے رہی تھی۔ حارث کو یقین تھا کہ یہیں کہیں رین فیلڈ کے قتل کا سراغ موجود ہے لیکن فی الوقت اُس کی نظروں سے مخفی۔ اہم ترین سوال یہ تھا کہ رین فیلڈ کیا دیکھ رہا تھا۔

وہ ٹورسٹ ہاؤس پہنچا۔ سلوکم جا چکا تھا۔ وہ کھڑکی کے پاس گیا اور کیمرے کی ٹیلیسکوپک سائٹ سے ایکلن کے مکان کا جائزہ لیا۔ پھر اُس نے اپنی جیب سے دوربین نکالی اور دوبارہ جائزہ لیا۔ اس بار وہ ایکلن کے مکان تک محدود نہیں رہا تھا بلکہ اُس نے قصبے اور خلیج کا جائزہ بھی لیا تھا۔ آخر کون سی چیز تھی، جس نے رین فیلڈ کو اس کمرے سے نکل کر جھنڈ کی طرف جانے پر مجبور کیا تھا۔ رین فیلڈ نے یہاں کچھ دیکھا تھا۔ رین فیلڈ کے قتل میں کہیں کوئی گڑبڑ تھی۔ وہ درخت کے تنے پر بیٹھا تھا، جہاں سے مکان پر نظر نہیں رکھی جا سکتی تھی۔ اُس کے کیمرے سے فلم نکال لی گئی تھی۔

اُس نے اپنے ذہن میں سر اُٹھانے والے تمام سوالات کو مرتب کیا۔ رین فیلڈ کو قتل کیوں کیا گیا؟ الزبتھ کو کس نے قتل کیا؟ میڈوز کا قاتل کون ہے؟ سلوکم کا اس ڈرامے میں کیا کردار ہے؟ حارث کو موہوم سا احساس ہو رہا تھا کہ ان تمام سوالوں کا جواب ایک ہے۔ رین فیلڈ کے قتل کی وجہ معلوم ہوتے ہی سب کچھ حل ہو جائے گا۔ رین فیلڈ کی کارگزاری صفر تھی پھر بھی وہ قتل کر دیا گیا۔ کیا واقعی اُس کی کارگزاری صفر تھی؟

رین فیلڈ بارہ سال محکمہ پولیس سے وابستہ رہا تھا۔ وہ تجربے کار تھا۔ اُس میں وجدانی صلاحیت تھی۔ وہ پیش بیں تھا۔ وہ حسابی ذہن کا مالک تھا۔ اُس نے اس کھڑکی سے کوئی غیر معمولی بات دیکھی ہوگی، کوئی نتیجہ اخذ کیا ہوگا۔ کیا اُس نے اُن حملہ آوروں کو دوبارہ آتے دیکھا تھا، جنہوں نے ایک بار ایکلن کے مکان میں فائرنگ کی تھی؟ وہ کہاں سے آئے ہوں گے، کہاں واپس گئے ہوں گے؟ اس کے علاوہ وہاں دیکھنے کو اور تھا ہی کیا۔ مرغابیاں، بادل، ساحل، خلیج، مچھیروں کے مکان، کشتیاں اور اسٹیمر لیکن ان میں رین فیلڈ دلچسپی نہیں لے سکتا تھا۔ لیتا تو کیوں لیتا؟

ساڑھے چھ بج گئے۔ وہ کھڑکی کے پاس بیٹھا سوچتا رہا۔ بندرگاہ پر لنگر انداز کارگو جہاز متحرک نظر آ رہا تھا۔ سمندر کے چڑھنے کی وجہ سے موجیں تند ہو گئی تھیں۔ وہ سوال قائم کرتا رہا۔ کیا رین فیلڈ نے ایکلن کی جاگیر میں کسی ہیلی کاپٹر کو اُترتے دیکھا تھا...... اجنبی چہروں کے ساتھ۔ کیا یہی وجہ تھی کہ وہ مکان کے رُخ پر نہیں بیٹھا تھا وہ اُن کی تصویریں لینا چاہتا تھا؟

ہر طرف اندھیرا چھا گیا تھا۔ وہ اُٹھا اور مسز ڈالن کی طرف چل دیا۔ اُسے بھوک لگ رہی تھی۔

رات بارہ بجے وہ سویا لیکن چار بجے اُس کی آنکھ کُھل گئی۔ رین فیلڈ کے قتل کا معما اُس کے ذہن کے لیے چیلنج بن گیا تھا۔ وہ پھر اُسی اُلجھن میں پھنس گیا۔ رین فیلڈ نے کچھ دیکھا تھا۔ اُس کے پاس اور کرنے کو کیا تھا۔ ایک کیمرا، خلیج کا منظر، قصبہ اور اُس کی سڑکیں، ایکلن کا مکان، ایکلن کے ملازمین، ہیلی کاپٹر، مسلح حملہ آور، مُرغابیاں، جہاز، وہ تمام چیزوں کو یکجا کر کے اپنے ذہن میں ایک تصور بنانے کی کوشش کرتا رہا۔

وہ بُری طرح چونکا۔ ہاں، ایک چیز تھی، جسے رین فیلڈ جیسا تجربے کار آدمی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کارگوشپ، جو بندرگاہ میں لنگر انداز تھا۔ یقیناً یہی بات تھی، کمرے کی کھڑکی سے وہ جہاز واجبی طور پر نظر آتا تھا اور اُسے صنوبر کے جھنڈ سے بھی دیکھا جا سکتا تھا۔ برف پر قدموں کے نشانات گواہی دیتے تھے کہ حملہ آوروں کی تعداد سات تھی اور اُس جہاز میں سات کیا، ستر قاتل بھی چُھپ سکتے تھے۔ اچانک اُسے احساس ہوا کہ اُسے تمام سوالوں کا جواب مل گیا ہے۔ قاتل جہاز سے آئے ہوں گے۔ وہ تین آدمی بھی جہاز سے آئے ہوں گے، جنھوں نے چند روز پہلے مارکوس پر ایکلن کے مکان میں حملہ کیا تھا۔ اُس پر حملہ بھی اُنھوں نے کیا ہوگا۔ الزبتھ کو اور آخر میں رین فیلڈ کو بھی اُنھوں نے ہی قتل کیا ہوگا۔

اب سونے کا سوال ہی نہیں تھا۔ اُسے مزید غور کرنا تھا اپنے تحفظ کا بھی خیال رکھنا تھا۔ جس مہلک باخبری نے رین فیلڈ کی جان لی تھی، وہ اب اُس کے پاس تھی۔

صبح سات بجے اس نے لباس تبدیل کیا اور ریوالور لوڈ کر کے جیب میں رکھا۔ کارتوسوں کا بکس اور دوربین رین فیلڈ کے کپڑوں کے نیچے چھپایا اور نیچے چلا آیا۔ اُس نے مسز ڈالن کو سو ڈالر کا نوٹ دیا اور اُسے اپنی ضروریات کے متعلق بتایا۔ مسز ڈالن فوراً ہی باہر چلی گئی۔ وہ اپنے کمرے میں چلا آیا۔

آدھے گھنٹے بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ مسز ڈالن تھی۔ ’’مسٹر کیٹ کی بوٹ موجود ہے لیکن خیال رکھنا، سمندر میں گر نہ جانا، ایک منٹ میں مرجاؤ گے، صرف ایک منٹ

میں......‘‘ مسز ڈالن نے کہا۔

حارث ٹورسٹ ہاؤس سے نکلا اور گودی کی طرف چل دیا۔ گودی پر بڈھا مسٹر کیٹ اُس کا منتظر تھا۔ اُس نے حارث سے دریافت کیا کہ وہ کہاں جائے گا۔

’’بس یہیں چکر لگاؤں گا۔‘‘ حارث نے جواب دیا۔

’’زیادہ دور نہ جانا، یہاں موسم بہت تیزی سے بدلتا ہے۔‘‘ مسٹر کیٹ نے کہا۔ ’’اور پانی میں نہ گر جانا، صرف دو منٹ میں مر جاؤ گے۔‘‘

حارث نے سر کو تفہیمی جنبش دی اور بوٹ میں اتر گیا۔ اُس نے انجن اسٹارٹ کیا، بوٹ کی سمت بدلی اور ہینڈ تھروٹل کھول دیا۔ اچانک اُسے سخت سردی کا احساس ہوا۔ خون جما دینے والی سرد ہوا، برف جیسے پانی کو چھو کر اور سرد ہو گئی تھی۔ ٹمپریچر صفر سے نیچے تھا۔ اُس نے بوٹ کو کارگوشپ کی سمت ڈال دیا اور پلٹ کر تیزی سے دور ہوتے چھوٹے چھوٹے مکانوں کو دیکھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا اس کی نگرانی کی جا رہی ہے، فون کھڑک رہے ہیں، ہدایات جاری کی جا رہی ہیں۔ اُس نے ایکلن کے مکان کی سمت دیکھا، جس پر سکوت طاری تھا لیکن ممکن ہے، مکان کے اندر اُس کے بارے میں وہی فیصلہ کیا جا رہا ہو، جو رین فیلڈ کے بارے میں کیا گیا تھا۔

جہاز اب قریب تر ہو رہا تھا...... اُس نے بوٹ کو بائیں سمت موڑا۔ وہ جہاز کے پچھلے حصے کی طرف پہنچنا چاہتا تھا۔ چند لمحے بعد اُسے حروف چمکتے دکھائی دیے۔ وہ لائبیریا کا جہاز تھا اور اُس کا نام ناگرا تھا۔ وہ عقبی سمت سے پانی میں زیادہ ڈوبا ہوا تھا جیسے اُس کا کارگو عقبی حصے میں منتقل کر دیا گیا ہو، اُس نے اپنی بوٹ کو جہاز کے عقبی حصے سے باندھا اور جہاز کے عقب سے لٹکی ہوئی رسی کی سیڑھی کے ذریعے اوپر چڑھنے لگا۔ اوپر چڑھنے کے بعد اُسے عقبی حصے کے پانی میں زیادہ ڈوبنے کی وجہ معلوم ہوئی۔ جہاز کے عقبی حصے میں پانی بھرا ہوا تھا اور وہ ڈوب رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ کسی نے دانستہ سے کاک کھول دیے ہیں تاکہ جہاز میں پانی بھر جائے لیکن شاید اُسے اندازہ نہیں تھا کہ اس طرح جہاز کو ڈوبنے میں کئی دن لگیں گے۔ حارث نے اندازہ لگایا کہ جہاز ابھی کم از کم بارہ گھنٹے تک نہیں ڈوبے گا۔

اُس نے ریوالور نکالا اور رسی کے لچھوں کو پھلانگتا ہوا آگے بڑھا۔ راستے میں رک

کرسن گن لی لیکن ہوا کے شور کے سوا کوئی آواز نہیں تھی۔ وہ آفس کیبن کی طرف بڑھتا رہا۔ اچانک اُسے تعفن کا احساس ہوا۔ بدبو نہایت شدید تھی۔ وہ عرشے کی طرف جانے والے دروازے میں داخل ہوا اور بری طرح ٹھٹکا چھ فٹ گہرے پول میں کم از کم ایک درجن لاشیں پانی میں تیر رہی تھیں...... ایک دوسرے سے ٹکرا رہی تھیں۔ کچھ لاشیں پھولی ہوئی تھیں اور اُن سے شدید تعفن اُٹھ رہا تھا۔ وہ سب لاطینی امریکا کے باشندے تھے اور اُنھیں شوٹ کیا گیا تھا۔ وہ وہاں سے ہٹا اور عرشے کی طرف چل دیا۔ اُسی وقت اُسے ہیلی کاپٹر کی آواز سُنائی دی۔ اُس نے نظریں اُٹھا کر دیکھا۔ ہیلی کاپٹر اسی طرف آ رہا تھا۔ وہ ٹوسیٹر ہیلی کاپٹر تھا۔ حارث ٹھہر گیا۔ سرد ہوا برچھیوں کی طرح جسم کو کاٹتی محسوس ہو رہی تھی۔ اُس کا بدن لرز رہا تھا۔ اُس نے اندازہ لگایا کہ ہیلی کاپٹر ایکلن کے مکان سے آدھا میل دور والی ڈھلان سے اُڑا ہوگا۔

ہیلی کاپٹر اب خاصا قریب آ گیا تھا۔ پائلٹ کے برابر والی سیٹ پر سلوکم بیٹھا تھا۔ سلوکم نے اُسے دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔ سلوکم نے پائلٹ کو کچھ حکم دیا۔ ہیلی کاپٹر خاصا نیچے آ گیا۔ حارث ریوالور داہنے ہاتھ میں لیے اُسے دیکھتا رہا۔ سلوکم اپنے ہاتھ کے اشارے کر رہا تھا پھر اُس نے ایک ریڈیو جہاز کی طرف اُچھالا۔ وہ واکی ٹاکی ریسور تھا۔ ویسا ہی دوسرا ریسیور سلوکم کے پاس تھا۔ حارث نے واکی ٹاکی اُٹھایا اور تیز ہوا سے بچنے کے لئے کیبن کی طرف چل دیا۔ کیبن میں پہنچ کر اس نے ایریل کھینچا اور سوئچ آن کر دیا۔ ''حارث! تم تک میری آواز پہنچ رہی ہے نا؟''

سلوکم نے اُسے پکار رہا تھا۔ حارث نے اُس کا جواب اثبات میں دیا۔

''نیچے تم نے کیا دیکھا؟'' سلوکم نے پوچھا۔

حارث نے ڈیک پر منڈلاتے ہوئے ہیلی کاپٹر کو دیکھا۔ اُس کے عرشے پر اُترتے ہی ہیلی کاپٹر نازل ہوا تھا۔ گویا سلوکم نے اُس پر نظر رکھی تھی لیکن کیوں؟ میں نے یہاں لاشیں دیکھی ہیں اور مجھے اس سوال کا جواب ملا ہے کہ الزبتھ اور رین فیلڈ کو کس نے قتل کیا تھا؟ بالآخر اُس نے جواب دیا۔ ''وہ تم تھے اور یہ لاشیں بھی تمہارا ہی کارنامہ ہیں۔ البتہ اس کی وجہ میں نہیں سمجھ سکا۔''

''احمقانہ باتیں مت کرو حارث، میں انھیں قتل کیوں کرتا...... اور رین فیلڈ کو کیوں قتل کرتا۔''

''یہ لاشیں کم از کم ایک ہفتہ پرانی ہیں میرا خیال ہے رین فیلڈ یہاں آیا ہوگا اور لاشیں دیکھ لی ہوں گی۔ تم ہر اُس شخص کو ٹھکانے لگاؤ گے جو اس سودے سے واقف ہے، میں اور مارکوس تمہارا آئندہ ہدف ہوں گے۔''

''خیر حارث، کبھی نہ کبھی تو تمہیں اس جہاز سے نکلنا پڑے گا۔'' سلوکم نے چیخ کر کہا۔ اُس کی آواز دور ہوتی گئی۔ حارث نے باہر نکل کر دیکھا۔ ہیلی کاپٹر دور جا رہا تھا۔ وہ چند لمحے اُسے دیکھتا رہا پھر جہاز کا جائزہ لینے کی غرض سے چل دیا۔

فلائنگ برج کے نیچے ایک کشادہ کیبن تھا۔ اس کے ساتھ ہی سیڑھیاں تھیں، جن کا رخ نیچے کی طرف تھا۔ اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ سیڑھیوں پر روشنی تھی۔ نیچے کوریڈور میں بھی ایک بلب روشن تھا۔ حارث سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ اچانک عقب سے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ پلٹ ہی رہا تھا کہ اُس کے سر سے کوئی بھاری چیز ٹکرائی اور اُس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

☆=====☆=====☆

اُسے ہوش آیا تو وہ کشادہ کیبن میں تھا۔ کیبن میں صرف پورٹ ہول کے راستے اندر آنے والی روشنی تھی کمرے میں تیس کے قریب افراد تھے اور وہ واضح طور پر دو گروہوں میں منقسم تھے۔ ایک گوشے میں دو لاشیں پڑی تھیں۔ فضا میں موت کی بو رچی ہوئی تھی۔ نو دس آدمی فرش پر بیٹھے تھے۔ دوسرا گروہ تعداد میں بڑا اور مسلح تھا ایک گروہ قیدیوں کا تھا اور دوسرا گارڈز کا۔ سب کی نگاہیں اُس پر جمی ہوئی تھیں۔ حارث فوراً سمجھ گیا، قیدی کمیونسٹ گوریلے تھے جنھوں نے اُس پر بھی حملہ کیا تھا۔ جہاز انھی کا تھا لیکن اب وہ وہاں قیدی کی حیثیت سے موجود تھے اُن میں سرخ کار کا وہ ڈرائیور بھی تھا جس نے اُس روز اُس پر فائرنگ کی تھی، یہ سب کچھ اپنی جگہ لیکن وہ صورت حال کو پوری طرح سمجھ نہیں سکا تھا۔

اچانک کیبن میں دو آدمی داخل ہوئے اُنھوں نے حارث کو اشارے سے اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ وہ جیسے تیسے کر کے اُٹھا، سر میں ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں اور اُس کے قدم

ڈگمگا رہے تھے۔ وہ اُسے اپنے ساتھ ایک کیبن تک لائے، کیبن کا دروازہ کھولا اور اُسے اندر دھکیل دیا۔ وہ یقینی طور پر کپتان کا کیبن تھا۔ میز کے عقب میں ایک لحیم شحیم آدمی بیٹھا تھا۔ ''بیٹھ جاؤ۔'' اُس نے حارث سے کہا۔ ''کیا تم بیمار ہو؟''

حارث نے اُسے بہ غور دیکھا۔ وہ اُس کی حیثیت کے متعلق اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''مجھے جانتے ہو! پہلے کبھی دیکھا ہے مجھے؟'' جسیم آدمی نے پوچھا۔

''نہیں، البتہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

جسیم آدمی نے اس کے سوال کو نظر انداز کر دیا۔ ''سلوکم سے واکی ٹاکی پر کیا بات ہوئی۔ دھمکی دی ہوگی اُس نے؟ اب تم اُس کے لیے بے مصرف ہو۔ ٹھیک ہے نا؟''

''میں پوچھ رہا ہوں، تم کون ہو؟''

''میرا نام فیلڈ مین ہے ہم تمہارے متعلق بہت کچھ جانتے ہیں۔ تم پر عرصے سے نظر ہے ہماری۔''

''تم کون ہو؟ اور نچلے حصے میں تمہارے ساتھی کون ہیں؟'' اس بار حارث جھنجھلایا۔

''میرے ساتھیوں کا تعلق کینیڈین نیوی سے ہے۔ قیدی نکارگوا کے کمیونسٹ ہیں۔ میرا تعلق امریکا کے جسٹس ڈیپارٹمنٹ سے ہے۔ میرا کام نکارگوا کے سودے کی روک تھام کرنا ہے۔''

''تم بغیر وارنٹ کے مجھے یہاں زبردستی نہیں روک سکتے، حاث نے سخت لہجے میں کہا۔

''مذاق مت کرو، تمہارے منہ سے قانون کا حوالہ اچھا نہیں لگتا۔ نہ ہی تم اس پوزیشن میں ہو کہ ہم سے کوئی مطالبہ کر سکو۔''

''اگر تمہارے پاس وارنٹ نہیں ہے تو میں جا رہا ہوں۔''

''تم وہی کرو گے جو ہم چاہیں گے۔'' فیلڈ مین کے لہجے میں بلا کا اعتماد تھا۔ ''میرے پاس ڈیڑھ درجن تربیت یافتہ لڑاکے ہیں، میں نہیں سمجھتا کہ تم اُن سے نمٹ سکتے ہو، بہرحال ہم تم پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ میں تمہارا شمار دشمنوں میں نہیں کرتا۔'' فیلڈ مین نے

کہا۔ ''تم اچھے پولیس مین تھے لیکن اب بدمعاشوں کے آلہ کار ہو۔ تم سلوکم اور جگدیش کا شکار ہو، اُنھوں نے تمھیں استعمال کیا ہے۔ اُنھیں انجام تک پہنچانے کے لیے اب میں تمھیں استعمال کروں گا۔''

''تم اُنھیں یوں بھی پکڑ سکتے ہو، دونوں تمہاری دسترس میں ہیں۔''

''وہ دیکھ رہے ہو۔'' فیلڈ مین نے پورٹ ہول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

حارث نے دیکھا وہ ایک جہاز تھا۔ ''وہ نکارگوا والے ہیں اور اس جہاز کے کمیونسٹوں کو ختم کرنے کے لیے آئے ہیں، مجھے پہلے اُنھیں روکنا ہے۔''

''مجھے اس سے کوئی غرض نہیں، وارنٹ دکھاؤ، ورنہ میں جا رہا ہوں۔'' حارث نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

''حالانکہ تمھیں طبی امداد کی ضرورت ہے۔ تمہارے سر میں چوٹ لگی ہے، تمھیں آرام ملنا چاہیے پھر میں تمہارے ذریعے سلوکم اور جگدیش کے لیے جال بچھاؤں گا۔'' فیلڈ مین نے کہا اور اپنے آدمیوں کو پکارا، وہ دروازے کے باہر ہی کھڑے تھے، فوراً دروازہ کھول کر اندر آ گئے۔ ''اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔'' اُس نے اُنھیں حکم دیا۔

''مجھے ڈاکٹر کی کوئی ضرورت نہیں۔'' حارث نے چیخ کر کہا لیکن اُن دونوں کے سامنے اُس کی ایک نہ چلی۔ وہ اُسے دھکیلتے ہوئے ایک اور کیبن میں لے آئے۔ اُسے کیبن میں دھکیل کر اُنھوں نے دروازہ مقفل کر دیا۔

کیبن مین صرف ایک دیواری بستر اور ایک کُرسی تھی۔ حارث نے بستر پر بیٹھ کر آنکھیں موندیں اور صورت حال پر غور کرنے لگا۔ سر کی چوٹ اب بھی تکلیف دے رہی تھی اور ارتکاز کرنا مشکل ثابت ہو رہا تھا۔ قدموں کی آہٹیں ابھریں اور اگلے ہی لمحے کیبن کا دروازہ کھلا۔ اس بار دونوں آدمیوں کے ساتھ ڈاکٹر بھی تھا۔ اس کا اندازہ اُس کے بیگ سے ہوا۔ حارث کی زبردست مزاحمت کے باوجود اُس کے بازو میں ایک محلول انجیکٹ کر دیا گیا۔ اُس کے بعد وہ تینوں چلے گئے۔ وہ بستر پر لیٹا سوچتا رہا۔ اُسے معلوم تھا کہ چند منٹ بعد وہ بے ہوش ہو جائے گا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا اُٹھا اور دُور بین اٹھا کر پورٹ ہول کی طرف بڑھا۔ دوا نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا تھا اور اس کا سر چکرا رہا تھا۔ اس نے پورٹ

ہول سے دوسرے جہاز کو دیکھا۔ اس کا اندازہ تھا کہ دوسرا جہاز آدھے میل کے فاصلے پر ہے دوربین کی مدد سے اُس نے جہاز کا نام پڑھا۔ تارا سونا...... نکارگوا عرشے پر چھ سات آدمی موجود تھے، پھر کچھ اور لوگ اوپر آئے...... تعداد تیس تک پہنچ گئی۔ دو رائفلوں اور ہلکے اسلحے سے لیس تھے پھر حارث نے جہاز کو لنگر انداز ہوتے دیکھا۔ اُسی لمحے اُس کے ہاتھ سے دُوربین چھوٹ گئی اور وہ فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

☆=====☆=====☆

بیدار ہوتے ہی اُسے پہلا خیال یہ آیا کہ جہاز ڈوبا نہیں ہے۔ صبح ہو چکی تھی۔ اُس نے گھڑی دیکھی، سوا دس بجے تھے۔ اُس کا سر چکرا رہا تھا اور منہ کا ذائقہ بگڑا ہوا تھا۔ اُس نے دور بین اٹھائی پھر اپنا ریوالور چیک کیا۔ ریوالور لوڈ تھا۔ اُس نے دروازے کا ہینڈل گھمایا۔ دروازہ کھل گیا۔ وہ باہر نکل آیا۔ اُس نے پورے جہاز کا جائزہ لیا۔ جہاز پر کوئی ذی روح موجود نہیں تھا۔ لاشیں البتہ اب بھی پانی میں تیر رہی تھیں۔ اُن کے علاوہ وہ جہاز پر تنہا تھا۔ عرشے پر آ کر اُس نے دُوربین آنکھوں سے لگائی بندرگاہ پر نقل وحرکت کچھ زیادہ تھی۔ پولیس کی چھ گاڑیاں سینٹ جان کی طرف سے آتی دکھائی دیں۔ ان میں مسلح پولیس مین موجود تھے، چند لمحے بعد تمام گاڑیاں گودی کی دیوار کے پیچھے پارک کر دی گئیں۔ شاید اُنھیں محتاط رہنے کی ہدایت کی گئی تھی کہ ایکلن کے مکان سے اُنھیں نہ دیکھا جا سکے گاڑیوں سے پولیس مین اترے بھی نہیں وہ اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کا کیا مطلب ہے پھر آواز سُن کر وہ چونکا۔ شمال کی طرف سے دو ہیلی کاپٹر آ رہے تھے اور اُن کی رفتار بہت تیز تھی چند لمحے بعد اُس نے انہیں ایکلن کے مکان کے سامنے والے برفانی میدان میں اُترتے دیکھا پائلٹ بدستور ہیلی کاپٹروں میں بیٹھے رہے۔ پنکھے چل رہے تھے، گویا وہ کسی بھی لمحے پرواز کے لیے تیار تھے پھر ایکلن کے مکان کا دروازہ کھلا۔ دو آدمی نکلے اور ہیلی کاپٹروں میں آ بیٹھے۔ حارث آخری لمحے میں اُنھیں شناخت کر سکا، ہیلی کاپٹر پھر فضا میں بُلند ہو گئے۔ گودی کی دیوار کے پیچھے موجود پولیس کی نفری بدستور ساکت تھی۔

گویا آخر مرحلہ آ پہنچا، وہ سودا تکمیل کو پہنچ رہا تھا، جس نے بے شمار انسانی جانوں کی بھینٹ لی تھی۔ سرمایہ دار ایک ملک خرید رہے تھے، جسے وہ سرمایہ داروں کی جنت بنانا

چاہتے تھے۔ کچھ لوگ سودے کی تکمیل چاہتے تھے اور کچھ اُسے روکنے کے خواہش مند تھے۔ اچانک حارث کی سمجھ میں اپنی اہمیت آ گئی۔ کوئی جیتے، کوئی ہارے، دونوں گروہ اُسے چارے کی حیثیت سے استعمال کر رہے تھے۔ فیلڈ مین نے صاف کہہ دیا تھا، جگدیش اور سلوکم کے لیے وہ اُن کے جرائم کا ثبوت تھا، جسے مٹانا بہت ضروری تھا۔ فیلڈ مین کی خواہش تھی کہ وہ اُنھیں ثبوت مٹاتے ہوئے یا مٹانے کے بعد رنگے ہاتھوں گرفتار کرے۔ ہر دو صورت میں وہ مردہ آدمی تھا۔

وہ تیزی سے جہاز کے عقبی حصے کی طرف لپکا۔ اُسے توقع تھی کہ اُس کی بوٹ غائب ہو گئی ہو گی لیکن وہ موجود تھی۔ وہ تیزی سے اُترا، بوٹ کو کھولا اور اسٹارٹر دبا دیا۔ ۲۴ گھنٹے سمندر کی سرد فضا میں رہنے کی وجہ سے انجن اسٹارٹ ہونے میں دُشواری ہوئی۔ اُس نے بوٹ کا رخ موڑا پھر وہ دُہرا ہو کر تھروٹل پر جھکا اور اُس نے بوٹ کو پوری رفتار سے دوڑا دیا۔ سرد پانی اُچھل اُچھل کر اُسے بھگو رہا تھا۔ اُسے احساس تھا کہ برف سے ڈھکے ہوئے ساحل پر وہ بآسانی نشانہ بن جائے گا لیکن وہ زیادہ دیر سمندر میں بھی نہیں رہ سکتا تھا۔ کب تک رہتا جب کہ وہ ساحل پر کئی دن تک اُس کا انتظار کر سکتے تھے۔

اتنی دیر میں پہلا ہیلی کاپٹر سر پر آ پہنچا، پائلٹ کے برابر سلوکم بیٹھا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں رائفل تھی۔ حارث نے اُوپر نگاہ کی سلوکم کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ تھی۔ وہ شکار کھیل رہا تھا۔ اُسے تھکا کر سکون سے شکار کرنا چاہتا تھا پھر حارث نے دوسرا ہیلی کاپٹر دیکھا جو نیچی پرواز کر رہا تھا۔ اُس میں پائلٹ کے برابر جگدیش رائفل لیے بیٹھا اُس کا نشانہ لے رہا تھا۔ حارث زیرِ لب پولیس کو گالیاں دینے لگا، جو خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہی تھی، یقینی طور پر اُنھیں فیلڈ مین نے اس وقت تک انتظار کرنے کی ہدایت کی تھی جب تک وہ دونوں اُسے قتل نہیں کر دیتے۔

اب بوٹ میں اُچھل کر آنے والے پانی کی سطح ایک انچ سے زیادہ ہو چکی تھی لیکن اُس کی رفتار بہرحال ہیلی کاپٹرز سے زیادہ تھی اور وہ ساحل کے قریب پہنچ رہی تھی۔ اُس کا رُخ گودی کی طرف نہیں بلکہ برف سے ڈھکے ہوئے متروک ساحل کی طرف تھا پھر اچانک شدید جھٹکا لگا، برف اُچھلی اور حارث برف پر بوٹ سے کافی آگے جا کر گرا۔ تقریباً اُسی

وقت دونوں ہیلی کاپٹرز بھی آ پہنچے۔

پہلی گولی اس کے کندھے میں لگی لیکن وہ دیوانہ وار بھاگتا رہا۔ گولیاں تواتر سے برس رہی تھیں لیکن وہ لہراتے ہوئے بھاگ رہا تھا۔ کچھ ہیلی کاپٹر کے متحرک ہونے کی وجہ سے بھی نشانے خطا ہو رہے تھے۔ وہ ایکلن کے مکان سے کوئی تین سو گز دور تھا۔ خون ضائع ہونے کی وجہ سے اس کا سر چکرا رہا تھا۔ درد اُس پر مستزاد تھا۔ اُس نے تیزی سے سڑک کراس کی۔ لڑکھڑا کر گرا اور سنبھل کر دوبارہ بھاگا۔ اب اُس کے سامنے چڑھائی تھی اور نقاہت کے پیش نظر وہ جان لیوا چڑھائی تھی۔ ہیلی کاپٹرز بدستور پیچھے لگے ہوئے تھے لیکن شاید شکاریوں نے تھرک کم کرنے کے لئے اُن کی رفتار کم کرا دی تھی۔

پھر وہ ڈھلان تک پہنچ گیا، پہلی بار اُسے خیال آیا کہ وہ بچ سکتا ہے۔ اُس نے صنوبر کے جھنڈ تک پہنچنے کے لیے جان لڑا دی۔ اُسے اندازہ تھا کہ یہاں ہیلی کاپٹر لینڈ کریں گے تو اچھا خاصا برفانی طوفان آئے گا اور وہ لوگ کچھ دیر اُسے نہیں دیکھ سکیں گے۔ وہ جھنڈ سے کچھ دور تھا کہ جگدیش اور اس کے پائلٹ کو غلطی کا احساس ہو گیا کہ نیچی پرواز کی صورت میں وہ اپنے شکار کو کھو بیٹھیں گے لیکن ہیلی کاپٹر بلند ہوتے ہوتے حارث جھنڈ تک پہنچ گیا تھا۔ ہیلی کاپٹرز کی آواز اب اوپر سے کچھ دور سے سنائی دے رہی تھی۔ حارث جھاڑیوں میں گھس گیا، لیکن وہ جانتا تھا کہ رکنے کا مطلب موت ہے، وہ ہیلی کاپٹرز اتاریں گے اور پیدل ہی اس کے پیچھے آئیں گے۔

وہ اب ضبط کی حدوں سے گزرنے والا تھا۔ وہ درختوں کے درمیان بھاگتا رہا۔ ہر قدم پر سر میں دھمک کا احساس ہو رہا تھا۔ اُسے احساس تھا کہ خون کی کمی کی وجہ سے وہ کسی بھی لمحے بے ہوش ہو سکتا ہے۔ اُسے بے ہوشی سے اس کمزوری سے لڑنا تھا ورنہ اس کے بچنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اُس نے ہیلی کاپٹر کے اُترنے کی آواز سنی لیکن ہیلی کاپٹر کی آواز تو اوپر سے بھی آ رہی تھی اس نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک ہیلی کاپٹر برفانی میدان میں اتر گیا تھا جبکہ دوسرے کی آواز مغرب کی سمت سے آ رہی تھی۔ وہ بڑھتا رہا۔ پہاڑوں کے برفانی دامن کی طرف کچھ اوپر جانے کی صورت میں وہ بچ سکتا تھا۔ اتنی پھسلواں جگہ پر ہیلی کاپٹر کو نہیں اُتارا جا سکتا تھا۔ وہ اپنے کندھے میں لگنے والی گولی کے متعلق سوچ رہا تھا آخر ایسی

کون سی نس کٹ گئی تھی کہ اتنا خون بہہ گیا تھا۔ اُس کی قمیض آگے اور پیچھے دونوں طرف سے چپچپا رہی تھی۔ کمزوری کی وجہ سے اُسے اپنے ریوالور کا بوجھ بھی بہت زیادہ معلوم ہو رہا تھا۔ اُس نے سوچا کہ اسے پھینک دے یوں بھی رائفلوں کے سامنے اُس کی کیا بساط تھی۔

ہیلی کاپٹر کی آواز قریب سے سنائی دی۔ اُس نے نظر اُٹھا کر دیکھا وہ سلوکم والا ہیلی کاپٹر تھا۔ ایک لمحے کے لیے سلوکم سے اُس کی نظریں ملیں۔ سلوکم نے رائفل والے ہاتھ کو حرکت دی لیکن اُسے تاخیر ہو گئی۔ ہیلی کاپٹر کی رفتار بہت تیز تھی۔ حارث اب چڑھائی کے قریب پہنچ گیا تھا۔ یہ ستم ظریفی تھی کہ آخری کوشش کے لیے زیادہ توانائی درکار تھی۔ پہاڑ کے دامن کی برف نرم تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ گھٹنوں تک برف میں دھنس گیا۔ اُس نے چڑھائی پر ایستادہ درختوں کی جڑوں کو پکڑ کر چڑھنا چاہا لیکن گرفت کا مسئلہ تھا۔ اُس نے ایک درخت سے ٹیک لگائی اور سلوکم کے ہیلی کاپٹر کو چکراتے دیکھتا رہا۔ دو سو گز پیچھے دوسرا ہیلی کاپٹر اُترا ہوا تھا۔ پائلٹ ہیلی کاپٹر کے پاس ہی کھڑا تھا۔ جگدیش اپنی رائفل کے سہارے چڑھائی چڑھ رہا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں رائفل کے علاوہ واکی ٹاکی بھی تھا۔ وہ اس پر یقیناً سلوکم سے اس کے متعلق رپورٹ لے رہا ہو گا۔ حارث نے گھٹنے کے بل جھکتے ہوئے ریوالور سنبھالا۔ سلوکم کا ہیلی کاپٹر نیم دائرے کی صورت میں حرکت کر کے واپس آ رہا تھا۔ حارث نے احتیاط سے نشانہ لیا۔ سلوکم کا نہیں...... پائلٹ کا جو ہیلی کاپٹر کو اتارنے کے لیے مناسب جگہ ڈھونڈ رہا تھا۔ سلوکم نے ابھی تک حارث کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ پائلٹ کو ہدایت دینے میں مصروف تھا۔ حارث نے ریوار کو دونوں ہاتھوں سے تھاما اور فائر کر دیا۔ پہلے دو فائروں نے شیشہ توڑا۔ تیسری اور چوتھی گولی رائیگاں گئی لیکن پانچویں گولی پائلٹ کے لیے مہلک ثابت ہوئی۔ وہ ایک کریہہ چیخ مار کر ڈھیر ہوا۔ شاید مرتے مرتے اس کا ہاتھ کسی لیور پر لگا کیونکہ ہیلی کاپٹر کی رفتار بڑھ گئی اور اس کا رخ اوپر کی طرف ہو گیا۔ سلوکم نے اندھا دھند اسے کنٹرول کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ہیلی کاپٹر کو نہ سنبھال سکا۔ حارث نے اس کے چہرے پر دہشت کا تاثر دیکھا۔ ہیلی کاپٹر پوری رفتار سے نیچے آ رہا تھا اگلے ہی لمحے وہ ناک کے بل برف سے ٹکرایا اور دھماکے سے پھٹ گیا۔

دھماکے کے نتیجے میں حارث سے ذرا دور برف کا پچاس گز کا تودہ اپنی جگہ سے ہٹا

اور پھسلنے لگا۔ حارث سحر زدہ معمول کی طرح وہ منظر دیکھتا رہا تو دے کی رفتار تیز ہوگئی پہلے اُس کی زد میں آگے بڑھتا ہوا جگدیش آیا اور اس کے بعد پائلٹ اور ہیلی کاپٹر کی باری تھی، چند ہی لمحوں میں صنوبر کے جھنڈ سمیت ہر چیز نابود ہو چکی تھی۔

حارث خاموشی سے منظر تبدیل ہوتے دیکھتا رہا۔ اسے احساس ہوا کہ وہ اُن سے جیتنے کے باوجود ہار گیا تھا۔ اس درجہ حرارت میں اتنا خون ضائع ہونے کے باوجود یہ بات ناقابلِ یقین تھی کہ وہ ایک گھنٹا جھیل گیا تھا لیکن قریب ترین آبادی آدھے میل دور تھی اور اب وہ دو قدم بھی نہیں چل سکتا تھا۔ یوں بھی اب اُس کی پروا کسے تھی۔ پولیس کا کام سلوکم اور جگدیش کی موت کے ساتھ ہی مکمل ہو چکا تھا۔

یہ سوچتے سوچتے وہ ہوش سے بے ہوشی کی پرسکون وادی میں پھسل گیا۔

ہوش میں آتے ہی اُس نے جو آواز سنی وہ اُسے واہمہ معلوم ہوئی ویسے بھی وہ پوری طرح ہوش میں نہیں تھا بلکہ وہ نیم بے ہوشی کی سی کیفیت تھی۔ اُس نے کوشش کر کے سر اُٹھایا۔ اُس سے پچاس فٹ دور ایک بڈھا آدمی کھڑا تھا۔ وہ کسی کو پکار رہا تھا۔ ''ٹونی...... اے ٹونی...... بدتمیزی مت کرو، یہاں آؤ، تم بہت برے ہو۔ آؤ، ورنہ میں تمھیں جان سے مار دوں گا، گندے کہیں کے۔''

بڈھے آدمی کی پشت حارث کی طرف تھی۔ حارث نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کی کہ بڈھا کس سے مخاطب ہے اور وہ دوست ہے یا دشمن پھر اُس نے بھونکنے کی آواز سنی گویا بڈھا اپنے کتے سے باتیں کر رہا تھا۔ حارث نے اپنی توانائیاں مجتمع کیں اور کھڑے ہو کر بڈھے کو آواز دی۔ وہ آواز محض ایک بے معنی چیخ تھی۔ اُس کے ساتھ ہی وہ ایک بار پھر ڈھیر ہو گیا۔

دوسری بار اس کی آنکھ کھلی تو اُس کا لباس تبدیل تھا کندھے کے زخم سے ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔ زبان پر دواؤں کا تلخ ذائقہ تھا۔ شاید اسی لیے تکلیف قابلِ برداشت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ بیڈ پر تھا۔ اُس نے سر گھما کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ پہلی نظر میں ہی اندازہ ہو گیا کہ وہ اس وقت ایکلن کے مکان میں ہے۔ سامنے خلیج کا پانی نظر آ رہا تھا۔ وقت کے بارے میں اس کا اندازہ تھا کہ دوپہر ہے۔ اُس کی کلائی پر بندھی گھڑی موجود نہیں تھی۔

کمرے میں کوئی کلاک بھی نہیں تھا۔

اُس کی معمولی سی نقل و حرکت پر فوری ردِعمل ظاہر ہوا۔ کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک پولیس مین نے جھانکا۔ ''میں مسٹر فیلڈ مین کو بلاتا ہوں۔'' اس نے کہا اور ایک طرف چلا گیا۔ چند لمحے بعد فیلڈ مین کمرے میں داخل ہوا۔ ''اب کیا حال ہے؟'' اُس نے حارث سے پوچھا۔

حارث خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ سوال کم از کم فیلڈ مین کی زبان سے بے معنی معلوم ہو رہا تھا۔ ''وقت کیا ہوا ہے؟'' اُس نے پوچھا، اپنی آواز کی نقاہت پر اُسے خود بھی حیرت ہوئی۔

فیلڈ مین نے گھڑی دیکھی اور بولا۔ ''بارہ بج کر بیس منٹ۔ تم چوبیس گھنٹے سے بے ہوش ہو۔ آپریشن کر کے گولی نکالی جا چکی ہے۔ تم خوش قسمت ہو کہ زندہ ہو۔''

''لعنت ہو تم پر۔''

فیلڈ مین چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر قریب پڑی ہوئی کرسی گھسیٹ کر حارث کے قریب بیٹھ گیا۔ ''افسوس! تم منطقی آدمی نہیں ہو۔ اصولاً تمھیں جیل کے اسپتال میں ہونا چاہئے تھا لیکن میں نے اس کی مخالفت کی اور اب تم مجھے گالیاں دے رہے ہو۔ شاید اس لیے کہ تم صورتِ حال سے ناواقف ہو تمھیں معلوم بھی ہے کہ کیا ہو رہا تھا۔''

حارث نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ فیلڈ مین کی بے پناہ خوداعتمادی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

'میں تمھیں بتاتا ہوں۔'' فیلڈ مین نے کہا۔ ''تم جگدیش کے لیے کام کر رہے تھے اور میرا تجربہ ہے کہ جگدیش جیسے لوگ انسانوں کو اشیاء کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ یہ سرمایہ دار ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اس میں ان کا قصور نہیں اپنے مقام تک پہنچنے کے لیے انھیں اپنے حریفوں کو روندنا پڑتا ہے اور وہ اس کے عادی ہو جاتے ہیں۔ جگدیش کارپوریشن کے نزدیک تمہاری حیثیت ایک کم اخراجات والے تفتیشی پیس کی تھی۔ دوسری طرف جنرل انٹونیو سموزا کے پاس تمھارا نعم البدل مارکوس کی صورت میں موجود تھا۔ تمھیں نکاراگوا کے کمیونسٹوں کی توجہ اصل سرگرمیوں کی طرف سے ہٹانے کے سلسلے میں استعمال

کیا گیا۔ ڈیل مکمل ہوتے ہی تم لوگ بے مصرف ہو گئے۔'

حارث سوچ رہا تھا کہ شاید فیلڈ مین اُس تیسرے گروہ کا لیڈر ہو گا جس کا تذکرہ مارکوس نے کیا تھا...... کینیڈین پولیس کا لیڈر، پھر اُس کی نظر فون کی طرف اُٹھ گئی۔ اُسے خیال آیا کہ یہ فون بگڈ ہے۔ اس پر ہونے والی گفتگو ٹورسٹ ہاؤس میں رین فیلڈ کے کمرے میں موجود کیسٹ ریکارڈر پر ریکارڈ ہو گی۔ ''سنو، مجھے پانی پلا دو پلیز۔'' اُس نے فیلڈ مین سے التجا کی۔

''ابھی لایا۔'' فیلڈ مین نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی حارث نے پہلو بدلا اور ٹیلی فون انسٹرومنٹ میز سے اُٹھا کر بیڈ کے نیچے پہنچا دیا۔ ایسا کرنے میں اس پر قیامت گزر گئی لیکن اب تک وہ قوت ارادی کے ناجائز استعمال کا عادی ہو چکا تھا پھر اُس نے ریسیور کریڈل سے اُٹھا کر ایک طرف رکھ دیا۔ اب اس کمرے میں ہونے والی ہر بات رین فیلڈ کے کمرے میں ریکارڈ ہونا تھی۔

فیلڈ مین نے اُسے پانی لا کر دیا۔ وہ پانی پیتے ہوئے فیلڈ مین کو دیکھتا رہا جسے بیڈ سائڈ ٹیبل سے انسٹرومنٹ کے غائب ہونے کا احساس نہیں ہوا تھا۔ اُس نے حارث سے خالی گلاس لے کر بیڈ سائڈ ٹیبل پر اُسی جگہ رکھ دیا، جہاں کچھ دیر پہلے ٹیلی فون رکھا تھا پھر وہ دوبارہ گویا ہوا۔ ''ہم عرصے سے جگدیش کی سفارتی سرگرمیوں پر نظر رکھ ہوئے تھے۔ رین فیلڈ کی ایجنسی سے کام لینے پر ہمیں پتا چلا کہ جگدیش کو مارکوس نامی ایک شخص کی تلاش ہے، چونکومت، رین فیلڈ ہمارا ساتھی تھا۔''

''پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ جگدیش اُس تودے سے بچا...... یا نہیں؟

''نہیں، اس کی لاش مل چکی ہے، خیر تو میں کیا کہہ رہا تھا۔ امریکی آئین میں ایسی کوئی شق نہیں، جس کی رو سے ایک کمپنی کی امریکا سے کسی دوسرے ملک میں منتقلی ممنوع ہو لیکن میرے خیال میں ایک ان لکھا قانون موجود ہے۔ بزنس...... ہر طرح کا بزنس درحقیقت ہر جگہ حکومت کا...... دوسرے لفظوں میں ریاست کا اور عوام کا ہوتا ہے۔ چنانچہ تجارت سے حکومت کی علیحدگی کا تصور سراسر احمقانہ ہے۔ اس لحاظ سے ان احمق سرمایہ داروں کو اس حماقت کی اجازت نہیں دی جا سکتی تھی۔ ''سسٹم سے غداری کر رہے تھے۔''

''جن لوگوں کے احکامات پر تم نے عمل کیا، وہ خوش ہیں...... نتائج سے مطمئن ہیں؟'' حارث نے پوچھا۔

فیلڈ مین چند لمحے اس کے سوال کو تولتا رہا پھر بولا۔ ''یہ یاد رکھو کہ میں نے یہ سب کچھ شروع نہیں کیا تھا۔ احمقوں کا ایک ٹولہ تھا، جو سمجھتا تھا کہ دو ہزار سال پر پھیلی ہوئی تاریخ وثقافت کے حامل ملک کو خریدا جا سکتا ہے، کسی ٹیلی وژن کی طرح۔''

''لیکن یہ کام تو حکومتیں بھی کرتی رہی ہیں، پسماندہ ممالک میں کٹھ پتلی حکومتیں قائم کرنا اور ان کی مدد کرنا یہ بھی تو وہی کام ہے۔''

''تم نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا میرے باس میری کارکردگی سے خوش ہیں۔' فیلڈ مین نے جلدی سے موضوع بدلا۔ ''میں نے اپنا فرض پورا کیا، ممکن ہے، تاریخ ثابت کرے کہ اُنھوں نے غلط آرڈر دیا اور میں غلط آرڈر پر عمل پیرا ہوا۔ عین ممکن ہے کہ حکومت کے لیے سرمائے کا یہ نقصان برداشت کر لینا بہتر ہوتا۔ ممکن ہے، آنے والے دنوں میں نکاراگوا پر کمیونسٹوں کی حکمرانی ہو، میرا خیال ہے، ہم نے سرمایہ داروں کو روک کر غلطی کی ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ دس سال کے اندر اندر براعظم امریکا میں جنگ ہو گی۔ ہمارے اور کمیونسٹوں کے درمیان، ہمارا آج کا عمل اُس وقت کے نتائج پر اثر انداز ہو گا۔ ہم نے نکاراگوا کو کمیونسٹوں کی طرف دھکیل دیا ہے۔''

حارث کو بین الاقوامی سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو فیلڈ مین سے کام کی بات اُگلوانا چاہتا تھا۔ ''مجھے یہ بتاؤ کہ پولیس تماشا دیکھتی رہی جبکہ دو آدمیوں نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی، کیوں؟

''جواب تم جانتے ہو، ہمارے پاس جگدیش اور سلوکم کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا۔ البتہ تمہارے قتل کا ثبوت تمہارے قتل کا ثبوت ہم عدالت میں پیش کر سکتے تھے ہمیں ثبوت کی فکر تھی۔'' فیلڈ مین نے کہا۔ ''میں تمہاری مدد کے لیے کچھ لوگوں کو بلواتا ہوں۔ ابھی تمہیں ہمارا ایک چھوٹا سا کام اور کرنا ہے۔''

☆======☆=====☆

دو آدمی حارث کو سہارا دے کر نیچے لائے باہر دو کاریں کھڑی تھیں۔ فیلڈ مین چند

سادہ لباس والوں کے ساتھ ایک کار میں بیٹھا تھا۔ حارث کو دوسری کار میں بٹھا دیا گیا۔ سفر شروع ہو گیا۔ آدھے گھنٹے کے اُس سفر کی سمت مغرب تھی۔ سینٹ اوریل سے دس میل دور گاڑیاں رکیں۔ سامنے ہی ساحل تھا جہاں کچھ افراد موجود تھے۔ ایک پولیس فوٹوگرافر تصویریں کھینچنے میں مصروف تھا۔ اُن سب کی توجہ کا مرکز ربڑ کی ایک چھوٹی کشتی تھی جسے وہ لوگ کنارے پر کھینچ لائے تھے۔ اُس میں دو افراد موجود تھے۔ فیلڈ مین کار سے اُترا اور اُس نے حارث کو اُترنے کا اشارہ کیا۔

دونوں پولیس والوں نے حارث کو سہارا دے کر اُتارا ہوا بہت تند و سرد تھی۔ وہ پانچ منٹ میں کشتی تک پہنچے۔ ''انھیں شناخت کرو۔'' ایک پولیس مین نے کہا۔

کشتی پر برف کی ایک انچ سے زیادہ موٹی تہ تھی۔ اُس میں موجود دونوں افراد کا بھی یہی حال تھا۔ وہ برف میں دفن ہو گئے تھے۔ اور وہ مارکوس اور ایکلن تھے۔ اُن کے جسموں پر چڑھی ہوئی برف کی تہ شفاف تھی۔ مارکوس کی پیشانی میں سوراخ تھا اُسے شوٹ کیا گیا تھا جب کہ ایکلن کے جسم پر زخم کا کوئی نشان نہیں تھا۔ برف نے اُنھیں گرنے نہیں دیا تھا اور وہ تنے ہوئے بیٹھے تھے۔

اس بار اُسے فیلڈ مین کی کار کی طرف لایا گیا۔ حارث کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ سرد ہوا ہڈیوں میں سرایت کرتی محسوس ہو رہی تھی۔ فیلڈ مین نے اُس کے کار میں بیٹھتے ہی پوچھا۔ ''مارکوس اور ایکلن ہیں نا؟''

حارث نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''ان کی موت کیسے واقع ہوئی؟'' اُس نے پوچھا۔

''کشتی میں ایک واکی ٹاکی بھی تھا۔'' فیلڈ مین نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''پانچ میل دور ایک کار بھی ملی ہے اس کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتا۔ اندازہ ہی لگا سکتا ہوں کہ مارکوس کو اُس کے آقاؤں نے ٹھکانے لگایا۔ جب کہ ایکلن سردی کی وجہ سے مرا۔'' وہ پھر ڈرائیور سے مخاطب ہوا۔ ''ایکلن کے مکان چلنا ہے۔''

کار میں پانچ منٹ خاموشی رہی پھر حارث نے پوچھا۔ ''تم تمام پارٹیوں سے واقف تھے تو شروع ہی میں اُنھیں کیوں نہ گرفتار کر لیا۔''

''بہتر نتائج کی خاطر مجھے انتظار کرنا پڑا۔''

''کیسے بہتر نتائج؟''

''دیکھ لو، ان سبھوں نے ایک دوسرے کو ختم کر دیا۔ اس سے بہتر انجام ممکن ہی نہیں تھا۔''

''اور ان کے بارے میں کیا کہو گے، جو بے قصور تھے،'' حارث نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''مثلاً الزبتھ پیرٹ۔''

''بے قصور تھی وہ؟ وہ مارکوس کی ساتھی تھی، محبوبہ تھی۔''

''کبھی اُس سے ملے بھی ہو؟''

''نہیں۔''

''اور تم نے اُسے قتل ہو جانے دیا؟''

''میں پھر دہراؤں گا کہ وہ مارکوس کی محبوبہ تھی۔''

''میں تمہارا یہ جرم کبھی معاف نہیں کروں گا۔''

فیلڈ مین نے زوردار قہقہہ لگایا۔ ''اوہ، تو تم مجھے مجرم ٹھہرا رہے ہو، جبکہ میں نے تم پر کوئی الزام نہیں لگایا، تمہیں ہر جرم سے بری سمجھا۔ حالانکہ تم ملوث تھے صرف اسی لیے کہ تم گمنام اور غیر اہم ہو تمہاری کوئی حیثیت نہیں۔ بس تم مارکوس کو شناخت کر سکتے تھے تم سلوکم اور جگدیش کے خلاف ثبوت مہیا کر سکتے تھے، سمجھے؟''

☆=====☆=====☆

۵ اپریل ۷۶ کو سبھاش گپتا نے ٹی ڈبلیو اے کا بوئنگ ۷۰۷ سو گھنٹے کے لیے چارٹر کیا۔ جہاز کو پہلے میکسیکو سے فیول لینا تھا اور پھر پانچ ملکوں پر پرواز کر کے مانا گوا پہنچنا تھا۔ اُس میں عملے کے سات افراد سبھاش اور اُس کے ساتھیوں کے نو نمائندوں اور انکارا گوا کے وزیر خزانہ اور اُس کے نو ساتھیوں کے سوا کوئی نہیں تھا۔ اس فلائٹ کے دوران معاہدے پر دستخط ہونا تھے۔ ان تمام افراد کے لیے کھانے کا انتظام کیٹرنگ کمپنی نے کیا تھا۔

کیٹرنگ کمپنی کے اسٹاف کی تعداد ۱۱۲ تھی۔ بیشتر عملہ فریزنگ اور پیکنگ کے شعبے سے متعلق تھا۔ سبھاش کی فلائٹ سے ایک ہفتہ پہلے فریز روم کے کنٹرول سپروائزر نے

کیٹرنگ مینیجر کو فون کر کے بتایا تھا کہ وہ بیمار ہے اور ایک ہفتہ کام پر نہیں آ سکے گا۔ تاہم اُس کا سالا آیا ہوا ہے اور وہ اس کام کا ماہر ہے۔ اگر مینیجر مناسب سمجھے تو اس سے کام لے لے۔

سپروائزر کا سالا بہت ذہین آدمی ثابت ہوا۔ اُس نے بہت جلدی کام پر قابو پالیا۔ مینیجر نے مطمئن ہو کر اُسے رکھ لیا۔ نیا آدمی بے حد کم گو اور کم آمیز تھا۔ اُس نے اپنا نام جوزف بتایا تھا جو کہ درست نہیں تھا۔ وہ فریزنگ روم کے کنٹرول سپروائزر کا سالا بھی نہیں تھا۔ زندگی کے ۴۲ سال میں سے ۲۵ سال اُس نے نقب زنی کی بدولت خوشحالی میں گزارے تھے۔ وہ اپنے کام میں اتنا کامیاب تھا کہ ایف بی آئی بھی کئی بار اُس سے کام لے چکی تھی۔ ۵ اپریل کی صبح کام پر آنے سے پہلے ہی اُسے علم تھا کہ آج اُسے ایک پرواز کے سلسلے میں کچھ افراد کے لیے کھانا تیار کرنا ہے۔

وکیلوں نے معاہدے پر دستخط کے لیے حیرت انگیز اسکیم تیار کی تھی۔ معاہدے پر دستخط پانچ ملکوں کی فضا میں پرواز کے دوران ہونا تھے۔ گویا اُن لوگوں پر کہیں مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا تھا۔ کوئی ایک ملک بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا تھا کہ معاہدے پر دستخط اُس کی حدود میں ہوئے تھے۔

جوزف کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کس کے لیے کام کر رہا ہے۔ پہلی بار فون پر بات ہوئی تھی۔ اُس کے بعد دو ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ جوزف کا خیال تھا کہ وہ ایف بی آئی کے لوگ ہیں۔ تاہم وہ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ دوسری ملاقات کے وقت اُسے ایک ہائیڈرالک سرنج دی گئی تھی۔ کنٹرول سپروائزر کو وہ پہلے ہی توڑ چکے تھے۔ معاوضہ جوزف کو بھی بہت اچھا ملا تھا۔ اُسے ایک مخصوص ڈش میں سرنج کا محلول شامل کرنا تھا اور یہ کوئی بڑا کام نہیں تھا۔

☆======☆=====☆

البرٹ اُس وقت اپنے بورڈ روم میں تھا۔ میٹنگ میں چار افراد اور شریک تھے۔ ماکنوں نامی یونانی، اوناس کی نمائندگی کر رہا تھا۔ ڈین اور جارج بہ نفسِ نفیس موجود تھے۔ چوتھا ہاورڈ، ہیوز کا نمائندہ ولیم تھا۔ میٹنگ نکاراگوا کے سودے کے سلسلے میں ہو رہی تھی۔

البرٹ نے سامنے رکھے ہوئے کاغذات پر نظر ڈالی اور بات شروع کی۔ ''حضرات: اب سے چند گھنٹے بعد معاہدے پر دستخط ہو جائیں گے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس انداز میں بات کروں۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ مجھے کالی بھیڑ قرار دیں۔ سہاش گپتا کو آپ میں سے کچھ لوگ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ مجھے یہ ڈیل پسند ہے لیکن اس کا ایک حصہ ایسا ہے، جسے میں ناپسند کرتا ہوں۔''

جارج نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔ ''میرے خیال میں ان باتوں کا وقت نکل چکا ہے۔ ویسے بھی ہم نے اس سلسلے میں سہاش اور جگدیش کو مکمل اختیارات تفویض کیے ہیں۔''

''ایسی بات نہیں ہے، بات تو کسی بھی وقت کی جا سکتی ہے۔'' البرٹ نے کہا۔ ''سہاش نے اثاثوں اور صنعتوں کی منتقلی کے لیے ایک سال کی شرط عائد کی ہے اور میں ایک سال انتظار نہیں کرنا چاہتا۔''

''میں تم سے متفق ہوں۔'' ڈین نے کہا۔ ''لیکن میرا خیال ہے کہ سہاش کا فیصلہ مناسب ہے۔''

''اور میری چھٹی حِس بتاتی ہے کہ وہ غلطی پر ہے۔ جنرل انٹونیو کو ایک ارب ڈالر دے دو، مجھے یقین ہے کہ چھ ماہ بعد وہ مزید رقم طلب کرے گا۔ ملک میں ہنگامے کروا دے گا۔ ہماری سرمایہ کاری خطرے میں پڑ جائے گی۔''

''لیکن مجھے یقین ہے کہ پچاس دن کے اندر ملک پر ہمارا کنٹرول ہوگا۔'' ولیم نے کہا۔ البرٹ جانتا تھا کہ ہاورڈ ہیوز، سہاش کی ذہانت اور قوتِ فیصلہ پر کتنا اعتماد کرتا ہے۔ ولیم، ہاورڈ، ہیوز کی نمائندگی کر رہا تھا۔ اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے۔ ویسے بھی اب کیا ہو سکتا ہے۔ سہاش آج معاہدے پر دستخط کر دے گا۔'' ولیم نے مزید کہا۔

''میں ایک بات اور بتا دوں۔'' البرٹ نے تیز لہجے میں کہا۔ ''مجھے سہاش اور جگدیش کی حکمرانی پسند نہیں۔ میں ایک سال انتظار نہیں کر سکتا۔ اس معاملے میں بورڈ کی صدارت کا چکر نہیں چلنا چاہیے۔ ہم گیارہ پارٹنرز ہیں...... مساوی۔ ہمارے درمیان جمہوریت چلنی چاہیے۔ میں اس جہاز پر سہاش گپتا سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ سوال صرف

یہ ہے کہ کیا میں صرف اپنی طرف سے بات کروں یا مجھے آپ لوگوں کی نمائندگی کا حق بھی حاصل ہے۔ یہ ایک نفسیاتی لمحہ ہے۔ سہاش معاہدے پر دستخط کرنے والا ہے۔ اُسے میری بات ماننا ہوگی۔ وہ اس مرحلے پر سودا ختم نہیں کرنا چاہے گا۔ وہ مجبور ہوگا۔''

دیگر چاروں افراد سوچتے رہے۔

''ہمیں سہاش کو احساس دلا دینا چاہیے کہ وہی سب کچھ نہیں ہے۔ ہم بھی ہیں۔ ہمارے اشتراک کے بغیر وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔''

وہ چاروں بدستور سوچ رہے تھے۔ اُن کی طرف سے اب تک اقرار تھا نہ انکار۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی۔ البرٹ نے دانت پیستے ہوئے ریسیور اُٹھایا اور ماؤتھ پیس میں چیخ کر کہا۔ ''میں نے کہا تھا کوئی کال ریسیو نہیں کروں گا۔'' پھر وہ چند لمحے سنتا رہا۔ ''ٹھیک ہے، میں آ رہا ہوں۔'' یہ کہہ کر اُس نے ریسیور رکھا اور بورڈ روم سے نکل گیا۔ دو منٹ بعد وہ واپس آیا تو دہلا ہوا تھا۔ نگاہوں سے بے یقینی جھلک رہی تھی۔ اُس نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ ''حضرات، ایک ناقابل یقین خبر ہے...... سہاش گپتا مر گیا ہے۔''

☆=====☆=====☆

کار ایکلن کے مکان کے صدر دروازے کے سامنے رک گئی۔ حارث نے کندھے کی تکلیف کو ضبط کرتے ہوئے پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے فیلڈ مین کو دیکھا۔ اس کا اندازہ تھا کہ فیلڈ مین اسی کے بارے میں سوچ رہا ہے پھر فیلڈ مین اُترا اور مکان کے اندر چلا گیا۔ ایک منٹ بعد واپس آیا تو اُس کے ہاتھ میں حارث کا ریوالور اور پاسپورٹ تھا۔ اُس نے دونوں چیزیں حارث کی طرف بڑھا دیں۔ ''ریوالور خالی ہے۔ میرا خیال ہے تم اسے پوری طرح استعمال کر چکے ہو۔'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اگر تم نے کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو ہمیں خود سے دور نہیں پاؤ گے۔ سب کچھ بھول جاؤ اور زبان بند رکھو۔''

''اور تم...... تم مجھے کچھ نہیں دو گے، میں تمہارے کام آیا ہوں۔''

''تم خوش قسمت ہو کہ زندہ ہو۔''

''خیر ایک سوال کا جواب دو۔ نکاراگوا کا جہاز حملہ کیے بغیر کیوں چلا گیا۔ تم نے کہا تھا

کہ وہ حملہ کرنے کی غرض سے آیا ہے۔

فیلڈ مین چند لمحے سوچتا رہا پھر اُس نے جیب سے نیو یارک ٹائمز کا پہلا صفحہ نکال کر حارث کی طرف بڑھا دیا جو تہہ کیا ہوا تھا ''یہ کل کا اخبار ہے۔''

حارث نے صفحہ کھول کر اُس کا جائزہ لیا۔ اُس کے کام کی ایک ہی خبر تھی...... دہلا دینے والی خبر، فلائٹ کے دوران مشہور سرمایہ دار سہاش گپتا کی پُراسرار موت......، موت کا سبب معلوم نہیں ہو سکا۔

''سہاش گپتا کے ساتھ ہی سب کچھ ختم ہو گیا تھا، اس لیے جہاز واپس چلا گیا۔''

''سہاش گپتا کی موت سے تمہارا کوئی تعلق ہے؟'' حارث نے پوچھا۔

''یہ کیا بکواس ہے، فیلڈ مین نے غصے سے کہا، پھر وہ ڈرائیور سے مخاطب ہو گیا۔ ''یہ جہاں جانا چاہے، اسے ڈراپ کر دو لیکن ائیر پورٹ جائے تو بہتر ہے، یہ کہہ کر وہ پلٹ گیا۔

''میں نیو یارک جا رہا ہوں، اخبار والوں سے بات کروں گا، میں نے ابھی جو کچھ کہا، اُسے بکواس نہیں سمجھنا، میں تمہارے خلاف وکیل بھی کروں گا۔''

فیلڈ مین نے پلٹ کر اُسے دیکھا اور بغیر کچھ کہے مکان میں داخل ہو گیا۔ ڈرائیور نے گاڑی ریورس کی اور باہر نکال لی۔ حارث نے ریوالور اور پاسپورٹ پارکا کی جیب میں رکھا اور ڈرائیور کو مسز ڈالنز ٹورسٹ ہاؤس چلنے کی ہدایت دی۔ ''وہاں سے مجھے سامان لینا ہے پھر میں ٹیکسی میں ائیر پورٹ چلا جاؤں گا۔'' اُس نے وضاحت کی۔ ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

حارث کے لیے سیڑھیاں چڑھنا دوبھر ہو گیا۔ درد اور کمزوری نے مل کر اسے نڈھال کر دیا۔ کمرے میں پہنچ کر پانچ منٹ اُسے آرام کرنا پڑا پھر وہ اُٹھا اور اُس نے ٹیپ ریکارڈ چیک کیا۔ فیلڈ مین کی آواز اور الفاظ بالکل واضح تھے، اُس نے کیسٹ نکالا اور جیب میں رکھ لیا۔ فیلڈ مین، الزبتھ کے قتل کا ذمے دار تھا۔ وہ اس کے عوض اُسے تباہ کر دینا چاہتا تھا اور اس کے لیے وہ کیسٹ بہت کافی تھا۔

پھر اُس نے بیورو کی دراز کھولی۔ رین فیلڈ کے کپڑوں کے نیچے کارتوسوں کا بکس اب بھی موجود تھا۔ اُس نے ریوالور لوڈ کیا اور اپنا بریف کیس اُٹھا کر کمرے سے نکل آیا۔

ٹورسٹ ہاؤس کے عقب میں اُس کی نپٹو کار موجود تھی۔ اُس نے ریوالور برابر والی سیٹ پر رکھا اور کار اسٹارٹ کر دی۔ کار کا رخ سینٹ جان ائیر پورٹ کی طرف تھا۔

اُس کی کار جیسے ہی کارنر پر مڑی۔ عنابی کار میں بیٹھے ہوئے آدمی نے انجن اسٹارٹ کیا۔ اس کی برابر والی سیٹ پر بھی ریوالور رکھا تھا لیکن وہ اخبار سے ڈھکا ہوا تھا۔ اُس شخص نے زیرلب مسکراتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔ وہ حارث کا تعاقب کر رہا تھا۔

☆=====ختم شد======☆